اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا○

تذکرۂ اکابر

(اضافہ شدہ جدید اڈیشن)

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ سے لے کر آج تک کے ایک سو اٹھائیس علمائے کبار اور مشائخِ عظام کے نہایت مختصر اور جامع حالات، نیز علمی کمالات اور کارنامے وغیرہ

تالیف

مولانا نظام الدین صاحب قاسمی

استاذ جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا

باہتمام

حضرت مولانا حذیفہ صاحب وستانوی

ناظم تعلیمات جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا

ناشر

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، ضلع نندور بار، مہاراشٹر-۴۲۵۴۱۵

جملہ حقوق بحق جامعہ محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب	:	تذکرۂ اکابر
نام مؤلف	:	مولانا نظام الدین صاحب قاسمی (راجوپٹی) سیتامڑھی
کمپوزنگ	:	رفیق احمد اشاعتی کٹیہاری
تصحیح	:	مولانا شفیع احمد قاسمی مدھوبنی
سیٹنگ	:	محمد مہر علی قاسمی (دھنباد، جھارکھنڈ) جامعہ اکل کوا
پہلا ایڈیشن	:	جنوری ۱۹۹۴ء
دوسرا ایڈیشن	:	ستمبر ۲۰۱۲ء
صفحات	:	۳۵۲
تعداد	:	۱۱۰۰

ملنے کا پتا

Maulana Nizamuddin Qasmi

Jamia Ishatul Uloom Akkalkuwa

Nandurbar [M H]

Mob. 8180963955

زندگی چاہیے خوشبوؤں کی طرح

جو دکھائی نہ دے اور اثر چھوڑ دے

اِنتساب

عارف باللہ، مصلحِ امت، مرشدِ کامل حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی مدظلہ، کے نام۔

جن کی ذات سے لوگوں کو دین وایمان اور اصلاح واخلاص کی دولت مل رہی ہے اور بے شمار لوگ فیض یاب ہورہے ہیں۔

جن کی بے مثال فانوس کی لَو سے علم وعرفان اور رشد وہدایت کی سیکڑوں نئ اور پُرانی شمعیں اور چھوٹے بڑے چراغ روشن ہورہے ہیں۔

جن کی دعاؤں کے طفیل ناچیز کو یہ کتاب پیش کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔

نظام الدین قاسمی

۱۰؍جنوری ۱۹۹۴ء

فہرست تذکرۂ اکابر

☆	﴿اِنتساب﴾ ازمرتب			صفحہ نمبر
☆	﴿تمھید﴾ حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی			12
☆	﴿کلماتِ طیّبہ﴾ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ			14
☆	﴿مقدمہ﴾ حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوری			15
☆	﴿مقدمہ﴾ حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحیؒ			18
☆	﴿تقریظ﴾ حضرت مولانا نظام الدین صاحب (امارت شرعیہ)			20
☆	﴿تقریظ﴾ حضرت مولانا سلیمان صاحب شمسی اعظمیؒ			21
☆	''تذکرۂ اکابر'' کے متعلق دو دو باتیں.... حضرت مولانا زبیر صاحب اعظمیؒ			22
☆	﴿تقریظ﴾ حضرت مولانا حذیفہ صاحب وستانوی (ناظم تعلیمات جامعہ اکل کوا)			26
☆	﴿عرضِ مرتب﴾			28
☆	''تذکرۂ اکابر'' کا دوسرا ایڈیشن			31
شمار	اسمائے اکابر	سن ولادت	سن وفات	
1	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	1703ء	1762ء	33
2	حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ	1745ء	1824ء	37
3	حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ	1749ء	1817ء	40
4	حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ	1754ء	1814ء	42

5	حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید دہلویؒ	1779ء	1831ء	44
6	حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ	1781ء	1845ء	46
7	حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ	1786ء	1831ء	48
8	حضرت مولانا مفتی صدر الدین آزردہؒ	1789ء	1867ء	51
9	حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ	1789ء	1851ء	53
10	حضرت مولانا فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادیؒ	1793ء	1895ء	55
11	حضرت علامہ فضل حق خیرآبادیؒ	1797ء	1861ء	57
12	حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ	1805ء	1866ء	59
13	حضرت مولانا محمد طاہر صاحب معروفیؒ	1808ء	1879ء	61
14	حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پوریؒ	1810ء	1879ء	63
15	حضرت مولانا مفتی عنایت احمد کاکورویؒ	1813ء	1862ء	65
16	حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ	1814ء	1899ء	68
17	حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ	1816ء	1886ء	70
18	حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ	1818ء	1891ء	72
19	حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ	1819ء	1878ء	74
20	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	1829ء	1905ء	76
21	حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ	1832ء	1880ء	78
22	حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ	1833ء	1884ء	81
23	حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ	1846ء	1927ء	83
24	حضرت مولانا انوار اللہ خاں حیدرآبادیؒ	1847ء	1918ء	85
25	حضرت مولانا سید عبدالحئ فرنگی محلیؒ	1848ء	1886ء	87

26	حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ	1851ء	1920ء	89
27	حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ	1852ء	1927ء	91
28	حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ	1855ء	1919ء	93
29	حضرت مولانا شبلی نعمانیؒ	1857ء	1914ء	95
30	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ	1858ء	1928ء	97
31	حضرت علامہ ظہیر حسن شوقؔ نیمویؒ	1861ء	1904ء	99
32	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	1863ء	1943ء	101
33	حضرت مولانا امین الدین دہلویؒ	1866ء	1920ء	104
34	حضرت مولانا حکیم عبدالحئ رائے بریلویؒ	1869ء	1923ء	105
35	حضرت مولانا مفتی محمد سہول بھاگل پوریؒ	1870ء	1948ء	107
36	حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ	1872ء	1944ء	109
37	حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ	1873ء	1962ء	111
38	حضرت مولانا شوکت علی رامپوریؒ	1873ء	1938ء	113
39	حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ	1875ء	1933ء	114
40	حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ	1875ء	1952ء	117
41	حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ	1876ء	1962ء	119
42	حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ	1876ء	1963ء	121
43	حضرت مولانا بشارت کریم گڑھولویؒ	1877ء	1935ء	123
44	حضرت مولانا محمد علی جوہرؒ	1878ء	1930ء	125
45	حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	1879ء	1957ء	127
46	حضرت مولانا احمد بزرگ سورتیؒ	1880ء	1951ء	129

47	حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ	1881ء	1941ء	131
48	حضرت مولانا سجاد حسین صاحبؒ	1881ء	1940ء	133
49	حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ	1882ء	1954ء	135
50	حضرت مولانا قاری محمد طیب کنہواںؒ	1883ء	1991ء	137
51	حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ	1884ء	1953ء	140
52	حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ	1885ء	1943ء	143
53	حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ	1886ء	1962ء	146
54	حضرت علامہ ابرہیم بلیاویؒ	1886ء	1967ء	148
55	حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	1887ء	1949ء	150
56	حضرت مولانا عبدالعزیز بسنتیؒ	1887ء	1952ء	153
57	حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ	1888ء	1957ء	155
58	حضرت مولانا سید فخرالدین احمدؒ	1889ء	1972ء	157
59	حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ	1890ء	1976ء	159
60	حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	1892ء	1961ء	162
61	حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ	1892ء	1956ء	164
62	حضرت مولانا ظفر احمد تھانویؒ	1892ء	1974ء	166
63	حضرت مولانا صوفی رمضان علیؒ	1892ء	1922ء	168
64	حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ	1892ء	1978ء	170
65	حضرت مولانا عبدالحمید نعمانیؒ	1892ء	1983ء	173
66	حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ	1893ء	1973ء	176
67	حضرت مولانا شاہ وصی اللہ اعظمیؒ	1895ء	1967ء	181

68	حضرت مولانا اسعد اللہ رامپوریؒ	1896ء	1978ء	183
69	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ	1896ء	1976ء	185
70	حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ	1897ء	1982ء	187
71	حضرت مولانا قاری محمد طیب دیوبندیؒ	1897ء	1983ء	190
72	حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ	1898ء	1965ء	193
73	حضرت مولانا احمد پرتاب گڈھیؒ	1899ء	1991ء	195
74	حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ	1900ء	1974ء	198
75	حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ	1901ء	1962ء	202
76	حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ	1901ء	1992ء	205
77	حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ	1901ء	1984ء	207
78	حضرت مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ	1903ء	1975ء	209
79	حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم لاجپوریؒ	1903ء	2001ء	211
80	حضرت علامہ محمد حسین صاحبؒ	1903ء	1992ء	213
81	حضرت مولانا محمد بن موسیٰ سورتی افریقیؒ	1904ء	1963ء	215
82	حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ	1905ء	1997ء	217
83	حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ	1907ء	1985ء	220
84	حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ	1907ء	1996ء	222
85	حضرت مولانا عبد الجبار اعظمی معروفیؒ	1907ء	1988ء	224
86	حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ	1908ء	1977ء	226
87	حضرت مولانا عبد الحلیم جونپوریؒ	1909ء	1999ء	228
88	حضرت مولانا رضا اجمیریؒ	1909ء	1994ء	230

89	حضرت مولانا محمد عثمان مالیگانویؒ	1910ء	1984ء	232
90	حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خانؒ	1911ء	1992ء	234
91	حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ	1913ء	1991ء	236
92	حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ	1914ء	1999ء	238
93	حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن بجنوریؒ	1914ء	2010ء	242
94	حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ	1916ء	1996ء	245
95	حضرت مولانا نصیر احمد خان بلند شہریؒ	1916ء	2010ء	248
96	حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ	1917ء	1965ء	253
97	حضرت مولانا نیاز محمد صاحبؒ	1918ء	1993ء	255
98	حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ	1918ء	1995ء	258
99	حضرت مولانا سلیمان شمسیؒ	1918ء	1999ء	260
100	حضرت مولانا محمد طیب خاں کُمّاویؒ	1918ء	1993ء	264
101	حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئیؒ	1920ء	2005ء	266
102	حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ	1923ء	1997ء	269
103	حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحیؒ	1926ء	2011ء	272
104	حضرت مولانا سالم صاحب قاسمی	1926ء	☆☆	275
105	حضرت مولانا قاری امیر حسنؒ	1926ء	2012ء	277
106	حضرت مولانا سید نظام الدین مدظلہٗ	1927ء	☆☆	279
107	حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ	1928ء	2006ء	281
108	حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ	1928ء	2008ء	283
109	حضرت مولانا مفتی مظفر حسین مظاہریؒ	1929ء	2003ء	286

110	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	1929ء	☆☆	288
111	حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ	1929ء	1997ء	291
112	حضرت مولانا وحید الزماں کیرانویؒ	1930ء	1995ء	295
113	حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی مدظلہ	1933ء	☆☆	299
114	حضرت مولانا ابراہیم دیولہ مدظلہ	1933ء	☆☆	301
115	حضرت مولانا شاہ قمر الزماں الٰہ آبادی مدظلہ	1933ء	☆☆	304
116	حضرت مولانا عبد الحنان سیتامڑھیؒ	1934ء	2009ء	308
117	حضرت مولانا خورشید عالم دیوبندیؒ	1935ء	2012ء	312
118	حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ	1936ء	2002ء	316
119	حضرت مولانا شیخ یونس جونپوری مدظلہ	1937ء	☆☆	320
120	حضرت مولانا محمد حنیف صاحب ملیؒ	1940ء	2000ء	322
121	حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب قاسمیؒ	1940ء	2010ء	324
122	حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری مدظلہ	1940ء	☆☆	327
123	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ	1943ء	☆☆	331
124	حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری مدظلہ	1946ء	☆☆	334
125	حضرت مولانا غلام محمد وستانوی مدظلہ	1950ء	☆☆	336
126	حضرت مولانا محمد طاہر خان مالیگانویؒ	1952ء	2002ء	341
127	حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ	1956ء	☆☆	344
128	حضرت مولانا محمد کلیم صاحب صدیقی مدظلہ	1957ء	☆☆	349

تمہید

خادم القرآن والمساجد
حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی مدظلہٗ العالی
رئیس جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا

خاکسار راقم الحروف ہر اُس کتاب کو اِستحسان کی نظر سے دیکھتا ہے جس میں سرورِ کائنات، فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا بیان ہو، یا اہلِ علم، اہل اللہ، بزرگانِ دین، مشائخِ طریقت اور علمائے امت کے کارناموں کا تذکرہ ہو یا ان کے ملفوظات ومجالس اور واقعات وحالات کا ذکر ہو، لیکن جامعہ کے انتظامی امور میں مصروفیت کے سبب میں اتنا عدیم الفرصت رہتا ہوں کہ ضخیم کتابوں کے مطالعہ کے لیے وقت نکالنا میرے لیے بہت مشکل ہوتا ہے، ہاں! وقتاً فوقتاً اہل اللہ بالخصوص اپنے سرپرست ومشیر اور مرشد ومصلح حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی دامت برکاتہم وفیوضہم کی خدمت میں حاضری اور باریابی کے لیے ضرور وقت نکال لیتا ہوں اور اس کو اپنے حق میں عین سعادت سمجھتا ہوں۔

میری خواہش تھی کہ جامعہ کی طرف سے ایک ایسی کتاب شائع ہونی چاہیے جس میں مشاہیر اہلِ علم اور اہل اللہ کا تذکرہ اور ان کے کارناموں کا مختصر ذکر آ جائے۔

اس سلسلے میں یہ عجیب بات ہے کہ ایک دن میں نے اپنی مجلس میں اِس داعیہ اور جذبہ کا ذکر باتوں باتوں میں کیا، تو جامعہ کے ایک استاذ نے کہا کہ میں اپنے طور پر از خود یہ کام کر رہا ہوں، یہ سن کر میری مسرت کی انتہا نہ رہی کہ غیب سے میری خواہش کی تکمیل کے فیصلے ہو رہے ہیں۔ چناں چہ میں نے ان کی ہمت افزائی اور قدر دانی کی، موصوف کا نام مولانا نظام الدین قاسمی ہے، جو جامعہ کے مخلص استاذ ہیں اور بہترین علمی صلاحیت رکھتے ہیں، ساتھ ہی یہ اُن کی سعادت مندی ہے کہ اہلِ علم اور اکابر و مشائخ سے خاصا ربط اور تعلق بھی رکھتے ہیں۔ انہوں نے دو ڈھائی سال کی مدت میں یہ کتاب مرتب کی۔

اب جب کہ یہ کتاب پریس میں طباعت کے لیے جا رہی ہے تو میرے دل میں خوشی کی لہریں موجزن ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ اس تالیف کو عوام و خواص کے لیے نافع بنائے اور ہم سب کے لیے ذخیرۂ اجر و ثواب اور باعثِ نجات بھی۔ آمین!

غلام محمد وستانوی
رئیس الجامعہ اکل کوا
یکم جنوری ۱۹۹۴ء

کلماتِ طیّبہ

جنیدِ وقت، عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی مدظلہ العالی

الحمد للہ کفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

اکابر اولیاء اللہ کا فیض اُن کے وصال کے بعد بھی جاری رہتا ہے، ان کے حالات وواقعات، ان کے ریاضات ومجاہدات انسانی زندگی کے ہر ہر شعبے میں مشعلِ ہدایت ہوتے ہیں اور اتباع سنت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائے جناب مولانا نظام الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی مدرس جامعہ اشاعت العلوم اکل کواکو، کہ انہوں نے بہت سے اکابر کے حالات اپنی اس کتاب کے اندر جمع فرمادیے ہیں، حالات اگرچہ مختصر ہیں لیکن ہم سب کی رہنمائی کے لیے کافی ہیں۔

اللہ پاک ان کی سعی کو قبول فرمائے اور لوگوں کو اس سے متمتع فرمائے۔

احقر (حضرت مولانا قاری سید) صدیق احمد باندوی

جامعہ عربیہ ہتورا، باندہ

۱۱/شعبان ۱۴۱۴ھ

مقدمہ

از مؤرخِ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوری دامت برکاتہم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

طبقات وتراجم اور سوانح نِگاری، علمائے اسلام کا پسندیدہ موضوع ہے اور ابتدا ہی سے انہوں نے اِس موضوع پر طرح طرح سے کتابیں لکھی ہیں، جس سے خلف کا علمی ودینی تعلق سلف سے قائم رہا ہے۔ ہر دَور کے اہلِ علم نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق تذکرہ نِگاری کی ہے، اور علماء، فقہاء، محدثین، مشائخ، شعراء، اُدباء اور دیگر اربابِ علم وفن کے حالات لکھے ہیں:

(۱) محلی اور مقامی تاریخوں میں کسی ایک شہر یا علاقہ کے اربابِ کمال کا ذکر کیا ہے جیسے: خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد، ابونعیم اصفہانی کی تاریخ اصفہان، سہمی کی تاریخ جرجان اور رافعی کی تاریخ قزوین وغیرہ۔

(۲) کسی نے ایک مسلک کے ائمہ کے ذکر میں کتابیں لکھیں جیسے: قرشی کی طبقاتُ الحنفیہ، سبکی کی طبقات الشافعیہ، ابویعلیٰ کی طبقات الحنابلہ۔

(۳) کسی ایک زمانہ کے علماء وفضلاء کے سوانح پر جیسے: ابنِ حجر کی الدُرر الکامنہ،

سخاوی کی الضوءُ اللّامع، بھروچی کی النّور السّافر، شوکانی کی البدر الطّالع۔

(۴) ہر زمانہ، ہر طبقہ اور ہر فن کے اعاظم رجال کے تذکرہ میں ابن عماد کی شذرات الذہب، وہبی کی العبر فی خبر من غبر، اور تاریخِ الاسلام وطبقات مشاہیر الاعلام وغیرہ مشہور کتابیں ہیں۔

ہندوستان میں سوانح نِگاری اور تذکرہ نویسی کا ذوق بہت بعد میں پیدا ہوا، تو مشائخ وصوفیاء کے حالات پر کتابیں لکھی گئیں اور اہلِ علم کی طرف بہت کم توجہ کی گئی، اس کی تلافی سب سے پہلے شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ نے ''اخبارالاخیار'' اور بھروچی نے ''النّور السّافر'' لکھ کر کی۔ اس کے بعد علّامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے اس موضوع پر دو کتابیں لکھیں، عربی میں ''سُبحۃ المرجان'' اور فارسی میں '' مآثر الکرام''۔ پھر مولوی رحمٰن علی نے تذکرہ علمائے ہند تصنیف کی، اور آخر میں مولانا عبدالحیؒ حسنی نے ''نزہۃ الخواطر'' اور راقم نے ''رجال السند والہند'' لکھی، ان کتابوں میں ہندوستان کے ہر دور اور ہر طبقہ کے علماء وفضلاء اور اربابِ کمال کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

اِدھر پچھلے چند سالوں سے تذکرہ نویسی اور سوانح نگاری کا ذوق سمٹ کر خاص خاص خانوادوں اور اُن کے افراد واشخاص میں محدود ہو رہا ہے اور ان کے سوانح وتراجم میں علمیت سے زیادہ مشیخت کا رنگ نظر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا نظام الدین قاسمی صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے ''تذکرۂ اکابر'' لکھ کر دوڈھائی سو سال کے سو اہلِ علم کا تذکرہ لکھ کر تذکرہ نگاری کو وسعت دی ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ متوفی ۱۱۷۶ھ سے لے کر آج تک کے ایک سو علمائے کبار اور مشائخ عظام کے نہایت مختصر اور جامع حالات، نیز علمی کمالات اور کارنامے

بیان کیے ہیں۔ان کے حالات میں اختصار کے باوجود جامع تعارف کی کوشش کی گئی ہے، ان محدود علمائے کبار اور مشائخ عظام کے انتخاب میں موصوف نے اپنے ذوق سے کام لیا ہے۔اور متعدّد باحیات حضرات کے حالات بھی لکھے ہیں۔

غالبًا یہ موصوف کی پہلی تصنیفی وتالیفی کوشش ہے، اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو تصنیف وتالیف اور تحقیق کا ستھرا ذوق ہے، اور اس بارے میں ان سے اچھی توقعات کی جاسکتی ہیں۔ ہر صاحبِ تذکرہ کا تذکرہ مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ جامع ہے اور اس سے فی الجملہ شخصیت شناسی ہوجاتی ہے اور ہر تذکرہ مستند حوالہ کے ساتھ ہے، اس سے عزیز موصوف کی کوشش اور تلاش وجستجو کا اندازہ ہوتا ہے اور ہندوستان کے مسلمانوں کی گزشتہ دو صدیوں کی علمی اور دینی سرگرمی کا بھی پتہ چلتا ہے، اس سلسلہ میں یہ کتاب دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

مولانا غلام محمد وستانوی صاحب بھی اہلِ علم کے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کتاب کو شائع کر کے ہندوستان کی علمی ودینی معتبر تاریخ پیش کی ہے۔

قاضی اطہر مبارک پوری

قاضی منزل، مبارک پور، اعظم گڑھ

۱۵رشعبان المعظم ۱۴۱۴ھ ۲۹/جنوری ۱۹۹۴ء

مقدمہ

از حضرت مولانا مفتی

ظفیر الدین صاحب مفتاحی

علماء ومشائخ ہند نے ہر دور میں ملک وملت اور علوم وفنون کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں ان میں بعض بلاشبہ ایسے ہیں جن کو دنیا یادر کھنے پر مجبور ہے اور انہی میں بعض ایسے بھی ہیں جو تھوڑے عرصہ کے بعد گمنام ہوگئے، اور خواص وعوام انہیں فراموش کر گئے، اور ڈھونڈنے سے بھی ان کے حالات زندگی دست یاب نہیں ہوتے۔

ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ ان تمام کا تذکرہ یکجا کرتا اور اسے مرتب کر کے کتابی شکل میں شائع کر دیتا، تاکہ آئندہ اس کتاب کو پڑھ کر گزر جانے والوں کو لوگ یادر کھتے، رب العالمین کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ ایک فاضل دیوبند کے دل میں یہ بات ڈال دی گئی اور انہوں نے پوری جدوجہد اور کاوش کے بعد ایسے سو بڑے مشاہیر علماء کے حالات جمع کر دیے اور جو کچھ لکھا اور جہاں سے لکھا، ان کے حوالہ جات بھی درج کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ وہ پورا مسودہ اس وقت خاکسار کے سامنے ہے۔ دیکھ کر اور جستہ جستہ پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا اور صمیم قلب سے مؤلف کے لیے دعائیں نکلیں اس کتاب کے نام میں ''تذکرۂ اکابر'' کے آگے ''علمائے ہند'' کا اضافہ کر دیا جائے۔ یعنی ''تذکرۂ اکابر علمائے ہند''۔

مولانا نظام الدین قاسمی سلمہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے کہ انہوں نے بہت عظیم خدمت انجام دی ہے اور امت کے ذخیرۂ کتب میں ایک نادر مجموعہ کا اضافہ کیا ہے، مولانا سلمہ ہم سب کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں، دعا ہے رب العزت ان کی یہ علمی اور دینی خدمت قبول فرمائے، اور آئندہ اِسے اُن کی علمی ترقی کا زینہ بنائے۔

اس مجموعہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے لے کر اس وقت تک کے علمائے ہند کا مختصر تذکرہ آگیا ہے، جس کی زبان صاف ستھری اور سلیس ہے اور ان کی زندگی کے تمام گوشے مجموعی طور پر آگئے ہیں۔ صاحب سجادہ نشیں بھی ہیں اور صاحب درس وتدریس بھی، مصنفین ومؤلفین بھی ہیں اور دینی مدارس کے اساتذہ کرام بھی، بڑے بھی ہیں اور چھوٹے بھی، عمدہ انتخاب ہے، حد یہ ہے کہ مجھ جیسے ناچیز کا تذکرہ بھی موجود ہے جو کسی لائق نہیں۔

مجھے پوری توقع ہے کہ یہ کتاب خواص وعوام دونوں حلقوں میں انشاء اللہ مقبول ہوگی، اور اس سے وقت کی ایک اہم ضرورت پوری ہوگی۔ اخیر میں پھر دعا ہے کہ مؤلف موصوف سے اللہ تعالیٰ مزید علمی خدمات لیتا رہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

طالب دعا: محمد ظفیر الدین غفرلہ

مفتی دار العلوم دیوبند

۱۷/شعبان ۱۴۱۴ھ

تقریظ

حضرت مولانا نظام الدین صاحب مدظلہٗ العالی

جنرل سکریٹری مسلم پرسنل لاء بورڈ و امیر شریعت

بہار، اڑیسہ، جھارکھنڈ

اکابر علمائے ہند کی ایک روشن تاریخ ہے کہ انہوں نے نامساعد حالات میں یہاں دینِ اسلام کا چراغ روشن رکھا، اپنی انتھک جدّ وجہد سے ملک کے گوشے گوشے میں مدارسِ اسلامیہ قائم کیے، علومِ اسلامیہ میں گراں مایہ کتابیں تصنیف کر کے علومِ دینیہ کے سرمایہ میں اضافہ کیا۔ اُن اکابر علماء کی زندگی میں موجودہ اور آئندہ آنے والی نسل کے لیے ایک واضح لائحہ عمل ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے بعد کے اکابر کی ایک معتد بہ تعداد کا تذکرہ مولانا نظام الدین قاسمی استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکلکوا ضلع نندربار مہاراشٹر نے مرتب کیا ہے، یہ تذکرہ، گرچہ مختصر ہے مگر جامع ہے اور عمدہ ترتیب اور محنت سے جمع کیا گیا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ اس مفید مجموعہ ''تذکرۂ اکابر'' کو قبولیت عطا کرے اور نافع بنائے۔ آمین!

(حضرت مولانا) نظام الدین (صاحب)

پھلواری شریف پٹنہ

۱۷ر شعبان ۱۴۱۴ھ

تقریظ

حضرت مولانا سلیمان صاحب شمسی اعظمی مدظلہٗ العالی

شیخ الحدیث جامعہ اشاعت العلوم، اکل کوا، نندور بار

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

امّا بعد! عزیز گرامی مولانا نظام الدین قاسمی سلمہٗ اللہ کی کتاب ''تذکرۂ اکابر'' پر ایک نظر ڈالنے کی سعادت حاصل ہوئی، ماشاء اللہ موصوف نے اپنی تالیف میں سَو علمائے کرام اور مشائخ کے حالات نہایت اختصار کے ساتھ جمع کر دیے ہیں۔ کتاب ہر چند کہ بہت مختصر ہے اور حالات کے ذکر میں اگر چہ کافی اختصار سے کام لیا گیا ہے، لیکن اہلِ علم اور عوام و خواص کے لیے بڑے کام کی چیز ہے اور اس کی ترتیب سے مصنف کی کاوش اور عرق ریزی صاف جھلک رہی ہے، خدا اِس تالیف کو نافع اور ایمان ویقین پیدا کرنے کا ذریعہ بنائے۔ جو علماء و مشائخ اللہ کے جوار میں پہنچ چکے ہیں، خدا سے دعا ہے کہ اُن کے درجات بلند فرمائے اور جو ماشاء اللہ بقیدِ حیات ہیں ان کے لیے دل سے یہی دعا نکلتی ہے کہ

خدایا ان کا سایہ دیر تک قائم رہے ہم پر!
کہ جن کی دید سے ہوتا ہے ایمان ویقیں پیدا

محمد سلیمان شمسی اعظمی

۲۳/جنوری ۱۹۹۴ء

”تذکرۂ اکابر“ کے متعلق دو دو باتیں

حضرت مولانا زبیر صاحب اعظمی
استاذ جامعہ اکل کوا

دنیا اپنے گزشتہ فاتحوں، شہنشاہوں، شعراء، ادباء اور مصنّفین کے کارناموں کو باقی اور زندہ رکھنے کے لیے سَو سَو جتن کرتی ہے، ان کی یاد منانے کے لیے ان کی وفات و پیدائش کی تاریخ یاد رکھتی ہے، ان کے کارناموں کو کتابوں کے اوراق میں محفوظ کر لیتی ہے، ان کے حالات پر مختلف انداز سے روشنی ڈالتی ہے، ایک ایک شخصیت پر درجنوں کتابیں وجود میں آجاتی ہیں اور الماریوں اور کتب خانوں کی زینت بنتی ہیں۔

جہاں تک ادیبوں، شاعروں یا مصنفین کا تعلق ہے، یہ بات ایک حد تک، بل کہ بڑی حد تک قرینِ عقل و دانش ہے کہ ان کے کارناموں اور واقعات کو محفوظ رکھا جائے اور ان کے حالات سے کچھ کام کی باتیں اخذ کی جائیں یا کوئی درس لیا جائے، لیکن فاتحوں اور آمروں کے حالات اور کارناموں کو محفوظ رکھنے سے کوئی کسی کو روک تو نہیں سکتا مگر سچ یہ ہے کہ ان سے دنیا کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی کوئی درس ملتا ہے، نہ عبرت حاصل ہوتی ہے، نہ پند و نصیحت کا کوئی باب کھلتا ہے اور نہ زندگی کا کوئی مقصد متعین اور نجات کا راستہ

دریافت ہوتا ہے۔

آج کی تیز رفتاری سے بدلتی اور بگڑتی ہوئی دنیا میں لوگوں کے سامنے ایسے انسانوں کے حالات پیش نظر کرنے چاہئیں جن سے مجبور انسانیت کو کوئی فائدہ اور سکون ملا ہو۔ جو انسانیت، محبت، بھائی چارگی، ہمدردی، جگر سوزی اور دوسروں کے لیے مر مٹنے کی لازوال مثال قائم کر گئے ہوں، جنہوں نے بنی نوعِ انسان سے پیار کیا ہو، بندوں کو سیدھی راہ دکھائی ہو، دنیا میں آرام اور آخرت میں نجات پانے کا طریقہ بتایا ہو، بندوں کا رشتہ خدا سے جوڑا ہو، عبادات کی پُر پیچ وادیوں سے نکال کر لوگوں کو عبادت کا سیدھا اور سچا طریقہ بتلایا ہو، ظلم وستم، جور وجفا، حق تلفی وناانصافی، بدکاری وسیہ کاری، خیانت وغبن اور مکر وفریب سے بچانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہو اور انہیں کاموں کو کرتے ہوئے زندگی کے دن پورے کر کے خدا سے جا ملے ہوں۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے جس انسانِ کامل کی سیرت وکردار اور قول وفعل کو دنیا کے سامنے پیش کرنا عین سعادت ہے وہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے۔ ہم خوشی اور فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی سیرت طیبہ پر بہت سا کام اہل علم اور صاحبان فضل وکمال کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں اور ان شاء اللہ کبھی تسلسل ٹوٹنے نہیں پائے گا۔ دنیا کی تمام بڑی بڑی زبانوں میں نبیِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل وشمائل اور آپ کے پیام وعمل کو شوق ورغبت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اور دنیا والوں کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ اِس آئینے میں کھرے کھوٹے کی پہچان کریں اور سنگ وگوہر کا امتیاز سیکھیں اور آخر میں تعصّب سے بالاتر ہو کر نبیِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں ہی اپنی ہمہ جہتی کامیابی کا راز تلاش کریں۔

ہمارے اَسلاف جونبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے داعی اور امین رہے ہیں اور جنھوں نے تحریر وتقریر کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام وعمل کو عام کیا ہے ان کی تعداد صرف ہندوستان میں ہزار ہاہزار ہیں۔ ان سب کے حالات اور کارناموں کو اگر تفصیل سے یکجا کیا جائے تو سیکڑوں ضخیم جلدیں تیار ہوسکتی ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے علماء میں بہت سوں نے اس کام کو کیا ہے اور علماء ومشائخ اور اکابر واسلاف کے بیش بہا سوانح حیات تفصیل سے آج ہمارے سامنے موجود ہیں۔

آج سائنس نے جہاں بہت سی سہولتیں پیدا کی ہیں، وہیں پریشانیوں میں بھی اضافہ کیا ہے اور حق تو یہ ہے کہ انسان آج جس قدر پریشان نظر آتا ہے، تاریخ کے کسی دور میں نہیں تھا۔ آج تمام سہولتوں کے باوجود آدمی جس قدر عدیم الفرصت ہے کبھی نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قدرتی طور پر اس کی طبیعت میں تن آسانی اور سہولت پسندی جگہ بناتی جارہی ہے۔ اور سب سے زیادہ کتابیں پڑھنے کے بارے میں عدیم الفرصت نظر آتا ہے حالاں کہ فالتو مشاغل کے لیے وہ ضرور وقت نکال لیتا ہے۔ اس لیے اب مختصر کتابیں تحریر کرنا ہی ضروری ہوتا جارہا ہے۔ خود مؤلفین ومصنفین کو بھی اس بات کا احساس ہے کہ موجودہ دور میں تصنیف وتالیف اور بالخصوص سوانح اور تذکرے مختصر ہونے چاہئیں۔

خدا بھلا کرے برادرِ عزیز مولانا نظام الدین قاسمؔی کا کہ وہ اس طرف متوجہ ہوئے، وہ ایک باصلاحیت عالمِ دین ہیں۔ اور تدریسی مشاغل اور اکابر واسلاف کے کارناموں اور تذکروں سے خاصا شغف رکھتے ہیں، انھوں نے اپنی اِس تالیف ''تذکرۂ اکابر'' میں سو علمائے کرام اور مشائخ ومرشدین کا مختصراً، مگر نہایت جامع تذکرہ کیا ہے، جو بجائے خود وسیع وعریض دریا میں سے موتی نکالنے کے مترادف ہے۔ ساتھ ہی اس قدر

دقّت طلب بھی ہے کہ ،جس کو وہی شخص پوری طرح سمجھ سکتا ہے جو اس طرح کے مراحل سے گزرنے کا تجربہ رکھتا ہو، یہ کتاب ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے جس میں دریا کو کوزہ میں بند کردیا گیا ہے۔ انہوں نے اِس بات کا التزام کیا ہے کہ کسی شخصیت کے نہایت ہی واضح خدوخال اور نمایاں کارناموں کا تذکرہ کتاب میں آجائے۔ ہر بات اور واقعہ کو اگر تفصیل سے تحریر کیا جائے تو سوانح تیار ہوجائے گی۔ جس کا پہلے ہی ذکر آچکا ہے کہ یہ مؤلف کا مقصد نہیں ہے، بل کہ اختصار اور جامعیت پیشِ نظر ہے سو وہ اس تالیف میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ پیش نظر کتاب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ مؤلف نے ولادت ووفات میں ہجری اور عیسوی سنین کی تطبیق کردی ہے جس سے ہر قاری کی الجھن چشمِ زدن میں دور ہوسکتی ہے۔ آپ کا اندازِ بیان سادہ وسلیس اور دل کش ورواں ہے۔

مؤلف موصوف نے یہ کتاب مرتب کر کے ہم سب پر احسان کیا ہے اور اکابرِ امت کے کارناموں کو زندہ رکھنے میں اوروں کے ساتھ شرکت کا فریضہ انجام دیا ہے جو بجائے خود ایک امرِ مستحسن ہے۔ خدا مؤلف کی کاوش کو قبولِ عام کی سند عطا کرے اور لوگوں کے دلوں میں علماء ومشائخ کے حالات اور کارناموں سے شغف پیدا کرنے کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

محمد زبیر اعظمی

فاضل دیوبند، ایم اے، بی ایڈ علیگ

(استاذ جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا مہاراشٹر)

(متوطن مقام وپوسٹ ایولہ، ضلع ناسک)

۵/جنوری ۱۹۹۴ء

تقریظ

حضرت مولانا حذیفہ صاحب وستانوی

(ناظم تعلیمات جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا)

اللہ رب العزت نے اسلام اور قرآن جیسی دولت سے ہمکنار کیا، یہ اس کی بہت بڑی نعمت ہے، اللہ ہمیں اس کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔

کسی بھی دین کی حفاظت کے لیے کتاب اللہ اور رجال اللہ کا ہونا ضروری ہے، کیوں کہ کتاب اللہ راہ دکھانے والی شئ ہے اور رجال اللہ اس پر عمل کر کے بتلانے والا گروہ ہے جب ان مذکورہ دو میں سے کوئی ایک کا فقدان ہوتا ہے تو وہ دین محفوظ نہیں رہتا ہے۔ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ فرماتے ہیں کہ "اللہ نے دین اسلام کے ساتھ سب سے بڑا فضل یہ کیا کہ ہر زمانے میں اس زمانے کے موافق رجال اللہ مہیا کیے" جنہوں نے دین اسلام کی علمی و عملی توضیح اور حفاظت کی۔ اسلام میں ایسے رجال اللہ بے حد وحساب گزرے ہیں جن کو احاطہ میں لانا دشوار ہے۔ حضرات صحابہ کے بعد تابعین میں عمر ابن عبد العزیز سعید ابن المسیب، علقمہ نخعی، ابراہیم نخعی، عطاء ابن ابی رباح، اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام بخاریؒ وغیرہ۔

اللہ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا نظام الدین صاحب قاسمی کو کہ آپ نے اسلامی ہزارہ دوم کے رجال اللہ کے احوال کو مختصراً جمع کر دیا ہے۔ جس سے ہم لوگوں کو بہت کچھ

رہنمائی حاصل ہوسکتی ہے کہ ان کے احوال کو پڑھ کر ہم بھی ان خطوط پر چلیں اور مایوسی سے دور رہیں کہ الحمدللہ قرون اخیرہ میں بھی اسلامی تعلیمات پر لوگوں نے عمل کرکے بتلایا ہے۔

مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے لے کر تاہنوز جو اولیاء و اکابرین گزرے ہیں اور جن میں بعض بقید حیات بھی ہیں اکثر نہیں تو اچھے خاصے چنندہ حضرات کا تذکرہ اس میں موجود ہے۔ اللہ امت کے لیے نافع اور مؤلف کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین یارب العالمین!

(مولانا) حذیفہ (صاحب) وستانوی
یکم شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ
۲۲/جون ۲۰۱۲

عرضِ مرتب

علماء ومشائخ اور حضراتِ اکابر کا ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں کردار رہا ہے، اِن حضرات نے ہر موقع پر اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کی خاطر پوری جدّ وجہد اور طرح طرح کی قربانیاں پیش کیں اور قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا ہے۔ان اکابرِ امت کی قربانیوں اور کارناموں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں، مگر ان علمائے کرام اور مشائخِ عظام کے حالات اتنے بسط وتفصیل سے ہیں کہ کماحقہٗ اس کا مطالعہ ہر کس وناکس کے لیے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس لیے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ کیوں نہ اکابرین کے حالات یکجا طور پر مختصر انداز میں جمع کر دیے جائیں تاکہ جن کے پاس وقت کی قلت ہے وہ انہیں قلیل وقتوں میں ان کے حالات اور کارناموں سے واقف ہو جائیں، نیز آج کل مدارسِ اسلامیہ کے فضلاء، جو فارغ التحصیل ہوتے ہیں، انہیں بھی ان حضرات کے سوانح اور کارناموں سے کچھ واقفیت نہیں ہوتی، اگر ان سے سوال کر دیا جائے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے کیا کیا کارنامے ہیں؟ یا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے کیا کارنامہ انجام دیا تو وہ جواب نہیں دے سکتے۔ اِنہی باتوں کے پیش نظر ناچیز نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے لے کر موجودہ جتنے اکابرین ہیں، ان کے حالات اور کارنامے مختصر انداز میں جمع کرنا شروع کیا۔ اپنی کم علمی اور بے مائیگی کو دیکھتے ہوئے ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اتنا بڑا کام کیسے شروع کیا جائے۔لیکن اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے

میرے محسن وکرم فرما حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی مدظلہٗ کو، جنہوں نے میری ہمت افزائی فرمائی اور کام کو مکمل کرنے کا ایماء فرمایا۔ چناں چہ میں نے ڈیڑھ دو سال میں سو علمائے کرام کے حالات یکجا کیے۔ اب خام مسودہ پر نظرِ ثانی کرانا ضروری تھا، اس لیے احقر نے حضرت مولانا محمد زبیر صاحب اعظمی (استاذ حدیث جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا نندوربار مہاراشٹر) کو، جو کہ اردو کے ایک اچھے ادیب وشاعر ہیں اور متعدد ادبی کتابوں کے مصنف بھی ہیں، پیش کیا۔ انہوں نے پورے مسودہ پر بڑی عرق ریزی سے نظر ثانی فرمایا اور جہاں حذف واضافہ کی ضرورت ہوئی وہاں حذف واضافے بھی کیے، جس کے لیے میں ان کا بے حد ممنون ومشکور ہوں، ساتھ ہی میں ان حضرات کا بھی احسان مند ہوں، جو مفید مشوروں سے نوازتے اور کتابیں فراہم کرتے رہے، یا محض اس کام کی تکمیل کے لیے دعا فرماتے رہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

میں نے کتاب کی ترتیب میں جن باتوں کو پیش نظر رکھا ہے، وہ اس طرح ہیں:

(۱) جن منتخب اکابر کا تذکرہ کتاب میں آیا ہے ان کو سنِ ولادت کے اعتبار سے ترتیب میں جگہ دی گئی ہے۔

(۲) ترتیب میں اختصار کو ضرور پیش نظر رکھا گیا ہے لیکن نمایاں اور زرّیں کارناموں سے کہیں صَرفِ نظر نہیں کیا گیا ہے۔

(۳) کتاب کی ترتیب میں اس بات کا خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ کوئی بھی بات بغیر تحقیق وجستجو اور بلاسند کے درج نہ ہو۔

آخر میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اب یہ مختصر سی کاوش آپ کے سامنے ہے، مجھے یقین ہے کہ اب بھی کتاب میں فروگزاشتیں، خامیاں اور لغزشیں ضرور ہوں گی کہ یہ

تقاضائے بشریت ہے۔ بنابریں باادب گزارش ہے کہ اگر اہلِ علم کو کوئی غلطی نظر آئے تو معاف کیا جائے، یا پھر راقم کو مطلع کردیا جائے تاکہ جب کبھی جدید ایڈیشن کا مرحلہ پیش آئے تو غلطی کا تدارک کردیا جائے۔

میں حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ وہ اس کتاب کے طفیل مجھے ماجور فرمائیں اور میرے والدین واساتذہ کے لیے اس تالیف کو سامانِ مغفرت و نجات بنائیں۔

واللہ ولی التوفیق

نظام الدین خاں قاسمی

استاذ جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا مہاراشٹر

۲۵؍جنوری ۱۹۹۴ء

''تذکرۂ اکابر'' کا دوسرا ایڈیشن

تذکرۂ اکابر کا پہلا ایڈیشن ۱۹۹۴ء میں جامعہ نے شائع کیا تھا، اُس وقت اِس کی بڑی پذیرائی ہوئی، ہندو بیرونِ ہند کے مختلف اخبارات ورسائل نے عمدہ تبصرے شائع کیے، بہت سے مدارس نے اِس کو اپنے نصاب میں شامل کیا، کتابیں ہاتھوں ہاتھ لی گئیں، چند ہی دنوں میں سارے نسخے ختم ہوگئے، فوری طور پر دوبارہ شائع ہونے کے اسباب پیدا نہ ہوسکے، اِدھر چند دنوں پہلے جامعہ کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا حذیفہ صاحب سے فون پر کتابوں کی مانگ ہوئی تو انہوں نے ناچیز سے تذکرہ کیا، اور فرمایا کہ دوسرے ایڈیشن کی تیاری کریں، چناں چہ مزید ۲۸/اکابرین کے اضافہ کے ساتھ دوبارہ اِس کتاب کو شائع کیا جارہا ہے۔

ایسے موقع پر ناچیز مشکور ہے جامعہ کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا حذیفہ صاحب وستانوی کا، جن کی سعی وکوشش سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہونے جارہا ہے۔

''موصوف ایک متحرک وفعال ناظم تعلیمات کے ساتھ، علم دوست انسان ہیں، عربی واردو کتابوں کے رَسیا ہیں، تقریر وتحریر میں یکساں مہارت رکھتے ہیں، حضرت وستانوی مدظلہ کے صحیح جانشین ہیں''۔

اللہ تعالیٰ ان کو حوصلہ، ہمت اور طاقت نصیب فرمائے، ساتھ ہی ممنون ہوں مولانا رفیق احمد اشاعتی کٹیھاری، اور مولانا شفیع احمد قاسمی مدھوبنی کا، جنہوں نے کمپوزنگ

اور پروف ریڈنگ کا فریضہ انجام دیا، اور دل سے بہت ہی دعائیں نکل رہی ہیں عزیزم افروز عالم دربھنگوی متعلم عربی اول (زا) کے لیے، جس نے بڑی محنت سے مسودہ کی تیاری میں مدد کی، اللہ تعالیٰ اِن سبھی کو دنیا وآخرت میں بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔ آمین!

نظام الدین قاسمی سیتامڑھی
استاذ جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا
۲۷/ستمبر ۲۰۱۲ء

(۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ

آپ اپنے دور کے محدِّث اعظم، جلیل القدر مفسر و محقق، علوم دینیہ کے دیدہ ور عالم، عظیم مفکر و مصلح اور بارہویں صدی ہجری کے مجدّد تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۴؍شوال المکرّم ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۰؍فروری ۱۷۰۳ء بروز چہارشنبہ بوقت طلوعِ آفتاب آپ کے نانہال قصبہ پھُلت ضلع مظفرنگر (یوپی) میں ہوئی۔ (حیاتِ شاہ ولی اللہؒ میں جائے پیدائش دہلی تحریر ہے) آپ کا نام احمد، ابوالفیاض کنّیت، ولی اللہ عرف، بشارتی نام قطب الدین، اور تاریخی نام عظیم الدین مشہور ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب والدِ ماجد کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک اور والدۂ ماجدہ کی طرف سے حضرت موسیٰ کاظمؒ تک پہنچتا ہے۔ اس لحاظ سے آپ خالص عربی النسل اور نسبًا فاروقی ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ عبدالرحیم ابوالفیض تھا جو اپنے وقت کے ایک جید عالم اور مشہور بزرگ تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ کی عمر جب پانچ برس کی ہوئی تو آپ کے والد ماجد نے آپ کو مکتب میں قرآن مجید پڑھنے کے لیے بٹھایا۔ سات سال کی عمر میں قرآن شریف مکمل کرلیا، اسی سال آپ کے والد بزرگوار نے روزہ نماز شروع کرایا اور فارسی کی درسی کتابیں پڑھانی شروع کیں، آپ کی رسمِ سنت بھی اسی سال عمل میں آئی، ایک سال میں فارسی کی تعلیم مکمل کرلی اور صَرف ونحو کی طرف متوجہ ہوئے۔ دس برس کی عمر میں علم النحو

کی معرکتہ الآراء کتاب ''شرح جامی'' تک پہنچ گئے، اس کے بعد معقول کی کتابیں شروع کیں اور تھوڑے ہی عرصے میں ان سے بھی فراغت پالی، پندرہ سال کی عمر میں تمام متداولہ درسی علوم کی تکمیل کرلی، اور نہ صرف مروجہ نصابِ تعلیم مکمل کیا، بل کہ طب، حکمت، ہندسہ اور حساب وغیرہ کی بھی بعض کتابیں پڑھیں۔ آپ کی تعلیم اکثر اپنے والد ماجد کے پاس ہوئی، البتہ ۱۱۴۳ھ میں جب حرمین شریفین کا سفر ہوا تو وہاں بھی بڑے بڑے علماء ومشائخ سے استفادہ کیا۔ خصوصًا شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کُردی مدنی، جو اپنے وقت کے نامور محدّث تھے ان سے استفادہ کیا، انہوں نے آپ کو سندِ حدیث اور تمام طُرقِ صوفیہ کا جامع خِرقہ بھی اسی بابرکت سفر میں عنایت کیا۔

راہِ سلوک: فراغت کے بعد آپ نے اپنے والد ماجد کی خدمت میں رہ کر سلوک کی منزلیں طے کیں اور اجازت وخلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

درس وتدریس: حجاز سے واپسی کے بعد آپ نے سلسلۂ درس شروع فرمایا، مدرسہ رحیمیہ کو جسے آپ کے والد ماجد نے قائم کیا تھا اپنی جدوجہد کا مرکز بنایا اور وہیں تقریبًا بارہ برس تک کتبِ دینیہ اور معقولات کا درس دیا۔ آپ کے علم وفضل اور کمالاتِ ظاہری وباطنی کا شہرہ دُور دور تک پہنچ چکا تھا۔ ہر طرف سے تشنگانِ علوم ومعارف جوق در جوق آئے اور زانوئے تلمذ تہہ کیا، آپ کے تلامذہ میں آپ کے چاروں صاحب زادوں کے علاوہ شیخ محمد عاشق پھلتی، شاہ نور اللہ بڈھانوی، خواجہ محمد امین کشمیری، شاہ ابوسعید بریلوی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، شاہ محمد نعمان بن سید محمد نور نصیر آبادی جیسی غیر معمولی شخصیات شامل ہیں۔

آپ کا اصلاحی، تجدیدی، سیاسی اور علمی کارنامہ: آپ کے اصلاحی وتجدیدی کارناموں میں اصلاحِ عقائد، ردّ شرک

وبدعت، اشاعتِ کتاب وسنت، ترویجِ فن حدیث، اثباتِ خلافت خلفائے راشدین اور رفض وشیعیت کی تردید شامل ہیں۔ آپ کے کارناموں کا ذکر مولانا معراج محمد بارق (مرتب حیات شاہ ولی اللہ) نے اِن الفاظ میں کیا ہے۔

آپ کے زمانہ میں ہندوستان کی عام حالت ہر لحاظ سے ابتر تھی، عوام کی اخلاقی حالت نہایت درجہ گری ہوئی تھی، بدعقیدگی وبدعملی کے تمام جراثیم اُن میں پیدا ہو چکے تھے، دینی لحاظ سے بھی ان کی حالت ناگفتہ بہ تھی، کتاب وسنت سے انہیں کوئی واسطہ نہ تھا، اہل ہنود کے تمام مراسم قبیحہ اور ایام جاہلیت کے تمام افعالِ شنیعہ انہوں نے اپنا لیے تھے۔

مسلمانوں کی علمی وتعلیمی حالت بھی حد درجہ انحطاط پذیر تھی، درس گاہوں میں صدرا، قاضی مبارک، شمس بازِغہ کے حواشی بکثرت رائج تھے اور اصل علوم کتاب وسنت کی طرف کوئی توجہ نہ تھی، دینیات میں فقہ کے سوا کچھ نہ تھا، حدیث میں صرف بطورِ تبرک مشکوۃ شریف اور مشارق الانوار پڑھا دینا کافی سمجھتے تھے، قرآن مجید خارج از نصاب تھا۔

مراجعتِ حرمین کے بعد آپ نے مسلمانوں کی یہ صورتِ حال دیکھ کر اپنی جدوجہد سے تقریر وتحریر ہر دو طریق پر جو خدمات انجام دیں وہ رہتی دنیا تک فراموش نہیں کی جاسکتیں، آپ نے اس زمانہ کے طریقۂ تعلیم کو بدل کر نئے اسلوب پر درس دیا، تعلیماتِ اسلام میں جو خرافات اور بے سروپا باتیں شامل کر دی گئی تھیں ان کو الگ کیا۔ اور دین کو ایک مُنظم ومرتب نظامِ زندگی کی حیثیت سے پیش کیا، معاندین کے اعتراضات کا کما حقہٗ رد کیا اور مشتبہ مقامات کی صراحت فرمائی، عقل ونقل دونوں اعتبار سے دین اسلام کو مطابق فطرت ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، عجمی تصوف اور اس کی بے سروپا خرافات کی بزورِ قلم دھجّیاں بکھیر دیں، متعصّب فرقہ پرستوں اور مختلف مکتبِ خیال کے

لوگوں کو ایک نقطۂ اعتدال پر لا کر اُن میں ہم آہنگی اور اتفاق پیدا کرنے کی کوشش فرمائی۔ کتاب وسنت کے احکام عوام تک پہنچانے کا انتظام بذریعہ ترجمہ قرآن مجید فرمایا۔ آپ ہی پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے ساڑھے گیارہ سو برس کے بعد سرزمین ہند میں قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا اور اُسی کے بعد ترجمۂ قرآن کی بنیاد پڑی، آپ نے سلطنتِ مغلیہ کے دورِ زوال میں زبردست سیاسی کارنامہ انجام دیا۔ شاہانِ مغلیہ کے نام خطوط لکھ کر ان کو شریعتِ حقہ پر عمل کرنے کی تاکید کی، اور سلطنت کے استحکام کے لیے مفید مشورے دیے۔ (آپ کے سیاسی کارناموں کے لیے دیکھئے علمائے ہند کا شاندار ماضی حصہ ۲)

آپ نے اصلاحی، تجدیدی اور سیاسی کارناموں کے ساتھ ساتھ علمی کارنامہ بھی انجام دیا، چناں چہ دو سو سے زائد کتابیں آپ نے تصنیف کیں، جو آپ کا زبردست علمی کارنامہ ہے، آپ کے علمی کارناموں میں فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن (فارسی) حجۃ اللہ البالغہ، الفوز الکبیر، تفہیماتِ الٰہیہ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، شرح تراجم ابواب البخاری، الخیر الکبیر، مصفّٰی شرح مؤطا (فارسی) وغیرہ جیسی اہم کتابیں شامل ہیں۔ آپ ہی کی مخلصانہ جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ آج کل ہم اس ملک میں علوم قرآن وحدیث کا چرچا دیکھ رہے ہیں۔

وفات: ۲۹ر محرم الحرام ۱۱۷۶ھ مطابق ۲۱ر اگست ۱۷۶۲ء کو بوقتِ ظہر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اپنے والد حضرت شاہ عبد الرحیم دہلویؒ کے مزار سے متصل مہندیان کے قبرستان دہلی میں مدفون ہیں۔ (حیاتِ شاہ ولی اللہ ص ۵، ظفر المحصلین ص ۵۸، تاریخ دعوت وعزیمت ۵/۴۲)

(۲)

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ

آپ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم، نامور محدّث و مفسر اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بڑے صاحب زادے تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۲۵/ رمضان المبارک ۱۱۵۹ھ مطابق ۱۲/ اکتوبر ۱۷۴۵ء بروز پنجشنبہ دہلی میں ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام غلام حلیم تھا۔

تعلیم وتربیت: آپ کی تعلیم اکثر اپنے والدِ ماجد کے پاس ہوئی۔ آپ نے چودہ برس کی عمر میں میں صَرف ونحو، فقہ، اصول، منطق، کلام، عقائد، ہندسہ، ہیئت، ریاضی اور علمِ حدیث میں مہارت حاصل کر لی تھی، سولہ سال کی عمر میں جب والد ماجد کا انتقال ہوگیا تو آپ نے شیخ نور اللہ بڈھانوی، شیخ محمد امین کشمیری سے استفادہ کیا اور اجازتِ علمی شاہ محمد عاشق بن عبید اللہ پھلتی سے حاصل کی جو آپ کے والدِ ماجد کے محرمِ راز تھے۔

راہِ سلوک: آپ نے اپنے والدِ ماجد کے پاس رہ کر ہی سلوک کی منزلیں طے کیں اور بیعت وارشاد کی اجازت سے مشرف فرمائے گئے۔

درس وتدریس: والدِ بزرگوار کے انتقال کے بعد آپ نے ان کے منصبِ تدریس وارشاد کو سنبھالا۔ آپ ہمیشہ درسِ حدیث وتفسیر میں مصروف رہا کرتے تھے، آپ سے بڑے بڑے علماء نے استفادہ کیا۔ آپ عربی اور فارسی کے زبردست نثر نگار

اور شاعر تھے، حدیث وتفسیر کے ساتھ ساتھ مروجہ علوم کا بھی درس دیتے تھے، آپ کو ہر فن میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔

آپ کا تجدیدی کارنامہ: تاریخِ دعوت وعزیمت حصہ ۵/ص ۳۵۴/ میں حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ آپ کے تجدیدی کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کا سب سے بڑا کارنامہ جہاد فی سبیل اللہ کا احیاء اور ہندوستان میں اسلامی اقتدار، اور مسلمانوں کی آزادی کے لیے سب سے بڑے خطرے اور چیلنج کا مقابلہ، اس کے علاوہ قرآنِ مجید کی ترجمانی، مسلمانوں میں اس کی تعلیمات ومضامین کی اشاعتِ عام، اس کے ذریعہ سے عقائد کی اصلاح اور دین خالص سے عوام کا براہِ راست ربط وتعلق کی سعیٔ جمیل، حدیث کی نشر واشاعت، اس کے درس واجازت کے سلسلہ کا احیاء، اس کے حلقہ ہائے درس کا اجرا، اساتذۂ حدیث اور شارحین کتب حدیث کی تربیت، فتنۂ رفض وتشیع کا مقابلہ، صحابۂ کرام اور قرآن عظیم کو مجروح ومشکوک بنانے والی کوششوں اور سازشوں کا سدّ باب، ان مردان کار کی تربیت جو حالات اور وقت کے تقاضوں اور دین کے حقیقی مطالبوں کے مطابق دعوت واصلاح کا کام انجام دیں۔ یہ ہیں آپ کے تجدیدی کارنامے، رہا علمی کارنامہ تو آپ نے اس سلسلے میں بہت ساری کتابیں تصنیف کیں، جن میں تفسیر قرآن مسمیٰ بہ فتح العزیز، بستان المحدثین، تعبیر رؤیا، العُجالۃ النافعہ وغیرہ بہت ہی مشہور و معروف ہیں"۔

وفات: اسّی سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی، تاریخ وفات ۷/ شوال ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۴ء ہے، دہلی کے مشہور قبرستان "مہندیان" میں اپنے والد

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے قریب مدفون ہیں۔

آپ کی مقبولیت : آثار الصنادید ص ۲۶۵ رمیں سر سید احمد مرحوم نے آپ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ بقول رحیم بخش آپ کی نمازِ جنازہ پچپن دفعہ پڑھائی گئی۔

(تاریخ دعوت وعزیمت ۵/ ۳۴۶، آثار الصنادید ص ۲۶۵، کمالاتِ عزیز ص ۷ تا ۳۸، تاریخ دار العلوم دیوبند/ ۹۴۱)

شاہ عبد العزیز اور ان کی علمی خدمات

(۳)

حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ

آپ مشہور و معروف محدّث وفقیہ، مفسر و محقق، علوم عقلیہ ونقلیہ میں علامۂ وقت، اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے صاحب زادے تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۷۴۹ء کو دہلی میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: آپ نے اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے علم حدیث حاصل کیا، ابھی تعلیم کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ والد ماجد کا انتقال ہوگیا، باقی تعلیم اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی سے حاصل کی، بیس برس کی عمر میں مروجہ تعلیم مکمل کی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا، اپنے برادرِ مذکور کی زندگی ہی میں آپ نے تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا، اور جب حضرت شاہ عبد العزیز دہلویؒ آخر عمر میں بصارت کے فقدان اور کثرتِ امراض کے باعث درس وتدریس سے معذور ہوگئے تو اپنی جگہ آپ کو مامور فرمایا۔ آپ کو ہر فن میں ید طولیٰ حاصل تھا، آپ کی یہ خصوصیت مشہور تھی کہ جس فن کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے، ایسا معلوم ہوتا کہ گویا یہی آپ کا خاص فن ہے اور گویا ع

عمر گزری ہے اِسی دشت کی سیّاحی میں

راہِ سلوک: آپ نے طریقت میں شاہ محمد عاشق بن عبید اللہ پھلتی سے استفادہ کیا۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ کی تصانیف میں اردو ترجمۂ قرآن مجید، مقدمۃ العلم، قیامت نامہ، تکمیل الاذہان، اور اسرار المحبۃ بہت مشہور ہیں۔

وفات: آپ نے اپنے برادرِ بزرگ حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلویؒ کی حیات ہی میں ۶ رشوال ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۷ء کو دہلی میں وفات پائی اور شہر کے باہر اپنے والد ماجد اور جدّ امجد کے پاس دفن ہوئے۔

(آثار الصنادید ص ۸۱، تاریخ دعوت وعزیمت ۳۸۲/۵، قرآن حکیم کے اردو تراجم ص ۳۸)

(۴)

حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ

آپ ہندوستان کی مایۂ ناز شخصیت، مشہور و معروف، جلیل القدر محدث و مفسر، اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے صاحب زادے تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۱۶۷ھ مطابق ۱۷۵۳ء یا ۱۷۵۴ء دہلی میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم والدِ ماجد (حضرت شاہ ولی اللہؒ) سے حاصل کی، جب آپ کے والد ماجد کی وفات آپ کے بچپن میں ہوگئی تو آپ نے برادرِ بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز سے علم حاصل کیا۔

راہِ سلوک: حضرت شاہ عبدالعدل دہلویؒ سے طریقت کی تعلیم پائی اور سلوک کی منزلیں طے کیں۔

درس وتدریس: علوم باطنی وظاہری حاصل کرنے کے بعد دہلی کی اکبر آبادی مسجد میں درس وافادہ میں مشغول ہوگئے اور عوام وخواص کو اپنے علم سے خوب خوب مستفید فرمایا۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ کا سب سے عظیم کارنامہ یہ ہے کہ سب سے پہلی بار اردو میں قرآن شریف کا بامحاورہ ترجمہ کیا اور اس کا نام ''موضح القرآن'' رکھا۔ آپ نے یہ ترجمہ لکھنے سے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ آپ پر قرآن نازل ہوا، آپ نے اپنے بھائی شاہ عبدالعزیزؒ سے اپنا خواب بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ سچا خواب

ہے، مگر چوں کہ اب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے وحی آنے کا سلسلہ موقوف ہوگیا ہے اس لیے اِس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے قرآن کی بے مثال خدمت لے گا، چناں چہ یہ بشارت ''موضح القرآن'' کی صورت میں پوری ہوئی۔

وفات : آپ کی وفات چہارشنبہ ۱۹؍رجب المرجب ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۱۴ء میں ہوئی، اور اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہؒ کے پاس دفن ہوئے۔

(تذکرۂ محدثین ص ۲۰۵، تاریخ دعوت وعزیمت ص ۵، آثارالصنادید ص ۸۱)

(۵)

حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید دہلویؒ

آپ نامور محدث ومجاہد، حضرت شاہ عبد الغنی دہلویؒ کے فرزند، حضرت شاہ عبد العزیز دہلویؒ، حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ اور شاہ عبد القادر دہلویؒ کے بھتیجے اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے پوتے اور حضرت شاہ عبد الرحیم دہلویؒ کے پر پوتے تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت صحیح اور مستند روایت کے مطابق ۱۲/ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ مطابق ۲۶/اپریل ۱۷۷۹ء کو دہلی میں ہوئی۔ آپ کی والدہ کا نام بی بی فاطمہ تھا۔

تعلیم وتربیت : آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، آٹھ سال کی عمر میں تکمیلِ حفظِ قرآن مجید فرمایا۔ جب آپ کی عمر دس برس کی ہوئی، تو والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ والد کے انتقال کے بعد درسی کتابیں حضرت شاہ عبد القادر دہلویؒ سے پڑھیں، اور سندِ حدیث حضرت شاہ عبد العزیز دہلویؒ سے لی۔ پندرہ سال کی عمر میں تحصیلِ علم سے فارغ ہوئے۔

راہِ سلوک: تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ نے حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ کی خدمت میں رہ کر طریقِ سلوک طے کیا۔ آپ حضرت رائے بریلویؒ سے سات سال بڑے تھے۔

آپ کا علمی واصلاحی کارنامہ : آپ جہاں بہت بڑے عالم ومجاہد اور واعظ ومبلغ تھے وہیں بہترین مصنف بھی تھے۔ آپ کے علمی کارناموں میں

تقویۃ الایمان، منصبِ امامت اور صراطِ مستقیم وغیرہ آپ کے علم وفضل کا شاہ کار ہیں۔ آپ نے اس وقت کے رسم ورواج، بدعات وخرافات کی بذریعہ تقریر وتحریر دھجّیاں بکھیر دیں جو آپ کا زبردست اصلاحی کارنامہ ہے۔

آپ میدانِ جہاد میں: آپ ۱۲۴۱ھ میں اپنے پیرومرشد (حضرت سید احمد شہیدؒ) کے ارشاد پر انگریزوں اور سکھوں کے خلاف جہاد کے لیے نکلے۔ چند سال مسلسل معرکہ ہائے جہاد وقتال میں شرکت ورہنمائی کے بعد ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۱ء میں بمقام بالاکوٹ کفار سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے، اس وقت آپ کی عمر ۵۳ رسال کی تھی۔

(فقہائے پاک وہند ۳ر۱۸۷، تذکرۂ محدثین ص ۲۰۷، تاریخ دعوت وعزیمت ۵/ ۳۷۷، آثار الصنادید ص ۸۱)

(۶)

حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ

آپ دیارِ ہند کے نامور محدث وفقیہ اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے نواسے اور خلیفہ تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۸/ ذی الحجہ ۱۱۹۶ھ مطابق ۱۷۸۱ء اور ایک روایت کے مطابق ۸/ ذی الحجہ ۱۱۹۷ھ مطابق ۱۷۸۲ء کو دہلی میں ہوئی۔ آپ نسبًا فاروقی ہیں۔

تعلیم وتربیت: آپ نے کتبِ صَرف اور کافیہ تک علم نحو کی کتابیں حضرت مولانا عبد الحئی بڈھانویؒ سے پڑھیں، باقی درسی کتابوں کی تکمیل حضرت شاہ عبد القادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ کے حلقۂ درس میں کی۔ علم حدیث کے لیے ان دونوں بزرگوں کے علاوہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد حدیث کی سند اُن سے لی۔

راہِ سلوک: آپ نے سلوک کے منازل حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کی خدمت میں رہ کر طے کیے اور انہیں سے اجازت وخلافت حاصل کی۔

درس وتدریس: حضرت شاہ عبد العزیز دہلویؒ نے اپنی زندگی ہی میں آپ کو تدریسِ علم حدیث پر مامور فرما دیا تھا، چناں چہ پورے بیس سال آپ نے شاہ صاحبؒ کے سامنے اور ان کی نگرانی میں یہ اہم خدمت انجام دی۔ آپ نے ۱۲۴۰ھ میں ارضِ حجاز کا عزم کیا اور حج وزیارت کی سعادت حاصل کی۔ بعد ازاں اپنے وطن

ہندوستان کو مراجعت فرمائی اور پہلے کی طرح دہلی میں حضرت شاہ عبد العزیز دہلویؒ کی مسندِ درسِ حدیث پر رونق افروز ہوئے، حج سے واپسی کے بعد پورے سولہ سال تک یہ عظیم الشان خدمت انجام دیتے رہے، پھر ۱۲۵۸ھ میں اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد یعقوب و دیگر افراد خانہ کے ساتھ ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ کے لیے رختِ سفر باندھا اور فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد مستقل طور پر وہیں سکونت اختیار کر لی۔ آپ کے تلامذہ میں حضرت مولانا محمد یعقوبؒ، حضرت مولانا نذیر حسین دہلویؒ، حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ، قاری عبد الرحمٰن پانی پتیؒ، حضرت مولانا عبد الغنی مجددی دہلویؒ جیسے نامور علماء شامل ہیں۔

آپ کا علمی کارنامہ : آپ کے علمی کارناموں میں مائۃ مسائل، مسائلِ اربعین اور تذکرۃ الصوم مشہور و معروف ہیں۔

وفات : ماہِ رجب المرجب ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۵ء مکۃ المکرّمہ میں آپ کا انتقال ہوا، جنت المعلیٰ میں مدفون ہیں۔

(فقہائے پاک وہند ۳/ ۱۷۹، تذکرۂ محدثین ص ۲۰۹، تاریخ دار العلوم دیوبند ۱/ ۹۵)

(۷)

حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ

آپ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے ممتاز خلیفہ، مجاہد اسلام، ہندو بیرونِ ہند اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے طوفانی دورہ کرنے والے مردِ مجاہد اور تیرہویں صدی ہجری کے مجدد تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۶ رصفر المظفر ۱۲۰۱ھ مطابق ۲۸ رنومبر ۱۷۸۶ء کو سید شاہ علم اللہ علیہ الرحمہ کے اس دائرے میں جواَب تکیے کے نام سے مشہور ہے، رائے بریلی میں ہوئی۔ آپ کا نام احمد اور والد ماجد کا نام سید محمد عرفان ہے۔ آپ کے والد محترم نہایت متوکل اور پرہیزگار تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب شاہ علم اللہؒ سے ہوتا ہوا سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ حضرت شاہ علم اللہؒ اپنے وقت کے مقبول اولیاء اللہ میں سے تھے، حضرت سید آدم بنوریؒ کے ممتاز خلفاء میں ان کا شمار ہوتا ہے اور حضرت سید آدم بنوریؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے جلیل القدر خلفاء میں ہوتے ہیں۔

تعلیم وتربیت: چار سال چار مہینے، چار دن کے ہوئے تو آپ کو مکتب میں بٹھایا گیا، لیکن آپ کی طبیعت اس طرف راغب نہیں ہوئی، باوجود استاذ محترم کی شفقت وتوجہ اور بزرگوں کی تاکید وفہمائش کے، تین سال میں صرف قرآن مجید کی چند ہی سورتیں یاد ہوسکیں۔

۱۲۱۸ھ میں دہلی تشریف لے گئے اور وہاں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

اور حضرت شاہ عبد القادر دہلویؒ سے بعض کتابیں پڑھیں، آپ نے درسیات کی تکمیل نہیں کی، البتہ علماء، صلحاء، فقہاء اور محدثین کی صحبت اختیار کی جس سے آپ کو دینی علوم سے ضروری واقفیت ہوگئی، اسی سفر میں حضرت شاہ عبد العزیزؒ کی طرف سے آپ کو اجازتِ بیعت وخلافت سے بھی سرفراز فرمایا گیا۔

ملازمت: تعلیم کے بعد سات برس تک نواب امیر خاں کی ملازمت میں رہے، جو بعد کو بانیٔ ریاست ٹونک ہوئے۔ ۱۸۱۷ء میں ملازمت ترک کر کے آپ نے رشد و ہدایت کا کام شروع کر دیا، چوں کہ غیر ملکی حکومت کی موجودگی میں یہ کام بوجہ احسن نہیں ہوسکتا تھا اس لیے آپ نے سرحد کا رُخ کیا، اور کابل وقندھار کے خوانین کی مدد سے حکومتِ پنجاب کے خلاف لڑائی شروع کر دی۔ بعض مقامات پر آپ کو کامیابی بھی ہوئی لیکن پٹھانوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا جس کی وجہ سے بظاہر ناکامی ہوئی۔

آپ کا اصلاحی وتجدیدی کارنامہ: آپ کے سامنے وہی مقاصد تھے، (مقاصد کے لیے دیکھیے حضرت شاہ عبد العزیزؒ کا تجدیدی کارنامہ) جس کو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے اپنے زمانے میں لوگوں کے حالات کو دیکھ کر وضع کیے تھے۔ چناں چہ آپ نے اِس سلسلے میں سارے ہندوستان کا دورہ کیا اور لوگوں کو ان مقاصد سے روشناس کرایا۔ ان مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی تھا ''جہاد فی سبیل اللہ کا احیاء'' اور ہندوستان میں اسلامی اقتدار اور مسلمانوں کی آزادی کے لیے سب سے بڑے خطرے اور چیلنج کا مقابلہ۔ چناں چہ آپ فرماتے ہیں:

''اس تمام معرکہ آرائی اور جنگ آزمائی کا مقصود صرف یہ ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت زندہ ہو، اور مسلمانوں کا ایک ملک کفار ومشرکین کے قبضے

سے نکل آئے، اس کے سوا دوسرا کوئی مقصود نہیں، اس فقیر کو مال و دولت، اور حصولِ سلطنت وحکومت سے کچھ غرض نہیں، دینی بھائیوں سے جو شخص بھی کفار کے ہاتھوں سے ملک کو آزاد کرادے، رب العالمین کے احکام کو رواج دے، اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پھیلانے کی کوشش کرے اور ریاست وعدالت میں قوانین شریعت کی رعایت و پابندی کرے اس سے فقیر کا مقصود حاصل ہو جائے گا اور میری کوشش کامیاب ہو جائے گی۔''

(سیرت سید احمد شہیدؒ۔ص ۴۰۴)

آپ نے اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ بدعات وخرافات کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں، ایسی ایسی سنتوں کو زندہ کیا جو مردہ ہو چکی تھیں۔ آپ اپنے وقت کے داعی الی اللہ شخص تھے۔ آپ کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے زیادہ ہندو مسلمان ہوئے اور تیس لاکھ مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ سب آپ کے ایسے اصلاحی وتجدیدی کارنامے ہیں جو ہمیشہ کے لیے یادگار رہیں گے۔

شہادت: آپ تیرہویں صدی کے اندر مجدد کی حیثیت سے ابھرے اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر انگریزوں، سکھوں اور ہندوؤں سے جہاد کرتے ہوئے بالآخر بالاکوٹ میں ۲۴/ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۷ مئی ۱۸۳۱ء کو جام شہادت نوش کرتے ہوئے آخرت کو سدھار گئے۔

جان دینے کا جو وعدہ تھا تو حاضر ہے یہ سر
لیجیے! آپ کا قرضہ ہے ادا کرتے ہیں

(تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: سیرت سید احمد شہیدؒ، امام تبلیغ ص ۱۵، تذکرۃ ابوالکلام از حواشی ص ۴۶۰، سید احمد شہید، تاریخ دعوت وعزیمت ۳۷۳/۵)

(۸)

حضرت مولانا مفتی صدرالدین آزردہؒ

آپ اپنے وقت کے زبردست فاضل، کامیاب مدرس، بہترین مشیر، زبردست انشاء پرداز وشاعر، تمام علوم کے ماہر، بڑے صاحبِ وجاہت وریاضت اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے استاذِ محترم تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۰۴ھ مطابق ۱۷۸۹ء کو دہلی میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت مولانا لطف اللہ شاہ کشمیری تھا۔ اصلاً آپ کشمیر کے باشندہ تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے علومِ عقلیہ، فقہ اور حدیث وغیرہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ سے حاصل کیے اور سندِ حدیث سے سرفراز فرمائے گئے، اور حضرت شاہ اسحاق مہاجر مکیؒ سے بھی اجازت حدیث ملی۔ فنونِ عقلیہ حضرت مولانا فضل امام خیرآبادیؒ سے اخذ فرمائے۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد دہلی ہی میں مدرسہ دارالبقاء (جامع مسجد دہلی کے نیچے) میں درس وتدریس کا آغاز فرمایا اور آخری عمر تک عوام وخواص کو اپنے علم سے فیض یاب فرماتے رہے، آپ کو ہر فن میں مہارت حاصل تھی، آپ زبردست شاعر بھی تھے، آپ کا تخلّص آزردہ تھا۔

آپ کا کارنامہ: آپ نے ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں انگریزوں کے خلاف فتویٰ پر دستخط فرمایا جس کے نتیجے میں حکومت نے آپ کی تمام جائدادیں اور املاک

ضبط کرلیں، چند ماہ نظر بند بھی رہنا پڑا، الغرض آپ نے تحریکِ آزادی میں حصہ لے کر زبردست کارنامہ انجام دیا۔ آپ کا دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ جنگ آزادی کے زمانہ میں انگریزی فوج نے جامع مسجد دہلی کو اپنی تحویل میں لے لیا جس سے مسلمانانِ دہلی کو فرض نماز کی ادائیگی میں دشواریوں کا سامنا ہوتا تھا۔ آپ نے عمائدین شہر کے ساتھ مل کر حکومت سے اِس کا پُرزور مطالبہ کیا کہ جلد از جلد مسجد مسلمانوں کی تحویل میں دی جائے، چناں چہ گورنمنٹ نے مسجد مسلمانوں کے حوالے کردی، یہ آپ کا زبردست کارنامہ ہے۔

آپ کا علمی کارنامہ: منتہی المقال فی شرح حدیث لاتشدد الرحال، الدر المنضود فی حکم امراءۃ المفقود، مجموعۂ فتاویٰ مشہور و معروف ہیں۔

وفات: اکیاسی سال کی عمر میں بمرضِ فالج ۲۴؍ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۷ء کو آپ کا انتقال ہوا، درگاہ چراغ علی دہلی میں مدفون ہیں۔

(علمائے ہند کا شاندار ماضی ۴/ ۲۱۹ تحریکِ آزادی اور مسلمان ص ۲۷، تاریخ دار العلوم دیوبند ج ا حاشیہ ص ۱۲۷)

(۹)

حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ

آپ اپنے دور کے مشاہیر علماء میں سے تھے اور اپنے معاصرین علماء میں امتیازی حیثیت کے مالک تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۰۴ھ مطابق ۱۷۸۹ء میں ''نانوتہ''، ضلع سہارنپور (یوپی) میں ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام احمد علی تھا، دادا کا نام غلام شرف اور پردادا کا نام عبداللہ تھا۔ نسلاً صدیقی تھے۔ چھیالیسویں پشت میں آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی کتابیں نانوتہ کے بعض اساتذہ سے پڑھیں اس کے بعد عازم دہلی ہوئے، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تبرکاً علم نحو کی کتاب ''ہدایۃ النحو'' کے چند اسباق پڑھے، بعدازاں شاہ صاحبؒ کے ممتاز شاگرد مولانا رشید الدین خاں کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے اور ان سے فنون مروجہ اور علوم متداولہ کی تکمیل کی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد آپ نے دہلی کالج میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا، جہاں آپ کے استاذ مولانا رشید الدین خاں مدرس تھے۔ چوں کہ آپ تمام اصنافِ علم پر عبور رکھتے تھے اس لیے بہت جلد طلبہ کا اچھا خاصا حلقہ آپ کے گرد قائم ہوگیا۔ اور تمام عمر اسی درس وتدریس میں مشغول رہے۔ آپ کے شاگردوں میں

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ، حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ، حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، حضرت مولانا ذوالفقار علی دیوبندی رحمہم اللہ وغیرہم کے اسمائے گرامی خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

آپ کا علمی کارنامہ: تصنیف وتالیف سے عدم دلچسپی کے باوجود آپ نے چند کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا جیسے: جامع ترمذی، تحریرِ اقلیدس، تاریخِ یمینی۔

وفات: ۱۱؍ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ مطابق ۷؍اکتوبر ۱۸۵۱ء کو عالم جاودانی کی راہ لی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے خاندانی قبرستان مہندیان میں دفن ہوئے۔

(فقہائے پاک وہند ۳/۳۲۲، تاریخ دارالعلوم دیوبند ۱/۹۷)

(۱۰)

حضرت مولانا فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادیؒ

آپ چودہویں صدی ہجری کے مشہور ومقبول بزرگ اور حضرت شاہ محمد آفاق رحمۃ اللہ علیہ کے اجلّ خلفاء میں تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۰۸ھ مطابق ۱۷۹۳ء میں مَلّاواں ضلع ہردوئی میں ہوئی (بعض نے مقام پیدائش سنڈیلہ لکھا ہے) آپ نے اہلیہ صاحبہ کے انتقال کے بعد گنج مرادآباد کو اپنا مستقر بنایا جو ملاواں سے چار میل پر واقع تھا، اس لیے گنج مرادآبادی سے مشہور ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شاہ اہل اللہ تھا۔ آپ کے والد حدیث میں بلند پایہ، بڑے عالی سند اور اپنے زمانہ کے صاحبِ مقامات وکرامات اولیاء اللہ میں سے تھے، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے حضرت مولانا نور بن انوار انصاری فرنگی محلی اور دوسرے علمائے لکھنؤ سے درسیات پڑھیں، پھر مولانا حسن علی لکھنوی محدث کی رفاقت میں دہلی کا سفر کیا، اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، حضرت شاہ غلام محمد مجددی، اور حضرت شاہ محمد آفاق رحمہم اللہ اور دوسرے مشائخ کبار سے ملاقات کی اور ان کی صحبت حاصل کی۔ اس سفر میں حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے حدیث بالاولیۃ اور صحیح بخاری کے کچھ حصہ کی سماعت کی۔ حضرت شاہ اسحاق محدث دہلویؒ سے صحاح ستہ کا درس لیا۔

راہِ سلوک: آپ نے حضرت شاہ محمد آفاق کی صحبت میں رہ کر طریقت کی تعلیم حاصل کی اور اجازت وخلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد ایک عرصہ تک ملاواں میں قیام فرمایا اور اسی درمیان مختلف مقامات لکھنؤ، کانپور، بنارس اور قنّوج وغیرہ کا سفر بھی فرمایا اور اکثر مطابع میں قرآن مجید کی تصحیح کا کام کیا۔ اور حدیث شریف کا درس دیا اور اخیر عمر تک درسِ حدیث کا سلسلہ جاری رہا۔

آپ کا اصلاحی کارنامہ: آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے بھٹکے ہوئے بندوں کو مالک حقیقی جل جلالہٗ کے قدموں میں لا ڈالا اور صراطِ مستقیم کی طرف ان کو گامزن کیا۔

وفات: ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۵ء کو آپ نے اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا۔

(تذکرہ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی، مرتب: حضرت مولانا علی میاں ندوی مدظلہٗ، تذکرۂ محدثین ص ۲۲۶)

(۱۱)

حضرت علامہ فضل حق خیر آبادیؒ

آپ منطق وفلسفہ کے امام، ایک فاضل وکامل مدرس ومعلم، عظیم شاعر وخوش بیان مقرر، بہت سی کتابوں کے مصنف، جہادِ حریت کے علم بردار، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ اور حضرت شاہ عبد القادر دہلویؒ کے شاگر دِرشید تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء میں خیر آباد ضلع سیتاپور (یوپی) میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام مولانا فضل امام تھا جو حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے ہم عصر تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب فاروقی ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ کے والد محترم دہلی میں صدر الصدور کے عہدہ پر فائز تھے اس لیے آپ کی تعلیم وتربیت والد ہی کے زیر سایہ دہلی میں ہوئی۔ علم حدیث کی تحصیل حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ اور حضرت شاہ عبد القادر دہلویؒ کی خدمت میں رہ کر کی۔ تیرہ سال کی عمر میں تمام علوم وفنون کی تکمیل کی، چار ماہ میں قرآن مجید حفظ کیا۔

ملازمت: آپ کی عمر اٹھائیس سال کی تھی کہ والد کا انتقال ہوگیا، جن کی وجہ سے خاندانی ذمہ داریوں کا بوجھ آپ کے سر آ پڑا۔ اکبر شاہ ثانی کا دور تھا، دہلی میں ریزیڈنٹ (باشاہ کا نائب) رہا کرتا تھا، اسی کے محکمہ کے سر رشتہ دار (میر منشی، ہیڈ کلرک) ہوگئے، بعد میں دہلی سے جھجھر تشریف لیے گئے، اس کے بعد آٹھ سال رامپور میں رہے پھر لکھنؤ میں صدر الصدور کے عہدہ پر فائز رہے۔

آپ کا سیاسی وعلمی کارنامہ: آپ نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ دیا، ان سے جہاد کو فرض قرار دیا، جس کے جرم میں ۱۸۵۹ء میں سیتاپور سے گرفتاری عمل میں آئی، اولاً ہندوستان کے جیل خانوں میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں، پھر آپ کو جزیرۂ انڈمان (جزیرۂ انڈمان چھوٹے چھوٹے ایک ہزار جزیروں کا مجموعہ ہے جو کلکتہ سے سات سواسّی میل دور جنوب میں واقع ہے، یہاں کی آب وہوا انتہائی خراب ہے) میں بھیج دیا گیا۔ جہاں آپ کو بہت ہی ذلیل خدمت سپرد کی گئی۔ آپ کے ذمہ قیدیوں کی بارکوں کی صفائی تھی، پہلے صفائی کے کام پر لگایا گیا مگر کچھ دنوں بعد محرّری کے کام پر لگا دیا گیا۔ بہر حال آپ نے تحریکِ آزادی کے لیے زبردست قربانیاں پیش کیں، طرح طرح کی مصیبتیں جھیلیں، یہ آپ کا ایسا کارنامہ ہے جو ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ کے لیے ثبت رہے گا، آپ نے علمی کارنامہ بھی انجام دیا۔ چناں چہ آپ کے علمی کارناموں میں ہدیۂ سعیدیہ، حاشیہ شرح سلم العلوم، حاشیہ تلخیص الشفاء، تحقیق الاجسام، رسالہ تحقیق العلم والمعلوم، الثورۃ الہندیہ وغیرہ کی تصنیف آپ کے اہم علمی کارنامے ہیں۔

وفات: رہائی کا پروانہ ملتے ہی آپ کے صاحب زادے مولوی شمس الحق صاحب مرحوم آپ کو لینے کے لیے جزیرۂ انڈمان پہنچے۔ جہاز سے اتر کر شہر میں گئے تو سامنے سے ایک جنازہ آرہا تھا جس میں کافی بھیڑ تھی، آپ نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں، لوگوں نے بتایا کہ یہ مولانا فضلِ حق خیر آبادی کا جنازہ ہے۔ کل ۱۲/صفر المظفر ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء کو انتقال ہوا ہے۔ اب سپردِ خاک کرنے جارہے ہیں، آپ بھی بہ حسرت ویاس دفن میں شریک ہوئے اور اپنے باپ کو اسی جزیرہ میں دفن کرکے تنہا واپس چلے آئے ؎

مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دور ‏ ‏ رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی لاج

(علمائے ہند کا شاندار ماضی ۴/۴۴۲-۴۴۳، تحریک آزادی اور مسلمان ص ۴۷، عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء ص ۲۱۰)

(۱۲)

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ

آپ اپنے عہد کے ممتاز عالم وفقیہ، رئیس الاتقیاء، حضرت شاہ محمد یعقوب دہلویؒ کے مرید اور حضرت شاہ اسحاق محدث دہلویؒ کے شاگردِ رشید تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۵ء میں کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام مولانا محمود بخش صاحب کاندھلوی تھا، جو اپنے وقت کے زبردست عالم دین تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے چچا حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ سے حاصل کی۔ علوم کی تکمیل نہ کر سکے تھے کہ مفتی صاحب کا انتقال ہو گیا تو بقیہ ظاہری و باطنی تعلیم حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نواسۂ حضرت شاہ عبد العزیز دہلویؒ سے حاصل کی۔

راہِ سلوک: آپ نے سلوک کے منازل حضرت شاہ محمد یعقوب دہلویؒ کی خدمت میں رہ کر طے کیے اور انہیں کے مجاز بھی ہوئے۔

درس وتدریس: آپ کے یہاں درس وتدریس کا سلسلہ نہ تھا۔ ایک سیدھی سادی زندگی بسر کرتے تھے۔ کبھی کبھی مسجد میں اور کبھی کبھار مستورات میں وعظ فرمایا کرتے تھے۔

آپ کا تقویٰ : آپ کا خاص جوہر احتیاط اور زہد وتقویٰ تھا۔ یہ بات مشہور اور مسلّم تھی کہ آپ کے معدہ نے کبھی کوئی مشتبہ چیز قبول نہیں کی۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے تھے:

''شاہ محمد اسحاق صاحب دہلویؒ کے شاگردوں میں تین شخص نہایت متقی تھے، اول درجہ کے مولوی مظفر حسین صاحبؒ، دوسرے درجہ کے حضرت شاہ عبد الغنی صاحبؒ اور تیسرے درجہ کے نواب قطب الدین خان صاحبؒ۔

آپ کا اصلاحی کارنامہ : آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے سنتِ مطہرہ کی حمایت اور بدعت کی تردید کے لیے اپنی زندگی وقف کردی تھی۔ عقدِ بیوگان جو اُس زمانہ میں بہت ہی معیوب سمجھا جاتا تھا، آپ نے اس ہندوانہ رسم کی شدید مخالفت کی، اور بہت سی بیوہ عورتوں کے نکاحِ ثانی کا اہتمام کیا۔

وفات : آپ نے سات حج پیدل کیے۔ مدینہ منورہ میں ۱۰ر محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۲۵ر مئی ۱۸۶۶ء یوم جمعہ کو انتقال فرمایا، جنت البقیع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر کے قریب مدفون ہیں۔

(فقہائے پاک ہند ۳ر۳۱۳، تذکرۃ الخلیل ص ۱۹۷، سوانح مولانا یوسف ص ۲۴۵، ارواحِ ثلاثہ ص ۱۱۹)

(۱۳)

حضرت مولانا محمد طاہر صاحب معروفیؒ

آپ علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر، زبردست خطیب، قاریٔ خوش الحان، حاذق طبیب، اپنے وقت کے رستمِ زماں، معلم وکاتبِ قرآن، بہترین خوش نویس، اپنے زمانہ کے مفتی وقاضی، حضرت مولانا سخاوت علی جونپوریؒ (خلیفہ حضرت سید احمد شہید رائے بریلیؒ) کے تلمیذِ خاص اور خلیفۂ مجاز تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۲۴ھ مطابق ۱۸۰۸ء میں پورہ معروف، محلّہ بلوہ ضلع اعظم گڑھ میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا نام شیخ پیر محمد تھا، جو پورہ معروف کے متموّل لوگوں میں تھے، آپ کی فیاضی عام تھی۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے وطن ہی میں رہ کر حاصل کی، اس کے بعد جونپور تشریف لے گئے، وہاں حضرت مولانا کرامت علی جونپوریؒ (جو اپنے وقت کے جید عالم تھے) کے پاس رہ کر حفظِ قرآن کی تکمیل کی اور ساتھ ہی ساتھ تجوید وقرأت میں بھی مہارت حاصل کی۔ اُس کے بعد آپ کے والد ماجد نے آپ کو عربی اور فارسی کی تعلیم کے لیے جونپور ہی میں حضرت مولانا سخاوت علی جونپوری کے پاس رکھ دیا، جہاں آپ نے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ دورانِ طالب علمی آپ نے قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ ہوا یہ کہ آپ اپنے استاذِ محترم مولانا سخاوت علی جونپوریؒ کے ہمراہ پالکی میں کہیں جا رہے تھے۔ ایک باغ سے گزر ہوا، استاذِ محترم کے بچوں نے کچھ پھول توڑ لیے جس سے باغ کا مالی غصے میں آ گیا۔ آپ نے سمجھانے کی کوشش کی، لیکن وہ

بازنہ آیا۔اس نے مع اپنے ساتھیوں کے آپ حضرات کا گھیراؤ کرلیا اورقتل کی دھمکی دی، آپ نے ایک شخص کو،جس نے کہ ایک لاٹھی حضرت استاذ محترم پر چلا بھی دی تھی، اُسی لاٹھی کو لے کراس پر دے مارا جس سے وہ وہیں ڈھیر ہوگیا،سب لوگ بھاگنے لگے۔آخرکار اسی کی پاداش میں چھ مہینے تک جیل میں قید رہے۔اس دوران تعلیم کا سلسلہ بندرہا،رہائی کے بعد پھرتعلیم شروع ہوئی۔(واقعہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے حیاتِ طاہرص۹۸)

۱۲۴۹ھ میں درسِ نظامیہ کی تکمیل کی، ۱۲۵۸ھ میں جب حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئےتو آپ نے حج سے فراغت کے بعد مکمل دوسال حضرت شاہ اسحاق مہاجر مکیؒ کی خدمت میں رہ کر ظاہری وباطنی استفادہ کیا۔جب وطن کی طرف مراجعت کی تو حضرت شاہ صاحبؒ نے سندِ حدیث بھی مرحمت فرمائی۔

درس وتدریس :فراغت کے بعداپنے وطن ہی کوتعلیم کے لیےمنتخب فرمایا، چناں چہ وطن میں ہی رہ کر امامت، وعظ ونصیحت، اصلاح وتبلیغ اور تدریس میں مشغول ہوگئے۔

راہِ سلوک :آپ نےسلوک کے منازل حضرت مولانا کرامت علی جونپوریؒ کے پاس رہ کر طے کیں اوراجازت وخلافت سےمشرف فرمائے گئے۔

آپ کا کارنامہ :آپ نے اپنے علاقہ کے بدعات وخرافات،رسوماتِ باطلہ اورتعزیہ داری کا قلع قمع کیا، دوسرا کارنامہ آپ کا خوش نویسی اورزودنویسی ہے،آپ نے بہت ساری کتابیں اورقرآن مجیداپنے ہاتھوں سےلکھا۔تقریباً چارسوقرآن مجیداپنے ہاتھوں سےلکھ کرلوگوں میں تقسیم فرمایا۔

وفات:۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۹ءمیں آپ نے داعیٔ اجل کولبیک کہا،پورہ معروف بلوہ میں خاندانی قبرستان میں مدفون ہیں۔(تلخیص حیاتِ طاہر)

(۱۴)

حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ

آپ اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم اور نامور محدّث تھے۔آپ کا شمار کبار محدثین اور فقہاء میں ہوتا ہے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۱۰ء کوسہارن پور میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم سہارن پور کے علماء سے حاصل کی، اس کے بعد دہلی تشریف لے گئے، وہاں مولانا مملوک علی نانوتویؒ اور حضرت مولانا وجیہ الدینؒ سے پڑھا۔ پھر حرمین شریفین حاضر ہوئے، حج بیت اللہ سے مشرف ہوکر صحاح ستہ حضرت مولانا شاہ اسحاق مہاجر مکیؒ سے پڑھی۔

درس وتدریس: تعلیم سے فراغت کے بعد ہندوستان واپس آ کر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ ساری عمر صحاحِ ستہ کا درس دیتے رہے، اور ان کتابوں کی تصحیح فرمائی۔ خصوصی طور سے بخاری شریف کی تصحیح وتحشیہ پر بڑی توجہ صرف کی، دس سال اسی خدمت میں گزارے۔ اخیر عمر میں مظاہر علوم سہارن پور میں بھی آپ نے تفسیر وحدیث کا درس دیا اور کبھی معاوضہ نہیں لیا۔

آپ کے تلامذہ میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ اور حضرت علامہ شبلی نعمانیؒ جیسے نامور علماء شامل تھے۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ نے بہت سے علمی رسائل تصنیف فرمائے جیسے ''الدلیل القوی علی ترک القرأۃ للمقتدی وغیرہ''۔ آپ کا دوسرا اہم کارنامہ بقول حضرت علامہ شبلیؒ:

''مولانا سہارنپوریؒ کا اہم کارنامہ یہ ہے کہ حدیث کی قلمی کتابوں کو سخت محنت سے صحیح کر کے چھاپ کر عام کیا۔ (حیاتِ شبلی)

وفات:۶؍جمادی الاول ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۷۹ء بروز شنبہ سہارن پور میں آپ نے وفات پائی۔ عیدگاہ کے قریب اپنے آبائی قبرستان میں آسودۂ خواب ہیں۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند حاشیہ ص ۱۰۶، تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے ماہنامہ البرہان دہلی ماہ نومبر ۱۹۷۴ء)

(۱۵)

حضرت مولانا مفتی عنایت احمد صاحب کاکورویؒ

آپ اپنے وقت کے زبردست عالم، بہترین مصنف، تحریک آزادی کے علم بردار، حضرت شاہ محمد اسحاق محدّث دہلویؒ کے شاگرد رشید، اور مدرسہ فیضِ عام کان پور کے بانی تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۹/شوال المکرّم ۱۲۲۸ھ مطابق ۱۸۱۳ء میں قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنکی (یوپی) میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام محمد بخش تھا۔ آپ قریشی النسل تھے، آپ کے اجداد میں امیر حسام نامی ایک شخص بغداد سے آکر قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنکی میں سکونت پذیر ہوئے، بعد میں آپ کے دادا غلام محمد مرحوم کی سسرال کاکوری میں ہونے کی وجہ سے آپ کے والد منشی محمد بخش اور چچا شیخ عبدالحسیب نے نانہالی تعلق کی بنا پر کاکوری میں سکونت اختیار کرلی، پھر آپ کے تمام قریبی رشتہ دار بھی کاکوری میں آکر سکونت پذیر ہوگئے اور اس طرح آپ کاکوروی سے مشہور ہوگئے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم کاکوری میں حاصل کی، تیرہ سال کی عمر میں تحصیلِ علم کی غرض سے رامپور تشریف لے گئے، وہاں مولوی سید محمد صاحب بریلویؒ سے صَرف ونحو، مولوی حیدر علی صاحب ٹونکیؒ اور مولوی نورالاسلام صاحبؒ سے دوسری درسی کتابیں پڑھیں، رامپور سے درسی کتابیں ختم کرکے دہلی پہنچے۔ وہاں حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ سے کتبِ حدیث سبقاً سبقاً پڑھیں۔ اور سندِ حدیث حاصل کی، دہلی سے علی گڑھ

آئے، جہاں مولانا بزرگ علی مارہروی شاگرد شاہ عبدالعزیز دہلویؒ وشاہ رفیع الدین دہلویؒ سے تمام معقولات ومنقولات کی کتابیں پڑھیں اور فارغ التحصیل ہوئے۔

درس وتدریس :فراغت کے بعد اپنے استاذ محترم مولانا بزرگ علی مارہروی کے مدرسہ میں ان کے انتقال (۱۲۶۲ھ) کے بعد مدرسی کا عہدہ سنبھالا۔ایک سال تک مدرس رہے، اس کے بعد علی گڑھ میں مفتی ومنصف کے عہدہ پر فائز ہوئے، اس کے بعد آپ کا قیام بریلی میں رہا جہاں آپ صدر امین ہوئے، اس دوران درس وتدریس کا سلسلہ برابر جاری رہا، علی گڑھ کے تلامذہ میں مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھیؒ بڑے نامور شاگرد ہوئے، اسی طرح بریلی کے تلامذہ میں قاضی عبدالجمیلؒ قاضیٔ شہر، مولوی فدا حسین مصنف مشہور لوگ گزرے۔

آپ کا سیاسی وعلمی کارنامہ: آپ نے ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں زبردست حصہ لیا۔تحریکِ آزادی کی خاطر جیل کی صعوبتوں کو برداشت کیا، آپ پر بغاوت کا مقدمہ چلایا گیا، کالے پانی کی سزا ہوئی، جزیرۂ انڈمان بھیج دیا گیا۔ صَرف کی مشہور کتاب ''علم الصیغہ'' جو مدارس میں داخل نصاب ہے وہیں جزیرۂ انڈمان میں تصنیف کی۔ایک انگریز کی فرمائش پر ''تقویم البلدان'' کا ترجمہ کیا، جو دو برس میں ختم ہوا اور یہی رہائی کا سبب بنا۔

۱۲۷۷ھ میں رہائی پا کر کاکوری آئے۔جزیرۂ انڈمان سے واپس آکر آپ نے مستقل قیام کان پور میں رکھا، اور وہیں ایک مدرسہ فیض عام قائم کیا جو آپ کا اہم دینی کارنامہ ہے۔

آپ چوں کہ ایک مصنف بھی تھے، اس لیے آپ نے تصنیف کی طرف بھی خاصی توجہ دی، اور بہت ساری کتابیں لکھیں، آپ کے علمی کارناموں میں علم الفرائض، ملخصات الحساب، الکلام المبین فی آیات رحمۃ للعالمین، ضمان الفردوس، بیانِ قدر شب برأت، رسالہ در مذمت میلہ ہا، فضائل علم وعلمائے دین، فضائل درودوسلام، ہدایات الاضاحی، تواریخ حبیب آلہ، علم الصیغہ، ترجمہ تقویم البلدان، نقشہ مواقع النجوم اور لوامع العلوم واسرار العلوم جیسی اہم کتابیں شامل ہیں۔

وفات : رہائی کے دوسال بعد آپ نے حج کا ارادہ کیا۔ امیر الحجاج کی حیثیت سے جارہے تھے کہ جدّہ کے قریب جہاز پہاڑ سے ٹکرا کر ڈوب گیا۔ آپ بحالتِ نماز احرام باندھے ہوئے ۷؍شوال المکرّم ۱۲۷۹ھ مطابق ۱۸۶۲ء کو غریق وشہید ہوگئے۔

(علمائے ہند کا شاندار ماضی ۴؍۴۳۴، تحریکِ آزادی اور مسلمان ص ۷۲)

(۱۶)

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ

آپ اپنے وقت کے شیخ المشائخ، عارف باللہ اور علمائے دیوبند و اکابرِ دیوبند کے پیر و مرشد تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۲۲ رصفر المظفر ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۴ء بروز شنبہ قصبہ ''نانوتہ'' ضلع سہارن پور میں ہوئی، آپ کے والد ماجد حافظ محمد امینؒ نے آپ کا نام امداد حسین رکھا، لیکن حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ نے امداد اللہ تجویز فرمایا، حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ کرامت تھی کہ آپ اسی لقب سے مشہور ہوئے، آپ کا تاریخی نام ظفر احمد (۱۲۳۳) رکھا گیا تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب پچپن واسطوں سے حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے جا کر ملتا ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے اولاً حفظ قرآن کریم فرمایا، جب سولہ سال کی عمر ہوئی تو تقریباً ۱۲۴۹ھ میں حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ کے ہمراہ دہلی کا سفر فرمایا۔ وہاں آپ نے فارسی کی مختصر کتابیں پڑھیں اور کچھ علم صَرف و نحو حاصل کیا۔ حضرت مولانا رحمت علی تھانویؒ سے تکمیل الایمان اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ سے قرأت اخذ فرمائی، بعد ازاں مشکوۃ شریف ایک ربع قرأۃً حضرت مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادیؒ سے پڑھی، حِصن حَصین اور فقہ اکبر حضرت مولانا عبد الرحیم نانوتویؒ سے اخذ کیا، البتہ مروّجہ نصاب کے مطابق آپ نے درسیات کی تکمیل نہیں کی۔

راہِ سلوک :۱۸؍سال کی عمر میں حضرت مولانا نصیر الدین نقشبندی مجددی دہلویؒ سے جو حضرت شاہ محمد آفاق دہلویؒ کے خلیفہ اور حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے داماد اور شاگرد تھے، بیعت کی اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے، ان کے انتقال کے بعد حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ سے، جو اپنے زمانہ کے بلند پایہ صاحبِ طریقت تھے، بیعت کی اور ان سے بھی اجازت وخلافت حاصل کی۔

آپ کے کارنامے :آپ نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا اور شاملی کے میدان میں مردانہ وار انگریزوں کا مقابلہ کیا، آپ ہی کی قیادت میں یہ جنگ لڑی گئی، جو آپ کا ایک اہم سیاسی کارنامہ ہے۔ اِس کے علاوہ آپ ایک بہت بڑے شیخ اور مصلح بھی تھے۔ بڑے بڑے علماء اور صلحاء آپ کے مرید تھے، آپ کی ذات بابرکات سے عوام وخواص دونوں کو زبردست فائدہ پہنچا۔ آپ نے چند کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔ جیسے: ضیاء القلوب، جہادِ اکبر اور تحفۃ العشاق وغیرہ، الغرض آپ نے سیاسی، اصلاحی اور علمی تینوں کارنامے انجام دیے۔

وفات :۱۲؍ یا ۱۳؍ جمادی الآخرے ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء کو مکۃ المکرّمہ میں محبوبِ حقیقی سے جا ملے، جنت المعلّٰی قبرستان میں مدفون ہیں۔ (حیاتِ امداد ص ۶۵)

(۱۷)

حضرت مولانا مظہر صاحب نانوتویؒ

آپ مشہور و معروف محدّث، مجاہد فی سبیل اللہ، جنگِ آزدی کے شہ سوار مظاہر علوم سہارن پور کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۳۲ھ مطابق ۱۸۱۶ء میں ''نانوتہ''، ضلع سہارن پور (یوپی) میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام حافظ لطف علیؒ تھا۔

تعلیم وتربیت: آپ نے اپنے والد ماجد سے قرآن شریف حفظ کیا اور مولانا مملوک علی نانوتویؒ اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ، مولانا شاہ عبد الغنی مجددیؒ سے علومِ متداولہ کی تکمیل کی، اور بخاری شریف دہلی تشریف لے جا کر حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے نواسے حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ سے پڑھی۔

درس وتدریس: آپ نے اولاً اجمیر کالج میں ملازمت اختیار کی، پھر آگرہ میں ملازم رہے، پھر ملازمت ترک کردی۔ اور جنگِ آزادی جو کہ ۱۸۵۷ء میں شاملی کے میدان میں لڑی گئی تھی، اس میں آپ برابر کے شریک رہے۔ جب امن وامان قائم ہوا تو حضرت مولانا سعادت علی فقیہ سہارن پوریؒ کے قائم کیے ہوئے مدرسہ عربیہ سہارن پور میں درس وتدریس کا مشغلہ جاری کیا۔

راہِ سلوک: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے اگرچہ عمر میں بڑے تھے لیکن آپ اُنہیں سے بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے مشرف فرمائے گئے۔

آپ کا کارنامہ :آپ کا زبردست کارنامہ یہ تھا کہ مظاہر علوم سہارن پور کی ترقی اور تعمیر جدید میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چناں چہ آپ ہی کے نام پر مدرسہ عربیہ کا نام مظاہر علوم رکھا گیا، آپ ہی کی جدو جہد نے مظاہر علوم کو چہار دانگ عالم میں مشہور کیا، اسی طرح آپ نے انگریزوں کے خلاف شاملی کے میدان میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا۔

وفات :۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۶ء کی شب میں آٹھ بجے انتقال کیا، قبرستان حاجی شاہ کمال سہارن پور میں مدفون ہیں۔

(تذکرۃ الخلیل ص ۱۸۹، حیاتِ خلیل ص ۳۶، مقدمہ اوجز المسالک ص ۴۲، تذکرۂ محدثین ص ۲۲۲)

(۱۸)

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ

آپ اپنے دور کے جید عالم دین، مناظرِ اسلام، اور کیرانہ ضلع مظفر نگر (یوپی) کے بہت ہی معزز جاگیر دار گھرانے کے فردِ جلیل تھے۔

ولادت: آپ کی پیدائش محلّہ دربار قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر (یوپی) میں جمادی الاول ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۸ء میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت مولانا نجیب اللہ تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ بعض نے آپ کے والد کا نام خلیل اللہ بتایا ہے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، اور تکمیل دہلی کے مدرسہ ''مولانا حیات'' میں کی۔ مزید تعلیم کے لیے آپ نے لکھنؤ کا سفر کیا اور مفتی سعد اللہؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

درس وتدریس: کچھ دنوں آپ نے اپنے محلّہ دربار میں درس وتدریس کا مشغلہ اختیار کیا، پھر عیسائیت کے خلاف نبرد آزما ہوئے، اور عیسائیت کے خلاف معرکۃ الآراء کتابیں تصنیف کیں۔ ۱۸۵۴ء میں دنیائے عیسائیت کے مشہور پادری ''فنڈر'' سے اکبر آباد میں زبردست مناظرہ کیا، اور اس کو شکست فاش دی۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزی حکومت نے آپ کے نام وارنٹ جاری کیا۔ آپ نے خفیہ طور پر ہندوستان چھوڑ دیا اور مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ پچاس سال مکہ میں آپ مہاجر بن کر رہے۔

آپ کے کارنامے :آپ نے مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ قائم کیا، جو آج بھی علمائے حق کا مرکز ہے۔ اسی طرح آپ نے عیسائیت کے خلاف بہت ساری کتابیں تصنیف فرمائیں جو آپ کے اہم علمی شاہ کار ہیں، اِن میں اظہار الحق، ازالۃ الاوہام اور ازالۃ الشکوک مشہور ومعروف ہیں۔ یہ تینوں ہی کتابیں ردِّ عیسائیت اور توارۃ وانجیل کی تحقیق سے متعلق ہیں۔

وفات :۲۲؍رمضان المبارک ۱۳۰۸ء مطابق ۲؍مئی ۱۸۹۱ء کو مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی اور اسی مقدس سرزمین میں محوِ خواب ہیں۔ (''علمائے ہند کا شاندار ماضی'' میں جائے وفات مدینہ منورہ تحریر ہے۔)

(علمائے ہند کا شاندار ماضی ۴؍ص ۳۰۷، اظہار الحق (عربی) مقدمہ ص ۱۹، تحریکِ آزادی اور مسلمان ص ۹۱)

(۱۹)

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی دہلویؒ

آپ مشہور ومعروف محدّث، مفسر، فقیہ اور حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانیؒ کی ذریت میں تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۳۵ھ مطابق ۱۸۱۹ء دہلی میں ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام حضرت شاہ ابوسعیدؒ تھا جو اپنے وقت کے جلیل القدر عالم اور حضرت شاہ غلام علی مجددیؒ کے خلیفۂ اعظم تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے حفظِ قرآن مجید کے بعد علومِ درسیہ حضرت مولانا حبیب اللہ دہلویؒ سے پڑھی۔ حدیث شریف حضرت شاہ اسحاق محدث دہلویؒ سے پڑھی۔ مؤطا امام محمد اپنے والد (حضرت شاہ ابوسعیدؒ) سے پڑھی۔ اور مشکوۃ شریف مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدینؒ سے پڑھی۔ ۱۲۴۹ھ میں حرمین شریفین حاضر ہوکر حج وزیارت سے مشرف ہوئے اور وہاں شیخ محمد عابد سندیؒ سے بخاری شریف پڑھی، اور ابوزاہد اسماعیل بن ادریس رومیؒ سے بھی سندِ فراغت حاصل کی۔

درس وتدریس: حجاز سے واپسی کے بعد آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرمایا، اور حضرت شاہ اسحاق محدث دہلویؒ کی مسندِ حدیث پر، جو اُن کی ہجرتِ مکہ سے خالی ہوگئی تھی، متمکن ہوئے، اور عرصۂ دراز تک طالبانِ علوم نبوت کو سیراب کرتے رہے۔ آپ کے فیض تعلیم سے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) حضرت

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ جیسے نامور علماء پیدا ہوئے۔ ۱۲۷۳ھ میں ہجرت کرکے مدینہ پہنچے اور وہیں مقیم ہوگئے۔

راہِ سلوک : آپ نے طریقت میں اپنے والدِ ماجد حضرت شاہ ابوسعیدؒ ہی سے رجوع فرمایا اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ کے علمی کارناموں میں انجاح الحاجہ فی شرح ابن ماجہ مشہور ومعروف ہے۔

وفات : آپ کی وفات بروز چہارشنبہ ۶ رمحرم الحرام ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۸ء کو مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہیں مدفون ہیں۔

(تذکرۂ محدثین ص ۲۱۶، تاریخ دارالعلوم دیوبند ار ص ۹۵)

(۲۰)

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ

آپ مشہور و معروف محدث، اپنے وقت کے شیخ و مرشد، تحریکِ آزادی کے علم بردار، اپنے زمانے کے فقیہ و امام، اور دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۶/ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ مطابق مئی ۱۸۲۹ء کو دوشنبہ کے دن بوقت چاشت گنگوہ ضلع سہارن پور (یوپی) میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام مولانا ہدایت احمدؒ تھا جو اپنے زمانے کے جید عالم اور شاہ غلام علی مجددی نقشبندیؒ کے خلیفہ اور مجاز تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے قرآن شریف اپنے وطن ہی میں پڑھا۔ پھر ''کرنال'' اپنے ماموں کے پاس تشریف لے گئے اور اُن سے فارسی کی کتابیں پڑھیں، پھر مولوی محمد بخش رامپوریؒ سے صَرف ونحو کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۲۶۱ھ میں دہلی پہنچ کر حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، معقولات کی بعض کتابیں مفتی صدر الدین آزردہؒ سے بھی پڑھیں اور آخر میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ کی خدمت میں رہ کر علم حدیث کی تحصیل کی۔

راہِ سلوک: تعلیم سے فراغت کے بعد شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی خدمت میں رہ کر بیعت کا شرف حاصل کیا اور چالیس دن کی قلیل مدت میں خلافت سے سرفراز فرمائے گئے، اور گنگوہ واپس آکر حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے حجرہ کو اپنی قیام گاہ بنایا۔

درس وتدریس :۱۸۵۷ء میں آپ نے انگریزوں کے خلاف اپنے پیرومرشد (حضرت حاجی امداد اللہؒ) کے ساتھ خانقاہِ قدوسی سے نکل کر شاملی کے میدان میں مردانہ وار مقابلہ کیا، معرکۂ شاملی کے بعد آپ کو گرفتار کر کے سہارن پور ومظفر نگر کے جیل میں رکھ دیا گیا، لیکن فردِ جرم ثابت نہ ہونے پر آپ کو رہا کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرمایا جو ۱۳۱۴ھ تک جاری رہا۔

آپ کے کارنامے :آپ نے تمام مشرکانہ رسوم اور خلافِ شرع عقائد کے ختم ہونے پر زور دیا۔ اسی طرح ردّ شیعیت وردّ بدعت پر پوری طاقت صَرف کی، جنگِ آزادی میں آپ نے مردانہ وار انگریزوں کا مقابلہ کیا، فقہ اور تصوف میں تقریباً چودہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ کی تصنیفات میں امدادالسلوک، ہدایۃ الشیعہ، زبدۃ المناسک، ہدایۃ المقتدی، سبیل الرشاد اور فتاویٰ رشیدیہ مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ لامع الدراری علیٰ جامع البخاری اور الکوکب الدُرّی (تقریر ترمذی) بھی آپ کے درسی افادات کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ جسے آپ کے تلمیذ وخادمِ خاص حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ نے ضبطِ قلم کیا تھا۔ یہ سب آپ کے ایسے کارنامے ہیں جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔

وفات :آپ کی وفات ۷۸ر سال کی عمر میں ۸ر یا ۹ر جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء بروز جمعہ اذانِ جمعہ کے بعد ہوئی۔ گنگوہ کی سرزمین میں آسودۂ خواب ہیں۔

(تذکرۃ الرشید ص ۱۳، حیات خلیل ص ۵۱۶، تاریخ دار العلوم دیوبند ا ر ص ۱۲۵، تذکرۂ محدثین ص ۲۳۰، تحریک آزادی اور مسلمان ص ۷۳)

(۲۱)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ

آپ مشہور عالم دین وعالم ربانی، مناظرِ اسلام، شاملی کے محاذ پر انگریزی فوج سے دست بدست جنگ کرنے والے مجاہد، ایشیاء کی عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند کے بانی، اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ممتاز خلفاء میں تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ماہِ شعبان المعظم یارمضان المبارک ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء میں بمقام ''نانوتہ'' ضلع سہارنپور (یوپی) میں ہوئی، آپ کا تاریخی نام خورشید حسین ہے، آپ کے والد ماجد کا نام شیخ اسد علی اور دادا کا غلام شاہ تھا۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی کتابیں نانوتہ ہی میں پڑھیں، اس کے بعد دیوبند تشریف لے گئے، وہاں آپ نے مولوی مہتاب علیؒ اور شیخ نہال احمدؒ سے تحصیلِ علم کیا، اس کے بعد اپنے نانا کے یہاں، جو سہارن پور میں مقیم تھے، تشریف لے گئے، اور وہاں مولوی محمد نوازؒ سے عربی کی بعض کتابیں پڑھیں، ۱۲۶۰ھ میں مولانا مملوک علی نانوتویؒ کے ہمراہ دہلی تشریف لے گئے، جہاں آپ نے علم نحو کی مشہور کتاب ''کافیہ'' پڑھی، الغرض علومِ متداولہ کی تکمیل آپ نے مولانا مملوک علیؒ اور مفتی صدر الدین آزردہؒ سے کی اور علم حدیث کی تحصیل حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پوریؒ اور حضرت شاہ عبد الغنی مجددی دہلویؒ سے کی۔ اس طرح آپ نے علومِ مروّجہ میں مہارت پیدا کی۔

راہِ سلوک: علم حدیث کی تحصیل کے دوران ہی آپ نے رئیس الاولیاء حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت کر کے راہِ سلوک اختیار کی اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔

درس وتدریس: تحصیلِ علم کے بعد آپ نے ذریعۂ معاش کے لیے حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کے مطبع احمدی دہلی میں تصحیحِ کتب کا کام اختیار فرمایا، اِسی دوران آپ نے مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کی فہمائش پر صحیح بخاری کے آخری چند سیپاروں کا حاشیہ بھی تحریر فرمایا، تصحیح کتب کے ساتھ آپ نے درس وتدریس کا بھی سلسلہ شروع فرمادیا تھا۔ چناں چہ آپ کا درس بالعموم مطابع ہی کی چہار دیواری میں ہوتا تھا جس میں صرف خاص لوگ ہی شریک ہوتے تھے۔ آپ کے فیض تعلیم نے حضرت شیخ الہندؒ، مولانا احمد حسن امروہیؒ اور مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ وغیرہ جیسے باکمال اور نامور علماء کی جماعت پیدا کیا۔ آپ نے ذریعۂ معاش کے لیے مطبع مجتبائی میرٹھ اور مطبع ہاشمی میرٹھ میں بھی ملازمت کی۔ اس دوران میں بھی درس وتدریس کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

آپ کے کارنامے: آپ کا سب سے بڑا کارنامہ ہندوستان میں علومِ دینیہ کی نشأۃ ثانیہ کے لیے اسلامی تعلیمی تحریک کا احیاء ہے۔ چناں چہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی شکست کے بعد مسلمانوں کی دینی، مذہبی، سماجی، معاشرتی اور تعلیمی انحطاط کو دیکھتے ہوئے آپ نے ۱۸۶۶ء مطابق ۱۲۸۳ھ میں دار العلوم دیوبند قائم فرمایا، جس کی خدمات روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ اِسی طرح عقدِ بیوگان کی ترویج بھی آپ کا عظیم الشان معاشرتی اور اصلاحی کارنامہ ہے۔

آپ نے بہ حیثیت مناظر اسلام عیسائیت کے خلاف مشہور عیسائی پادری تاراچند سے دہلی میں مناظرہ کیا، جس میں وہ لاجواب ہو کر فرار ہو گیا۔ ۱۲۹۳ھ میں چاند پور ضلع شاہ جہاں پور میں ایک میلۂ خدا شناسی منعقد ہوا، جس میں تمام مذاہب کے علماء اور عوام کے سامنے ''ردّ تثلیث'' اور ''حقّانیت مذہب اسلام'' پر لاجواب تقریر کی، ۱۲۹۴ھ میں پنڈت دیانند سرسوتی بانی تحریک آریہ سماج سے بھی مباحثہ ہوا، جس میں اس نے بھی راہِ فرار اختیار کی۔ الغرض عیسائیت کے خلاف مناظرہ اور تقریریں کر کے آپ نے اس مذہب کی دھجّیاں بکھیر دیں، بہت سے لوگ تائب ہوئے اور راہِ راست اختیار کی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بھی آپ نے حصہ لے کر شاملی ضلع مظفر نگر کی تحصیل فتح کر ڈالی۔ اس کے علاوہ آپ نے زبردست علمی کارنامہ انجام دیا۔ آپ کی دو درجن سے زیادہ تصانیف ہیں۔ آپ نے ان مسائل پر قلم اٹھائے ہیں جو اس وقت زیرِ بحث تھے۔ آبِ حیات، تقریر دل پذیر، ہدیۃ الشیعہ، قبلہ نما، انتصار الاسلام، حجۃ الاسلام، مصباح التراویح، توثیق الکلام، قاسم العلوم (مجموعۂ مکاتیب عالیہ) مباحثہ شاہ جہاں پور اور تحشیہ بخاری شریف وغیرہ آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔ آپ نے حرمین شریفین کا سفر تین مرتبہ کیا۔

وفات: ۴/ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۵/ اپریل ۱۸۸۰ء بروز جمعرات بعد نماز ظہر ۴۹/ سال کی عمر میں داعئ اجل کو لبیک کہا۔ مزارِ قاسمی دیوبند میں مدفون ہیں۔

(تاریخ دار العلوم دیوبند ا/ ص ۱۰۲، تذکرۂ محدثین ص ۲۱۸، سوانح قاسمی، فقہائے پاک و ہند ۳/ ص ۲۳۷)

(۲۲)

حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ

آپ بہت بڑے صاحبِ باطن، شیخ کامل، دار العلوم دیوبند کے اولین صدر المدرسین اور شیخ الحدیث تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳/صفر المظفر ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۸۳۳ء کو نانوتہ میں ہوئی، منظور احمد، غلام حسین، اور شمس الضحیٰ آپ کے تاریخی نام ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے قرآن مجید "نانوتہ" میں حفظ کیا۔ محرم الحرام ۱۲۶۰ھ میں جب کہ آپ کی عمر گیارہ سال کی تھی، آپ کے والد محترم (حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ) آپ کو دہلی لے گئے، وہاں آپ نے میزان، منشعب اور گلستاں سے تعلیم کا آغاز کیا، تمام علوم متداولہ اپنے والد ماجد سے حاصل کیے، البتہ علم حدیث کی تحصیل حضرت شاہ عبد الغنی مجددی دہلویؒ سے کی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد آپ نے اجمیر، بنارس اور سہارن پور میں بحیثیت ڈپٹی انسپکٹر ملازمت کی، اور جب دار العلوم دیوبند قائم ہوا تو ۱۲۸۳ھ میں دیوبند تشریف لائے اور مسندِ صدارت پر ۱۹/سال تک فائز رہے۔ آپ کے تلامذہ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد انبہٹویؒ جیسے نامور علماء شامل ہیں۔

راہِ سلوک : آپ نے سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی توجہ سے سلوک و معرفت کے مقامات طے کیے اور اجازت و خلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔ آپ کا شمار حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے اجلّ خلفاء میں تھا۔

آپ کا علمی کارنامہ : آپ کے علمی کارناموں میں سوانحِ قاسمی، مکتوباتِ یعقوبی اور بیاضِ یعقوبی مشہور و معروف ہیں، آپ بہترین شاعر بھی تھے، آپ کا تخلص گمنام تھا، آپ کے اشعار فارسی و اردو، بیاضِ یعقوبی میں درج ہیں۔

وفات : ۳؍ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ''نانوتہ'' میں ہی مدفون ہیں۔

(تاریخ دار العلوم دیوبند ۲؍ ص ۱۷۱، حیاتِ خلیل ص ۴۰، معارفِ یعقوبی ص ۱۱)

(۲۳)

حضرت مولانا سید محمد علی صاحب مونگیریؒ

آپ جلیل القدر عالم، عظیم المرتبت مبلغ و مصلح، شیخ طریقت، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بانی اور حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کے خلیفہ تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۳/ شعبان المعظم ۱۲۶۲ھ مطابق ۲۸/ جولائی ۱۸۴۶ء کو کان پور میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید عبد العلی تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ تک پہنچتا ہے۔

تعلیم و تربیت: قرآن مجید آپ نے اپنے چچا سید ظہور علیؒ سے پڑھا، اور فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا عبد الواحد بلگرامیؒ سے پڑھیں۔ ۱۲۷۷ھ میں مدرسہ فیض عام کان پور میں داخل ہوئے۔ آپ نے یہاں دو سال درسیات کی تکمیل میں صَرف کیے۔ اور کتابوں کے علاوہ مفتی عنایت احمد کاکوریؒ کی مشہور کتاب علم الصیغہ آپ نے خود مفتی صاحب سے پڑھی، کافیہ، شرح جامی اور منطق کی بعض کتابیں مولانا سید حسین شاہ کشمیریؒ سے پڑھیں۔ اور بقیہ کتابیں مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ سے پڑھیں، معقول کی کتابیں مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ سے ختم کرنے کے بعد اُن ہی سے صحاحِ ستہ بہت اہتمام سے سبقاً سبقاً پڑھیں، درسِ حدیث سے تشنگی نہ بجھی تو گیارہ مہینہ نامور محدث حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کے یہاں قیام کر کے صحاح ستہ، مؤطا امام محمد، اور مؤطا امام مالک پڑھی اور سندِ حدیث حاصل کی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد آپ نے کان پور میں اولاً ''ڈُلاری'' کی مسجد میں، پھر فیضِ عام کان پور میں ڈھائی تین سال تک حدیث شریف کا درس دیا۔

راہِ سلوک: آپ مشہور صاحب کشف وکرامت بزرگ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے مشرف فرمائے گئے۔

آپ کا دینی وعلمی کارنامہ: آپ نے ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۴ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء قائم کیا جس کا مقصد نصابِ تعلیم کی اصلاح، علم دین کی ترقی، علماء کے باہمی نزاع کا انسداد، درستیٔ تعلیم واخلاق اور عام مسلمانوں کی فلاح وبہبود کی تدبیریں سوچنا شامل تھا۔ چناں چہ آپ اس میں بدرجۂ اتم کامیاب رہے۔اسی طرح آپ نے ردِّ عیسائیت اور ردِّ قادیانیت پر بھی سرگرمی سے کام کیا۔ اور قادیانیوں اور عیسائیوں کے خلاف سیکڑوں کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں فیصلۂ آسمانی (تین جلدیں) شہادتِ آسمانی (دوجلدیں) چشمۂ ہدایت، چیلنج محمدیہ، معیارِ صداقت، معیار المسیح، حقیقۃ المسیح اور آئینۂ اسلام وغیرہ مشہور ومعروف ہیں۔آخر عمر میں آپ مونگیر (بہار) منتقل ہوگئے اور وہاں آپ نے خانقاہِ رحمانی کو اپنا معتکف بنایا، ہزاروں افراد آپ سے بیعت ہوئے۔

وفات: ۶/ربیع الاول سہ شنبہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۳/ستمبر ۱۹۲۷ء کو مونگیر (بہار) میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، وہیں آسودۂ خواب ہیں۔

(سیرت سید محمد علی مونگیریؒ ص ۷، ۸، ۳۰، ۲۷۰)

(۲۴)

حضرت مولانا انوار اللہ خاں صاحب حیدر آبادیؒ

آپ ہندوستان کے مشہور و معروف عالم و مصنفؒ اور مدرسہ نظامیہ حیدر آباد کے بانی تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت قندھار ضلع ناندیڑ (دکن) میں ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۴۷ء میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: آپ نے حفظِ قرآن مجید اور ابتدائی کتابیں اپنے گھر پر پڑھیں، پھر لکھنؤ جا کر حضرت مولانا عبد الحکیم انصاری فرنگی محلی لکھنویؒ کے سامنے زانوئے تلمّذ تہہ کیا، اور پھر جب حضرت مولانا عبد الحئ لکھنویؒ حیدر آباد تشریف لے گئے تو آپ نے اُن سے پورا پورا استفادہ کیا، فن تفسیر آپ نے شیخ عبد اللہ یمنیؒ سے پڑھا۔

درس وتدریس: تکمیلِ علوم وفنون کے بعد آپ نواب محبوب علی خان آف حیدر آباد کے استاذ مقرر ہوئے۔ بعد میں نواب عثمان علی خاں، نواب حیدر آباد کے اتالیق بنا دیے گئے، جب میر عثمان خاں نواب ہوئے تو انہوں نے اپنے استاذ کا مرتبہ بڑھا کر آپ کو وزیرِ اوقاف اور صدر الصدور بنا دیا۔

راہِ سلوک: آپ کو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے شرفِ بیعت حاصل تھا۔

آپ کا دینی و علمی کارنامہ: آپ نے حیدر آباد میں ''مدرسہ نظامیہ'' قائم کیا، جس سے طالبانِ دین اب تک مستفید ہو رہے ہیں۔ آپ قادیانیت کے سخت دشمن تھے، قادیانیوں کے رد میں آپ نے ایک بہترین کتاب ''افادۃ الافہام'' تصنیف فرمائی جو دو جلدوں میں ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں ہیں۔

وفات: آپ کا انتقال جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۸ء کو حیدر آباد میں ہوا۔ اور وہیں اپنے قائم کردہ مدرسہ نظامیہ میں مدفون ہیں۔

(سیرت سید محمد علی مونگیریؒ ص ۳۲۳، دار العلوم دیوبند، احیائے اسلام کی عظیم تحریک ص ۲۲۶)

(۲۵)

حضرت مولانا سید عبدالحئ صاحب فرنگی محلیؒ

آپ اپنے وقت کے نامور محدث وفقیہ، علومِ عقلیہ ونقلیہ میں ماہر، اور درجنوں کتابوں کے مصنف تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۲۶/ ذی قعدہ ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۴۸ء شہر ''باندہ'' میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام عبدالحلیمؒ تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔

تعلیم وتربیت: جب آپ کی عمر پانچ برس کی ہوئی تو حفظ قرآن شروع فرمایا، ساتھ میں فارسی کی بھی کچھ کتابیں ہوتی رہیں۔ دسویں سال میں آپ نے حفظ مکمل کیا، گیارہویں سال کے شروع سے دیگر علوم کی تحصیل شروع کی، اور سترہ برس کی عمر میں فارغ ہوئے۔

آپ نے ساری کتابیں اپنے والد ماجد حضرت مولانا سید عبدالحلیمؒ سے پڑھیں، البتہ علم ہیئت کی بعض کتابیں مفتی نعمت اللہ بن نور اللہ لکھنویؒ سے پڑھیں۔ ۱۲۷۹ھ میں حرمین شریفین حاضر ہوئے، شیخ محدث سید احمد دحلان شیخ الشافعیہ سے ان تمام علوم کی اجازت حاصل کی، جن کی اجازت ان کو اپنے شیخ سے حاصل تھی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد حیدرآباد میں درس وتدریس میں مصروف ہوئے اور ایک مدت تک اس میں مشغول رہے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ حیدرآباد

کی ملازمت ترک کر کے لکھنؤ تشریف لے آئے، جہاں آخر وقت تک قیام فرمایا اور یہیں درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع فرمایا۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ علم معقول ومنقول میں متبحّر تھے۔ شریعت کی باریکیوں پر آپ کی نظر تھی۔ ہندوستان میں فتویٰ نویسی میں یگانۂ روزگار سمجھے جاتے تھے، آپ کی تمام تصانیف نہایت گراں قدر علمی جواہر سے مرصّع ہیں، جن میں سے چند مشہور یہ ہیں: حاشیہ ہدایہ، السعایہ فی کشف مافی شرح الوقایہ، عمدۃ الرعایۃ، ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی وغیرہ۔ اس کے علاوہ آپ کی بہت ساری تصنیفات ہیں جو رسائل کی شکل میں ہیں۔

وفات: آپ کی وفات ۱۹؍ربیع الاول ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۶ء لکھنؤ میں ہوئی۔

(تذکرۂ محدثین ص۲۲۲، ہندوستان میں عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء ص۱۵۴)

(۲۶)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ

آپ دار العلوم دیوبند کے سب سے پہلے فیض یافتہ، ہزاروں علماء کے مربی استاذ، اپنے دور کے محدث، دار العلوم دیوبند کے صدر المدرسین و شیخ الحدیث، ریشمی رومال تحریک کے بانی، اور جنگ آزادی کے علم بردار تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء میں بمقام بانس بریلی (جب کہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب مرحوم بوجہِ ملازمت مع اہلِ وعیال وہاں مقیم تھے) ہوئی۔ والد محترم نے آپ کا نام محمود حسن رکھا اور تاریخی نام بعض علماء نے ''ولد ذوالفقار علی'' تجویز کیا۔

تعلیم وتربیت: آپ نے قرآن مجید اور فارسی کی ابتدائی کتابیں میاں جی منگلوریؒ سے پڑھیں، اور کتبِ عربیہ اپنے چچا مولانا مہتاب علیؒ سے پڑھنی شروع کی، قدوری اور شرحِ تہذیب پڑھ رہے تھے کہ دار العلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا، آپ اس میں داخل ہوگئے۔ اکثر کتب درسیہ دار العلوم کے اولین استاذ ملاّ محمود احمد دیوبندیؒ سے پڑھیں، تکمیلِ نصاب کے بعد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی خدمت میں رہ کر صحاحِ ستہ اور دیگر علوم کی اعلیٰ کتابیں پڑھیں، فنون کی بعض اعلیٰ کتابیں اپنے والد (مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ) سے پڑھیں، ۱۲۹۰ھ میں حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے دستِ مبارک سے دستارِ فضیلت حاصل کی۔

درس وتدریس :فراغت کے بعد ۱۲۹۱ھ میں مدرّس چہارم کی حیثیت سے آپ کا تقرر دارالعلوم دیوبند ہی میں ہوگیا جس سے بتدریج ترقی پاکر ۱۳۰۸ھ میں صدارت کے منصب پر فائز ہوئے اور زندگی کے اخیر لمحہ تک اِس منصب پر فائز رہے، آپ کے تلامذہ میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ جیسے اساطین امت شامل ہیں۔

راہِ سلوک : آپ نے حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کی صحبت میں رہ کر طریقت کی تعلیم حاصل کی اور اجازت وخلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

آپ کا کارنامہ: آپ آزادیٔ ہند کے خواہاں تھے،آپ اسلامی حکومتوں کے تعاون سے ملک کو آزاد کرانا چاہتے تھے،لیکن راز افشا ہونے کی وجہ سے آپ کو مکہ میں گرفتار کرلیا گیا، تین سال دو ماہ جزیرۂ مالٹا میں نظر بند رہنا پڑا، ۱۹۱۹ء میں رہائی کے بعد وطن تشریف لائے، ساحل بمبئ پر آپ کا زبردست استقبال کیا گیا اور آپ کو شیخ الہند کا خطاب دیا گیا۔آپ کے علمی کارناموں میں قرآن مجید کا اردو ترجمہ، ادلۂ کاملہ، ایضاح الادلہ، احسن القُریٰ، جہد المقل ،الابواب والتراجم اور مختلف فتاویٰ اور سیاسی خطبات مشہور ومعروف ہیں۔

وفات :۱۸ربیع الاول ۱۳۲۹ھ مطابق ۳۰ رنومبر ۱۹۲۰ء بروز منگل دہلی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، جنازہ دیوبند لایا گیا، اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی قبرِ مبارک کے قریب مزارِ قاسمی میں دفن کیے گئے۔

(تفصیلی حالات کے لیے دیکھئے! حیات شیخ الہندؒ نقشِ حیات ص ۱۳۰، اسیر مالٹا ص ۳، تذکرۂ شیخ الہند ص ۳، تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲ رص ۱۷۹)

(۲۷)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ

آپ ہندوستان کے نامور محدّث حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ کے نواسے، حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ کے بھانجے، اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خلیفہ تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت اواخر صفر المظفر ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۸۵۲ء میں انقلابِ ۱۸۵۷ء میں پانچ سال پہلے اپنے ننہال قصبہ نانوتہ ضلع سہارن پور میں ہوئی، آپ کے مختلف نام رکھے گئے، ایک نام ظہیر الدین تھا، دوسرا نام خلیل احمد رکھا گیا اور یہی مبارک نام مشہور و معروف ہوا۔ آپ کے والد ماجد کا نام شاہ مجید علی انصاریؒ تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے، آپ کا وطنِ مالوف انبہٹہ تھا جو ضلع سہارن پور کا ایک تاریخی قصبہ ہے۔

تعلیم وتربیت: مکتبی تعلیم آپ نے انبہٹہ اور نانوتہ میں حاصل کی، عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے چچا مولوی انصار علی مرحوم اور کچھ کتابیں اپنے قصبہ کے مشہور عالم مولوی سخاوت علی مرحوم سے پڑھیں۔ اس کے بعد آپ کو انگریزی اسکول میں داخل کر دیا گیا، اسی زمانہ میں دار العلوم دیوبند قائم ہوا تھا، یہاں آپ کے ماموں مولانا یعقوب نانوتویؒ صدر مدرس تھے، اس لئے ۱۲۸۵ھ میں آپ دار العلوم دیوبند میں داخل ہو گئے اور یہاں شرح تہذیب وغیرہ کتابیں پڑھیں، پھر مظاہر علوم سہارن پور تشریف لے گئے اور وہاں حدیث وتفسیر، فقہ اور عقائد وغیرہ کی تحصیل کی۔ ۱۲۸۹ھ میں پھر دار العلوم میں آکر

منطق وفلسفہ اورادب وتاریخ کی اعلیٰ کتابیں پڑھ کر تعلیم سے فراغت حاصل کی۔

درس وتدریس :آپ نے فراغت کے بعد بھوپال، سکندرآباد، بھاول پور، بریلی، دیوبند اور مظاہر علوم سہارن پور میں تشنگانِ علوم نبوی کو سیراب فرمایا۔ آخر میں دار العلوم دیوبند میں بحیثیت نائب صدر مدرس بلائے گیے، پھر کچھ دنوں بعد مظاہر علوم سہارن پور میں منتقل ہوگئے اور عرصہ ٔدراز تک اِسی سے وابستہ رہے، پھر مدینہ منورہ جا کر مقیم ہوگئے۔

راہِ سلوک :آپ کو حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ دونوں سے اجازت وخلافت حاصل تھی، آپ سے بڑے بڑے علماء نے ظاہری وباطنی استفادہ کیا۔

آپ کا علمی کارنامہ :ردِّ بدعت وردِّ شیعیت میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ آپ نے اس سلسلے میں بہت سے مناظرے بھی کیے اور فریقِ مخالف کو شکست دی۔ آپ کا اہم ترین کارنامہ: ''بذل المجہود شرح ابوداؤد'' کی تصنیف ہے جو بیس جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اسی طرح آپ کی دیگر تصانیف میں المغتنم فی زکوۃ الغنم، تنشیط الاذان فی تحقیق محل الاذان، المہند علی المفند معروف بہ التصدیقات لدفع التلبیسات، ہدایات الرشید الیٰ افہام العنید، البراہین القاطعہ اورالانوار الساطعہ مشہور ومعروف ہیں۔

وفات :آپ ۱۶؍ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ مطابق ستمبر ۱۹۲۷ء میں بمرض فالج اللہ کو پیارے ہوگئے، جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

(حیاتِ خلیل ص ۱۷، تذکرۃ الرشید ۲؍ص ۱۵۴، تذکرۃ الخلیل ص ۳۵، تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲؍ص ۳۱)

(۲۸)

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ

آپ اپنے وقت کے قطب الارشاد، حضرت میاں صاحب شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ وحضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خلیفہ، حضرت شیخ الہندؒ کے معتمد دوست، دار العلوم دیوبند کی مجلسِ شوریٰ کے ممبر، مظاہر علوم سہارن پور کے سرپرست، تحریکِ آزادی کے علم بردار، اور مدرسہ فیض ہدایت رحیمی و مدرسہ گلزار رحیمی رائپور ضلع سہارن پور کے بانی تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت تگری ضلع انبالہ پنجاب میں تقریباً ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۵ء میں ہوئی۔ آپ کا اصل وطن تگری ضلع انبالہ تھا، مگر آپ نے وطن اصلی چھوڑ کر رائے پور ضلع سہارن پور میں سکونت اختیار کر لی تھی، جس کی وجہ سے ''رائپوری'' سے مشہور ہو گئے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم گھر ہی پر حاصل کی، اس کے بعد سہارن پور تشریف لے گئے اور وہیں زیادہ تعلیم حاصل کی، آپ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ کے خاص شاگردوں میں ہیں۔

راہِ سلوک: آپ اولاً حضرت میاں صاحب شاہ عبدالرحیم صاحب سہارن پوریؒ جو سلسلۂ قادریہ نقشبندیہ میں اپنے وقت کے نامور شیخ طریقت حضرت حاجی عبدالغفور صاحبؒ (جو اخوند صاحبؒ صوات کے نام سے مشہور ہیں) کے خلیفہ تھے۔ بیعت

وخلافت حاصل کی۔ میاں صاحب کی وفات کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی طرف رجوع کیا اور ان سے بھی اجازت وخلافت حاصل کی۔

آپ کے کارنامے: آپ راہِ سلوک ومعرفت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ سے بڑے بڑے علماء رشتۂ سلوک قائم کیے ہوئے ہیں۔ آپ نے ۱۳۰۸ھ میں رائپور میں ''مدرسہ فیض ہدایت رحیمی'' اور ''مدرسہ گلزارِ رحیمی'' کے نام سے دو دینی ادارے قائم کیے جن سے ہزاروں طلبہ آج بھی مستفید ہو رہے ہیں۔ آپ نے تحریکِ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جنگ عظیم شروع ہو جانے کے بعد جب شیخ الہندؒ حجاز جانے لگے تو اہم امور کے سلسلے میں آپ کو اپنا قائم مقام بنایا۔

وفات: آپ کا انتقال پیلوں میں جہاں آب وہوا کی تبدیلی کی غرض سے تشریف لے گئے تھے، ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹ رجنوری ۱۹۱۹ء میں ہوا۔ علی الصباح جنازہ پیلوں سے رائپور لایا گیا۔ باغ کے جنوبی سمت مسجد کے متصل مدفون ہیں۔

(تاریخ مظاہر ار ص ۲۸، تذکرۃ الرشید ۲ ر ص ۱۵۵، تحریکِ آزادی اور مسلمان ص ۱۶۴، تذکرۃ الخلیل ص ۲۳۶، مکتوب بنام مرتب جناب اسیر ادروی صاحب مدظلہ)

(۲۹)

حضرت علامہ شبلی صاحب نعمانیؒ

آپ اردو اور فارسی کے مشہور ومعروف ادیب وشاعر، اور اپنے وقت کے مؤرخ ومصنف تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں ''بندول''، ضلع اعظم گڑھ (یوپی) میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ حبیب اللہ وکیل تھا۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم مولوی شکر اللہ نامی ایک شخص سے حاصل کی۔ بعد میں اپنے وقت کے مشہور عالم مولانا محمد فاروق صاحب چریّا کوٹی سے عربی کی تمام کتابیں پڑھیں، اس کے بعد تلاشِ علم کے لیے رامپور، لاہور، سہارن پور اور لکھنؤ کا سفر کیا۔ لائق ترین اساتذہ سے معقولات واحادیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا احمد علی محدّث سہارن پوریؒ، وحضرت مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھیؒ جیسے نامور علماء شامل ہیں۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد گھر والوں کو فکر لاحق ہوئی کہ آپ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ کوئی دنیاوی کام بھی کریں۔ چناں چہ انہیں لوگوں کے اصرار پر وکالت کا امتحان پاس کیا اور کچھ دن وکالت بھی کی، لیکن یہ پیشہ پسند نہ آیا۔ اس کو چھوڑ کر سرکاری ملازمت اختیار کی اور امین دیوانی کے عہدہ پر فائز ہوگئے لیکن چند دنوں کے بعد اس سے بھی مستعفی ہوگئے۔ اور علمی مشاغل میں وقت گزارنے لگے۔ آپ کے چھوٹے

بھائی علی گڑھ میں پڑھتے تھے، ان سے ملنے کے لیے ۱۸۸۲ء میں علی گڑھ گئے۔ وہاں آپ کی ملاقات سر سید احمد خاںؒ سے ہوئی۔ انہوں نے آپ کو فارسی کا پروفیسر مقرر کر دیا۔ سر سید احمد خاںؒ کے انتقال کے بعد ۱۸۹۸ء میں علی گڑھ سے قطع تعلق کر کے گھر چلے آئے۔ آپ نے اب اعظم گڑھ ہی میں مستقل قیام کا ارادہ فرما لیا۔ مگر سید علی بلگرامی کے اصرار پر حیدر آباد تشریف لے گئے اور وہاں چار برس تک بحیثیت ناظم محکمہ تعلیم میں کام کیا، پھر ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لائے جہاں معتمدِ تعلیم کے عہدے پر فائز ہوئے اور یہیں سے آپ کی شہرت کا آغاز ہوا۔ ۱۹۱۴ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کو خیر باد کہہ کر اعظم گڑھ ہی میں علمی کاموں میں مشغول ہو گئے۔

آپ کا تاریخی، تنقیدی وعلمی کارنامہ: آپ اردو وفارسی کے زبردست ادیب وشاعر تھے، آپ کو فن تاریخ وتنقید میں یدطولیٰ حاصل تھا۔ تاریخ نویسی میں آپ کا اسلوبِ بیان نہایت دل چسپ اور دل کش ہے۔ فن تنقید کو بھی آپ نے زبردست فروغ دیا اس کے اصول قائم کیے، اس سلسلے میں ''شعر العجم'' اور ''موازنۂ انیس و دبیر'' لکھ کر لوگوں کو عمل کا راستہ بتایا۔ اس کے علاوہ آپ کے تاریخی، تنقیدی وعلمی کارناموں میں سیرت النبیؐ پہلی جلد، المامون، الفاروق، سیرت النعمان، الغزالی، سوانح مولانا روم، علم الکلام، شہدائے قوم اور مکاتیبِ شبلی وغیرہ بہت ہی مشہور ومعروف ہیں، آپ کو ادبی، تاریخی، تنقیدی خدمات پر برٹش حکومت نے ۱۹۱۴ء میں شمس العلماء کا خطاب دیا۔

وفات: آپ کی وفات ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء کو ہوئی، دار المصنفین اعظم گڑھ کے احاطے میں مدفون ہیں۔

(حیاتِ شبلی، مختصر تاریخ اردو ادب ص ۲۷۵، سو شعرائے کرام ص ۹۶)

(۳۰)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ

آپ اپنے وقت کے مشہور ومعروف عالم دین، مفتیِ اعظم، محدث، مفسر، دارالعلوم دیوبند کے اولین مفتی، حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم ثانی دارالعلوم کے خلیفہ اور حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کے مجاز تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۸۵۸ء میں ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام ''ظفیر الدین'' رکھا گیا۔ آپ کے والد کا نام حضرت مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی تھا۔

تعلیم وتربیت: ۱۲۸۴ھ کے اواخر میں جب دارالعلوم دیوبند میں درجۂ قرآن شریف جاری ہوا تو آپ کو درجۂ حفظ میں داخل کیا گیا۔ اور ۱۲۸۷ھ میں حفظ قرآن مکمل فرمایا۔ ۱۲۹۵ھ میں آپ نے بخاری شریف، مسلم شریف، اور شرح عقائد کا امتحان دے کر دارالعلوم سے فراغت حاصل کی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد کچھ عرصے تک دارالعلوم دیوبند میں آپ معین المدرس رہے، اور ساتھ ہی فتویٰ نویسی بھی حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کی نگرانی میں انجام دیتے رہے۔ پھر آپ کو میرٹھ بھیج دیا گیا، جہاں مدرسہ اسلامیہ اندرکوٹ میں کئی سال تک درس وتدریس میں مصروف رہے۔ ۱۳۰۹ھ میں دارالعلوم دیوبند کی نیابت اہتمام کے لیے بلائے گئے۔ ۱۳۱۰ھ میں عہدۂ افتاء سنبھالا اور ۱۳۴۶ھ تک درسِ تفسیر وحدیث وفقہ کے ساتھ افتاء کی عظیم الشان خدمت انجام

دیتے رہے، پھر ڈابھیل تشریف لے گئے جہاں بخاری شریف وغیرہ کتابیں پڑھائیں۔

راہِ سلوک: آپ نے سلوک کے منازل حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم ثانی دار العلوم دیوبند کی خدمت میں رہ کر طے کیے اور انہیں سے اجازت وخلافت حاصل کی۔ ۱۳۰۵ھ میں جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی خدمت میں ڈیڑھ سال قیام فرمایا اور ان کے مجاز ہوئے۔

آپ کا فقهی وعلمی کارنامه: آپ فتاویٰ نویسی میں بڑے ماہر تھے۔ مشکل سے مشکل استفتاء کا جواب بغیر کتاب دیکھے بلا تکلف تحریر فرمادیا کرتے تھے۔ دورانِ قیام دار العلوم دیوبند آپ کے فتاویٰ کی تعداد ایک لاکھ اٹھارہ ہزار کے لگ بھگ ہے، یہ آپ کا زبردست کارنامہ اور عظیم الشان دینی خدمت ہے۔ آپ کے علمی کارناموں میں جلالین شریف کا اردو ترجمہ، اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے رسالہ میزان البلاغہ کا حاشیہ مشہور ہے۔

وفات: ۱۷؍ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء کی شب میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، مزارِ قاسمی دیوبند میں مدفون ہیں۔

(تذکرۂ محدثین ص ۲۳۶، تاریخ دار العلوم دیوبند ص ۴۵و ۲۴۶)

(۳۱)

حضرت علامہ ظہیر احسن شوق صاحب نیمویؒ

آپ تیرہویں صدی ہجری کے مشہور و معروف جلیل القدر محدث، اور بقول علامہ انور شاہ کشمیریؒ آپ بڑے ذی علم، کثیر الفہم، وسیع الحافظہ، مرجعِ خلائق، حافظِ حدیث مقتدا یکتائے روزگار انسان تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۴؍ جمادی الاول ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء میں بروز بدھ صبح کے وقت اپنی خالہ کے گھر صالح پور ضلع نالندہ (پٹنہ) میں ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام ظہیر الاسلام، مشہور نام ظہیر احسن، اور اصل نام محمد تھا۔ آپ کی کنیت ابوالخیر تھی، اور دنیائے شعر وادب میں آپ کا تخلص شوق تھا۔ موضع نیمی ضلع نالندہ (پٹنہ) آپ کا وطن مالوف تھا۔ آپ کا نسب اکتیسویں پست پر سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جاملتا ہے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی کتابیں آپ نے اپنے گاؤں کے مکتب میں پڑھیں، اس کے بعد عربی کی تعلیم اپنے والد شیخ سبحان علی صدیقی سے پائی، عربی کی ابتدائی تعلیم کے بعد عظیم آباد (پٹنہ) تشریف لے گئے اور وہاں عربی کے مشہور عالم شمس العلماء مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی کی خدمت میں رہ کر عربی زبان وادب کی تکمیل کی۔ ۱۲۹۶ء میں مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور گئے اور مولانا حافظ عبد اللہؒ سے کسبِ فیض کیا۔ اس وقت شمال مشرقی ہندوستان میں علماء فرنگی محلی کے علم و فضل اور تفقہ کا شہرہ دور دور تک پہنچا ہوا تھا۔ فرنگی محل کے مسند درس پر علامۂ عصر فقیہ الدہر علامہ عبد الحئ مرحوم متمکن تھے،

اس لیے لکھنؤ جا کر ان سے کسبِ فیض کیا۔

درس وتدریس :شروع میں آپ پر شعر گوئی کا ذوق غالب رہا لیکن اللہ نے اس طرح سے قلب کو موڑ دیا اور بعد میں حدیث پاک کی خدمت میں مشغول ہو گئے، اس قلبِ ماہیت کا واقعہ بھی عجیب وغریب ہے، صاحبِ نزہۃ الخواطر کا بیان ہے کہ:

"مولانا نے ایک رات کو خواب دیکھا کہ وہ اپنے سر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ مبارک اٹھائے ہوئے ہیں، تو مولانا نے ہی اس خواب کی تعبیر یہ نکالی کہ اب سے وہ علومِ نبوی کے حامل بنیں گے، چناں چہ اُسی وقت سے انہوں نے سارے مشاغل چھوڑ دیے اور حدیث کے مطالعہ میں مصروف ہو گئے۔"

راہِ سلوک :آپ نے سلوک ومعرفت کی منزلیں بھی طے کیں، چناں چہ اس راہ میں شیخ وقت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ کو اپنا پیر ومرشد قرار دیا اور ان سے بیعت ہوئے۔

آپ کا علمی کارنامہ :آپ کا سب سے بڑا علمی کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے حنفی نقطۂ نظر سے اُن احادیث کا انتخاب کیا جن سے حنفی مسلک کے دلائل مستنبط ہوتے تھے، چناں چہ آپ نے اس کا نام "آثار السنن" رکھا۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی دیگر تصانیف ہیں مثلاً: مقالۂ ادلہ، سرمۂ تحقیق، تبیان التحقیق، حبل المتین، دیوانِ شوق، نغمۂ زار، سوز وگداز اور ازاحۃ الاغلاط وغیرہ۔

وفات :آپ کی وفات جمعہ کے دن عین خطبہ کے وقت ۱۷ر رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۵ر نومبر ۱۹۰۴ء کو ہوئی۔ وطن مالوف نیمی میں مدفون ہیں۔

(عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء اور ان کی خدمات ص ۹۱، تذکرۂ محدثین ص ۲۷۳، بحث ونظر۔ مارچ ۱۹۹۱ء ص ۶۷ تا ۹۶)

(۳۲)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

آپ ہندوستان کے مشہور و معروف عالم دین، اپنے وقت کے شیخ طریقت، حکیم الامت، نامور محدث و مفسر، عظیم مصنف وفقیہ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ممتاز خلیفہ اور چودہویں صدی ہجری کے مجدد تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۵ / ربیع الثانی بروز چہارشنبہ ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ء صبحِ صادق کے وقت قصبہ "تھانہ بھون"، ضلع مظفر نگر (یوپی) میں ہوئی۔ آپ کا تاریخی اسم گرامی "کرم عظیم" ہے۔ آپ تھانہ بھون کے شیوخ فاروقی میں سے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام عبدالحق تھا۔ آپ کے والد فارسی میں اعلیٰ قابلیت کے ساتھ ساتھ بہت اچھے انشاء پرداز اور وسیع المشرب انسان تھے، ساتھ ہی بہت بڑے صاحبِ جائداد بھی تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے قرآن شریف حافظ حسین علیؒ سے حفظ کیا۔ فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں وطن میں حضرت مولانا فتح محمد تھانویؒ سے پڑھیں، اور ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں تکمیل علوم کی غرض سے دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ۱۲۹۹ھ میں دار العلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ تجوید وقرأت کی مشق "مکہ مکرمہ" میں قاری محمد عبد اللہ مہاجر مکیؒ سے کی۔ آپ کے اساتذۂ دار العلوم میں حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ شامل ہیں۔

درس وتدریس: ۱۳۰۱ھ میں اہل کان پور کی درخواست پر ''مدرسہ فیض عام کان پور'' میں صدارت کے منصب پر فائز ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے ''جامع العلوم'' کے نام سے کان پور ہی میں ایک مدرسہ قائم کیا اور اس کی صدارت آپ نے خود ہی فرمائی، اس طرح تقریباً چودہ سال تک آپ نے درس وتدریس میں اپنا وقت صرف کیا۔ ۱۳۱۵ھ میں ترک ملازمت کر کے تھانہ بھون کی خانقاہ امدادیہ کو آباد کیا، اور آخر عمر تک یہیں سے تبلیغ دین، تزکیۂ نفس، تصنیف وتالیف کی عظیم الشان خدمات انجام دیتے رہے۔

راہِ سلوک: آپ نے سلوک کی منزلیں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی خدمت میں رہ کر طے کیں اور اجازت وخلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

آپ کا اصلاحی، تجدیدی وعلمی کارنامہ: آپ کی زندگی کا ایک نہایت روشن پہلو آپ کے بلند پایہ اصلاحی وتجدیدی کارنامے ہیں۔ آپ کے اصلاحی وتجدیدی کارناموں کا ذکر سید محبوب رضویؒ ''تاریخ دار العلوم دیوبند'' میں حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کے حوالہ سے اُنہیں کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

''اصلاحِ امت کی کوشش میں علمی وعملی زندگی کے ہر گوشے پر ان کی نظر تھی، بچوں سے لے کر بوڑھوں تک، عورتوں سے لے کر مردوں تک، جاہلوں سے لے کر عالموں تک، عامیوں سے لے کر صوفیوں، درویشوں اور زاہدوں تک، غریبوں سے لے کر امیروں تک، ان کی نظر مصروفِ اصلاح وتربیت رہی۔ پیدائش، شادی بیاہ، غمی اور دوسری تقریبوں اور اجتماعوں تک کے احوال پر ان کی نظر پڑی، اور شریعت کے معیار پر جانچ کر ہر ایک کا کھرا کھوٹا الگ کیا۔ رسوم وبدعات اور مفاسد کے ہر روڑے اور پتھر کو ہٹا کر صراطِ مستقیم کی راہ دکھائی۔ تبلیغ، تعلیم، سیاست، معاشرت، اخلاق وعبادات اور عقائد میں دین

خالص کے معیار سے جہاں کوتاہی نظر آئی، اس کی اصلاح کی، فقہ کے نئے نئے مسائل اور مسلمانوں کی نئی نئی ضرورتوں کے متعلق اپنے نزدیک پورا سامان مہیّا کر دیا۔ اور خصوصیت کے ساتھ احسان وسلوک کی، جس کا مشہور نام تصوف ہے، تجدید فرمائی۔ ان کے سامنے دین کی صحیح تمثال تھی، اسی کے مطابق مسلمانوں کی موجودہ زندگی کی تصویر میں جہاں جہاں نقائص تھے، ان کو درست کرنے میں عمر بھر مشغول رہے، انہوں نے اپنی زندگی اسی میں صرف کردی کہ مسلمانوں کی تصویر حیات کو اس شبیہ کے مطابق بنادیں، جو دین حق کے مرقع میں نظر آتی ہے۔" (تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲رص ۵۳، بحوالہ جامع المجددین ص ۲۷،۲۸)

آپ نے اصلاحی وتجدید کارناموں کے ساتھ ساتھ زبردست علمی کارنامہ بھی انجام دیا، آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ایک ہزار کے قریب پہنچتی ہیں، جس میں بیان القرآن (اردو ترجمہ) اور بہشتی زیور آپ کا عظیم الشان علمی کارنامہ ہے۔

وفات: آپ کی وفات ۱۶ر رجب المرجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء کو تھانہ بھون میں ہوئی اور وہیں مدفون ہیں۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲رص ۵۱، تذکرۂ محدثین ص ۲۶۸، قرآن حکیم کے اردو تراجم ص ۴۲۳، اشرف السوانح)

(۳۴)

حضرت مولانا امین الدین صاحب دہلویؒ

آپ بڑے عابد وزاہد، فن عملیات کے ماہر، اور مدرسہ امینیہ دہلی کے بانی تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں اورنگ آباد (مہاراشٹر) میں ہوئی، بعد میں آپ نے ایولہ ضلع ناسک میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ اور آخر میں جب آپ نے مدرسہ امینیہ قائم فرمایا تو دہلی ہی کے ہوکر رہ گئے۔

تعلیم وتربیت: ۱۳۰۴ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ پھر شاہ جہاں پور جاکر مولانا نادِر الدینؒ سے معقولات کی کتابیں پڑھیں، منطق وفلسفہ حضرت مولانا عبد الحق خیر آبادیؒ سے پڑھیں۔ ۱۳۰۹ھ میں دوبارہ دارالعلوم دیوبند تشریف لاکر ۱۳۱۲ھ میں درسِ نظامی کی تکمیل کرکے فراغت حاصل کی۔

آپ کا کارنامہ: آپ نے ۱۳۱۵ھ میں سنہری مسجد چاندنی چوک دہلی میں ''مدرسہ امینیہ'' قائم کیا، جس سے بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے، آپ ہی کے نام پر مدرسہ کا نام امینیہ رکھا گیا۔ آپ کی جد وجہد سے اس مدرسہ کو کافی ترقی اور شہرت حاصل ہوئی، چناں چہ دہلی کے تمام دوسرے دینی مدارس میں یہ مدرسہ ہمیشہ ممتاز رہا ہے۔ اس مدرسہ کے منصبِ صدارت کو اولاً محدث وقت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور بعد میں مفتیٔ اعظم مولانا کفایت اللہ شاہ جہاں پوریؒ جیسی شہرۂ آفاق شخصیتوں نے زینت بخشی۔

وفات: آپ کی وفات ۱۹؍رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ مطابق ۶؍جون ۱۹۲۰ء کو دہلی میں ہوئی۔ ''مہندیان'' میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مزار کے قریب مدفون ہیں۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲؍ص ۷۶)

(۳۴)

حضرت مولانا حکیم عبدالحیٔ رائے بریلویؒ

آپ اپنے وقت کے زبردست مؤرخ، محقق اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۸/ رمضان المبارک ۱۲۸۶ھ مطابق ۲۲/ دسمبر ۱۸۶۹ء میں دائرہ حضرت شاہ علم اللہ بیرون شہر رائے بریلی میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید فخر الدین خیالی تھا۔

تعلیم وتربیت: آپ نے عربی اور فارسی کی تعلیم ہنسوہ اور رائے بریلی میں حاصل کی، پھر الہ آباد تشریف لے گئے۔ وہاں تقریباً دوسال مولانا محمد حسین الہ آبادیؒ اور دوسرے علماء سے تحصیل علم کیا۔ پھر ۱۳۰۱ھ میں بغرضِ تعلیم بھوپال تشریف لے گئے۔ ۱۳۰۳ھ میں آپ لکھنؤ واپس آئے اور یہاں پر آپ نے مولانا امیر علیؒ، مولوی الطاف حسینؒ، مولوی فتح محمدؒ، مولانا فضل اللہؒ اور مولانا نعیم فرنگی محلیؒ سے کتب درسیہ پڑھیں۔ لکھنؤ کے زمانۂ قیام میں فخر المتأخرین مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلیؒ کی بھی زیارت کی اور ان کی مجالس میں شریک ہوئے۔

لکھنؤ سے تعلیمی فراغت کے بعد آپ دوبارہ بھوپال تشریف لے گئے، جہاں مولانا قاضی عبدالحقؒ سے باقی کتب درسیہ، مولانا سید احمد دہلویؒ سے ریاضی، مولانا شیخ محمد عربؒ سے ادب اور مولانا شیخ حسن یمانیؒ سے علم حدیث بڑے انہماک اور توجہ سے حاصل کیا، اسی زمانہ میں آپ نے لکھنؤ میں نامور طبیب حکیم عبد العلیؒ سے طب کی کتابیں بھی

پڑھیں، اورانہیں کے یہاں مطب شروع کیا۔ تحصیلِ علم سے فراغت کے بعد ۱۳۱۲ھ میں جب کہ آپ کی عمر ۲۶؍سال تھی آپ نے ہندوستان کے مشہور دینی و علمی مراکز کا سفر شروع کیا، علماء ومشائخ کی خدمت میں حاضری دی، ان کے درس میں شریک ہوئے، حدیث کی اجازت حاصل کی اور علمی و باطنی استفادہ کیا۔

راہِ سلوک : زمانہ طالب علمی ہی میں آپ کئی بار اُویس زمانہ شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، چناں چہ شاہ صاحب نے آپ کو بلا درخواست بیعت فرمالیا۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ نے ''نزہۃ الخواطر'' کے نام سے ایک کتاب عربی میں تصنیف کی جس میں پانچ ہزار فضلاء، علماء، مشائخ، سلاطین، امراء، شعراء اور ادباء کے حالات درج ہیں۔ یہ آپ کا زبردست علمی کارنامہ ہے۔ اِس کے علاوہ بھی دیگر تصانیف ہیں۔ مثلاً: ''**الثقافة الاسلامية فى الهند**'' اور ''**الهند فى العهد الاسلامى**'' وغیرہ۔ ۱۳۱۳ھ میں آپ نے ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد علی مونگیریؒ کی ماتحتی میں کام شروع کیا۔ ۱۳۲۳ھ تک مددگار ناظم کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ۱۹۱۵ء میں بالاتفاق ناظم منتخب ہوئے اور اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک اِس منصب پر فائز رہے۔ آپ کے دورِ نظامت میں ندوۃ العلماء نے کافی ترقی کی اور عالم گیر شہرت اختیار کرلی۔

وفات : آپ کی وفات ۱۵؍ جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۳ء کو جمعہ اور شنبہ کی درمیانی شب میں ہوئی۔ رائے بریلی میں مدفون ہیں۔

(ہندوستان میں عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء ص ۱۷۵، حیات عبدالحیؒ مرتبہ: مولانا علی میاں ندویؒ مدظلہٗ)

(۳۵)

حضرت مولانا مفتی محمد سہول صاحب بھاگل پوریؒ

آپ اپنے وقت کے نامور عالم دین، حضرت شیخ الہندؒ کے ممتاز شاگرد، دارالعلوم دیوبند کے استاذ وصدر مفتی، مدرسہ عزیزیہ بہار شریف، مدرسہ عالیہ کلکتہ، مدرسہ عالیہ سلہٹ کے صدر مدرس وشیخ الحدیث، مدرسہ عالیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے پرنسپل اور دارالعلوم دیوبند کی مجلسِ شوریٰ کے رکن تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت تقریباً ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں ''پورینی''، ضلع بھاگل پور (بہار) میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، اس کے بعد بھاگل پور میں مولانا اشرف عالمؒ کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے، وہاں سے کان پور پہنچے اور مدرسہ جامع العلوم میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا محمد اسحاق بردوانیؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور مدرسہ فیض عام کان پور میں رہ کر مولانا محمد فاروق چڑیاکوٹیؒ سے بھی تحصیل علم کی، کان پور سے حیدرآباد تشریف لے گئے، حیدرآباد کا سفر پیدل دو ماہ میں پورا کیا، حیدرآباد کے دورانِ قیام میں حضرت مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھیؒ اور مولانا بہاریؒ سے منطق وفلسفۂ، ہیئت، ادب، اور اصولِ فقہ کی تحصیل کی، حیدرآباد سے دہلی پہنچ کر مولانا نذیر حسینؒ کے درس میں شریک ہوئے، آخر میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور حضرت شیخ الہندؒ سے حدیث کی تکمیل کی۔

درس وتدریس :فراغت کے بعد سات آٹھ سال تک دار العلوم دیوبند ہی میں مدرس رہے۔ پھر مدرسہ عزیزیہ بہار شریف، مدرسہ عالیہ کلکتہ اور مدرسہ عالیہ سلہٹ میں صدر مدرس اور شیخ الحدیث رہے۔ ۱۹۲۰ء میں پٹنہ کے مدرسہ عالیہ شمس الہدیٰ میں پرنسپل مقرر ہوئے، غرض کہ ۴۶ر برس تک یوپی، بہار، بنگال اور آسام کے بڑے بڑے مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، ۱۳۵۰ھ سے ۱۳۶۲ھ تک دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔

آپ کا علمی وفقھی کارنامه :آپ نے ۱۳۵۵ھ سے ۱۳۵۷ھ تک تقریباً تین سال دار الافتاء دار العلوم دیوبند میں بحیثیت صدر مفتی فرائض انجام دیے۔ آپ کے زمانے میں ۱۵۱۸۵ر فتاویٰ دار الافتاء سے روانہ کیے گئے۔ آپ کا شمار دار العلوم دیوبند کے اُن فضلاء میں ہوتا ہے جنہوں نے علمی، تصنیفی، فقہی اور دینی وملّی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔

وفات :۲۷ر رجب المرجب ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء کو وصال ہوا۔ پورینی میں مدفون ہیں۔

(تاریخ دار العلوم دیوبند ۲ر ص ۲۵۶)

(۳۶)

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھیؒ

آپ نہایت ہی ذہین وفطین، حضرت شیخ الہندؒ کے تلمیذ رشید، نظارۃ المعارف، ادارہ بیت الحکمۃ کے بانی اور جمعیۃ الانصار دیوبند کے متحرک اور سرگرم رکن، اور تحریکِ آزادی کے علم بردار تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء میں مغربی پنجاب کے ضلع سیال کوٹ میں ہوئی۔ آپ کے والد پہلے ہندو تھے۔ بعد میں سِکھ ہو گئے۔

تعلیم وتربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم جام پور مڈل اسکول میں ہوئی، دورانِ طالب علمی اسلامیات کا مطالعہ کیا اور صداقت اسلام سے متأثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد جام پور سے سندھ چلے گئے۔ وہاں حافظ محمد صدیق (جو ایک بہت بڑے صاحب نسبت بزرگ تھے) کی خدمت میں کچھ مدت قیام کیا۔ ۱۳۰۶ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ ۱۳۰۷ھ میں دورۂ حدیث میں شریک ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد سندھ چلے گئے۔ ۱۳۱۵ھ میں دوبارہ دیوبند تشریف لاکر اپنے استاذ حضرت شیخ الہندؒ سے کتب حدیث کی اجازت حاصل کی۔

آپ کے کارنامے: آپ نے تحریکِ آزادی کے لیے اپنے استاذ حضرت شیخ الہندؒ سے مل کر بڑی بڑی اسکیمیں تیار کیں۔ تحریک آزادی کی کامیابی کے لیے افغانستان، ترکی، روس، عرب اور ایران وغیرہ کا سفر کیا۔ ریشمی رومال کی تحریک میں آپ

نے قائدانہ رول ادا کیا۔جنگ آزادی کے لیے ہزاروں مصیبتیں جھیلیں اور طرح طرح کے مصائب برداشت کیے۔

۱۳۲۷ھ میں ''جمعیۃ الانصار'' کے نام سے ایک ادارہ دیوبند میں قائم کیا جس کا مقصد دارالعلوم کے اثرات کی اشاعت وترویج تھا۔۱۳۳۱ھ میں مدارسِ عربیہ کے فضلاء اور گریجویٹ طلبہ کو قرآن مجید کے حقائق ومعارف سے روشناس کرانے کے لیے فتح پوری مسجد دہلی کے ایک کمرے میں ''نظارۃ المعارف القرآنیہ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔

اسی طرح جامعہ ملیہ دہلی میں ''بیت الحکمۃ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کا مقصد حکمتِ ولی اللٰہی کی روشنی میں کتاب وسنت کی تشریح اور عہدِ حاضر کے مسائل کا حل نکالنا تھا۔آپ کے علمی کارناموں میں ''میری ڈائری'' اور ''شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک'' مشہور ومعروف ہے۔

وفات:۱۳۶۴ھ مطابق ۲۱/اگست ۱۹۴۴ء کو قصبہ دین پور (ریاستِ بھاولپور پاکستان کا ایک قصبہ ہے) میں، جہاں آپ آخر عمر میں مقیم تھے، انتقال فرمایا۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند۲/ص۶۵ ،الجمعیۃ ویکلی ۱۹۹۲ء، تحریکِ آزادی اور مسلمان ص۱۵۵)

(۳۷)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ

آپ اپنے وقت کے مشہور ومعروف شیخ طریقت، عارف باللہ، اور حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ کے ممتاز خلفاء میں تھے۔

ولادت: آپ کا سن ولادت کیا ہے؟ اس سلسلے میں یقین کے ساتھ آپ کے کسی بھائی یا عزیز کو یاد نہیں ہے۔ البتہ تخمیناً ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء کے کچھ بعد آپ کی ولادت ''ڈھڈیاں'' پنجاب (پاکستان) میں ہوئی۔ آپ کا نام والدین نے غلام جیلانی رکھا۔ جب رائپور حاضری ہوئی تو آپ کے شیخ (شاہ عبدالرحیمؒ) نے آپ کا نام شیخ عبد القادر تجویز فرمایا اور اِسی آخر نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام احمد تھا۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے چچا حافظ محمد یاسینؒ اور مولانا کلیم اللہؒ سے پائی۔ مولانا کلیم اللہؒ سے قرآن مجید حفظ کیا، مراح الارواح ''قال اقول'' تک مولانا محمد خلیل سے پڑھا۔ وطن میں رہ کر آپ کو تعلیم کا جاری رکھنا دشوار نظر آیا تو آپ نے دہلی، پانی پت، سہارن پور، رامپور اور بریلی وغیرہ کا سفر کیا، اور ان جگہوں پر مختلف کتابیں پڑھیں، آخر میں مولانا عبد العلی میرٹھیؒ (تلمیذ رشید حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ) سے کتب احادیث پڑھیں۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد دس گیارہ مہینے بریلی میں رہ کر درس وتدریس کے فرائض انجام دیے۔ اسی دوران والد ماجد کے انتقال کی خبر ملی تو ملازمت چھوڑ

کر گھر تشریف لے گئے۔

راہِ سلوک : آپ نے حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ کی خدمت میں رہ کر منازل سلوک طے کیے اور اجازت وخلافت سے مشرف فرمائے گئے۔ آپ کی ذات سے عوام وخواص کو بڑا فیض پہنچا۔ بڑے بڑے علماء نے آپ سے اصلاحی تعلق قائم کیا۔

آپ کا کارنامہ : حضرت مولانا علی میاں ندوی مدظلہ ''سوانح عبدالقادر'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ جس وقت ہندوستان اور پاکستان تقسیم ہوا، اس وقت سارے کے سارے مسلمان ہندوستان چھوڑ کر پاکستان جا رہے تھے، ایسے وقت میں اُکھڑے ہوئے قدموں کو آپ نے جمایا۔ یہ آپ کا بہت ہی بڑا کارنامہ ہے جو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

وفات : آپ کی وفات ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۶/اگست ۱۹۶۲ء کو اپنے وطن ''ڈھڈیاں'' میں ہوئی اور وہیں مدفون ہیں۔

(سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ)

(۳۸)

حضرت مولانا شوکت علی صاحب رامپوریؒ

آپ ہندوستان کے مایہ ناز لیڈر، میدانِ سیاست کے شہ سوار، تحریک خلافت کے روح رواں اور مولانا محمد علی جوہرؔ کے بڑے بھائی تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء کو رامپور (یوپی) میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: آپ کی تعلیم بریلی اور علی گڑھ کالج میں ہوئی۔ آپ نے ۱۸۹۴ء میں بی، اے کی سند حاصل کی۔

ملازمت: فراغت کے بعد آپ نے حکومت ہند کے محکمۂ افیون میں ملازمت اختیار کی۔

سیاست میں شرکت: ترکِ ملازمت کے بعد اپنے چھوٹے بھائی محمد علی جوہرؔ کے ساتھ کانگریس اور تحریک خلافت میں حصہ لیا، اور اس کے روح رواں ثابت ہوئے، ملک کی آزادی میں پیش پیش رہے، آپ بہترین مقرر، وجیہہ وشکیل، قدآور اور بھاری بھرکم شخصیت کے مالک تھے۔ آپ نے خدام کعبہ کے نام سے ایک کمیٹی بھی بنائی تھی۔

وفات: ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۸ء کو اِس دنیا سے رخصت ہوگئے، جامع مسجد دہلی کے سامنے مدفون ہیں۔

(تذکرہ ابوالکلام از حواشی ص ۳۴۴، جنگ آزادی اور مسلمان ص ۲۸۳)

(۳۹)

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ

گلستانِ وادیٔ لولاب کا تازہ گلاب
چہرۂ انور تھا شرحِ آئینہ نور و کتاب

آپ نہایت ہی عظیم القدر محدث، جلیل القدر عارف باللہ، دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین، اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خلیفہ تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۲۷ر شوال المکرّم ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۶/۱ اکتوبر ۱۸۷۵ء کو بروز شنبہ بوقت صبح اپنے نانہال میں بمقام ''دوداں'' وادیٔ لولاب (کشمیر) میں ہوئی۔ آپ کا نام انور اور شاہ عرف ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام مولانا محمد معظم شاہؒ ہے، آپ کے والد ماجد بہت بڑے عالم ربانی، زاہد و عابد اور کشمیر کے نہایت مشہور خاندانی پیر و مرشد تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ مسعود نروری کشمیری سے ہے، جن کے بزرگوں کا اصل وطن بغداد تھا۔ وہاں سے ملتان آئے پھر کشمیر میں سکونت اختیار کی۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ساڑھے چار سال کی عمر میں اپنے والد ماجد (مولانا معظم شاہؒ) سے قرآن شریف شروع کیا، ساتھ ہی فارسی کی بھی چند کتابیں شروع کیں اور چھ برس کی عمر میں قرآن شریف اور فارسی کی چند ابتدائی کتابیں ختم کر کے علوم متداولہ میں مشغول ہو گئے۔ مزید طلبِ علم کے لیے تین سال ہزارہ کے مدارس میں رہ کر مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔ یہاں بھی علم کی پیاس نہ بجھی تو ہندوستان کی عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم دیوبند کی طرف روانہ ہو گئے۔ چناں چہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں

دیوبند تشریف لائے اور چار سال رہ کر وہاں کے مشائخ وقت سے استفادہ کیا اور ۱۳۱۴ھ میں بیس اکیس سال کی عمر میں سندِ فراغت حاصل کی۔

راہِ سلوک :فراغت کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سند حدیث کے علاوہ باطنی فیوض سے بھی مستفیض ہوئے اور خلافت حاصل کی۔

درس وتدریس :۱۳۱۵ھ میں جب مدرسہ امینیہ دہلی کی بنیاد رکھی گئی تو آپ کا بہ حیثیت صدر مدرس انتخاب عمل میں آیا۔ چناں چہ آپ نے کم وبیش ساڑھے چار سال تک علوم مروّجہ کا درس دیا۔ ۱۳۲۰ھ میں کشمیر تشریف لے گئے اور وہاں اپنے علاقے میں ''فیض عام'' کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا۔ ۱۳۲۳ھ میں حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے، کچھ مدت تک حجاز میں قیام رہا اور وہاں کے کتب خانوں سے استفادہ کیا، پھر ۱۳۲۷ھ میں دار العلوم دیوبند تشریف لائے، حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو روک لیا، کئی سال تک یہیں درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۳۳۳ھ میں جب حضرت شیخ الہندؒ نے سفرِ حجاز کا قصد کیا، تو اپنی جانشینی کا فخر آپ کو بخشا، چناں چہ آپ دار العلوم دیوبند کی مسندِ صدارت پر تقریباً بارہ سال تک جلوہ افروز رہے۔ ۱۳۴۶ھ میں اہتمام دار العلوم سے بعض اختلافات کی باعث آپ فرائضِ صدارت سے سبک دوش ہوکر جنوبی ہند کے مدرسہ ڈابھیل (گجرات) تشریف لے گئے اور ۱۳۵۱ھ تک وہاں درس حدیث کا مشغلہ جاری رہا۔

آپ کے تلامذہ کی تعداد دو ہزار سے بھی متجاوز ہے۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست میں حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ، حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائپوریؒ، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، حضرت مولانا یوسف بنوریؒ اور حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادی جیسے نامور علماء شامل ہیں۔

آپ کا بے نظیر قوتِ حافظہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت حافظہ کی دولت سے بھی مالا مال فرمایا تھا۔ ''حیات انور'' میں لکھا ہے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب میں کسی کتاب کا سرسری مطالعہ کرتا ہوں اور اُس کے مباحث کو محفوظ رکھنے کا ارادہ بھی نہیں ہوتا تب بھی پندرہ سال تک اس کے مضامین مجھے محفوظ رہ جاتے ہیں۔

آپ کا علمی مقام: آپ کا علمی مقام بہت ہی بلند تھا۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ جب شاہ صاحب میرے پاس آ کر بیٹھتے ہیں تو میرا قلب ان کی علمی عظمت کا دباؤ محسوس کرتا ہے، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ ہمیشہ آپ کو چلتا پھرتا کتب خانہ فرمایا کرتے تھے۔

آپ کا علمی، اصلاحی وسیاسی کارنامہ: آپ نے قادیانیت کے خلاف مناظرے کیے، ردِ قادیانیت پر کتابیں اور رسائل تصنیف فرمائے، اسی طرح عرف الشذی ،فیض الباری، بسط الیدین، مشکلات القرآن، خاتم النبیین ،عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام ،خزائن الاسرار، فصل الخطاب فی مسئلۃ ام الکتاب اور نیل الفرقدین فی مسئلۃ رفع الیدین وغیرہ۔ آپ کے علمی کارنامے اور یادگار ہیں، آپ نے ملکی سیاست میں بھی حصہ لیا، چناں چہ ملکی سیاست میں اپنے استاذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے مسلک کے پیرو اور برطانوی حکومت کے سخت ترین مخالف تھے۔ جمعیۃ علمائے ہند کی مجلس عاملہ کے رکن اعلیٰ رہے۔

وفات: ۳؍صفر المظفر ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء کو تقریباً ۶۰؍سال کی عمر میں دیوبند میں رحلت فرمائی۔ مزارِ انوری عید گاہ کے قریب مدفون ہیں۔

(حیات انور، تاریخ دار العلوم دیوبند ۲؍ص ۷۲، تذکرۂ محدثین ص ۲۳۷، نقش دوام)

(۴۰)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ

آپ اپنے وقت کے مفسر، محدث، فقیہ، ادیب، شاعر، فقیہ الامت، ابوحنیفۂ زماں، سیاست داں اور ہندوستان کے بالاتفاق مفتیٔ اعظم تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں شاہجہاں پور کے ''محلّہ سنن زئی'' میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ عنایت اللہ اور دادا کا نام فیض اللہ تھا۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی کتابیں اپنے وطن ہی میں مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔ کچھ کتابیں مدرسہ اعزازیہ شاہجہاں پور میں پڑھیں۔ اس کے بعد مدرسہ شاہی مرادآباد میں داخل ہوگئے۔ وہاں مولانا عبدالعلی میرٹھی (تلمیذ رشید مولانا قاسم نانوتویؒ) اور دوسرے اساتذہ سے پڑھا۔ ۱۳۱۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۱۵ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد شاہجہاں پور میں مدرسہ عین العلم میں درس وتدریس کا کام کیا، پھر شوال المکرّم ۱۳۲۱ھ کے اواخر میں حضرت مولانا امین الدین بانی مدرسہ امینیہ دہلی کی طلب وفرمائش پر دہلی تشریف لائے اور مدرسہ امینیہ کے صدر مدرس ومفتی کے عہدہ پر مامور ہوئے، پھر پوری زندگی آپ نے اسی مدرسہ کو بنانے اور سنوارنے میں صرف کردی اور عمر کے آخری لمحوں تک اسی مدرسہ سے وابستہ رہے۔

آپ کا علمی وسیاسی کارنامہ: آپ کے علمی کارناموں میں بہت سی تصانیف مشہور ومعروف ہیں جیسے: ''تعلیم الاسلام'' آپ کی مشہور تصنیف ہے جو اسلامی مدارس کے بچوں کے لیے نہایت سلیس اردو زبان میں بطور سوال وجواب کے چار حصوں میں لکھی گئی ہے۔ مدارس میں بچوں کے لیے داخل نصاب ہے۔ اِسی طرح کفایۃ المفتی جس کو آپ کے فرزند مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے مرتب کیا ہے، نیز ردِّ قادیانیت کے لیے ۱۳۲۱ھ میں ''ماہنامہ البرہان'' جاری کیا۔ آپ کا سیاسی کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ۱۹۱۹ء میں مختلف الخیال مکاتب فکر کے علماء کو ایک پلیٹ پر جمع کر کے جمعیۃ العلماء ہند کی بنیاد ڈالی۔ یہ آپ کا زندۂ جاوید کارنامہ ہے۔

وفات: ۱۳/ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ مطابق ۳۱/دسمبر ۱۹۵۲ء کو انتقال فرمایا اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے روضہ کے جنوبی دروازہ کے چبوترہ پر آپ کو دفن کیا گیا۔

(تاریخ شاہی ص ۵۳۲، تحریکِ آزادی اور مسلمان ص ۲۵۸، تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲/ص ۷۹)

(۴۱)

حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ

آپ اہل سنت والجماعت کے جلیل القدر ربانی عالم اور نقشبندی مجددی سلسلہ کے صاحب مقام اور صاحب ارشاد شیخ، اپنے وقت کے مشہور صاحب لسان اور صاحب قلم عالم، ہفتہ وار ''النجم'' لکھنؤ کے ایڈیٹر، اور شاہ ابو احمد مجددی بھوپالیؒ کے مرید تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۲۳/ ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم آپ نے فتح پور ہنسوہ میں حاصل کی، پھر لکھنؤ میں مولانا عین القضاۃ کی خدمت میں رہ کر بقیہ کتب درسیہ پڑھیں۔ فن طب حکیم عبدالولی مرحوم سے پڑھی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد مولانا محمد علی مونگیریؒ کی دعوت پر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بہ حیثیت مدرس تشریف لے گئے۔ لیکن کچھ ہی دنوں بعد اس سے ترکِ تعلق کرلیا اور دہلی تشریف لے گئے۔ اسی زمانہ میں لکھنؤ اور مضافات لکھنؤ میں ایک شیعہ مولوی مقبول احمد نے علی الاعلان تبرّا کی مجلسیں پڑھنا اور سنیوں کو مناظرے کا چیلنج دینا شروع کردیا۔ مولانا عین القضاۃ نے شیعوں کے دفاع کے لیے آپ کو دہلی سے لکھنؤ بلایا، پھر آپ نے دشمنانِ صحابہؓ کے خلاف اپنے آپ کو وقف کردیا۔

آپ کا کارنامہ: آپ نے حسبِ ضرورت عیسائیوں، آریہ سماجیوں، قادیانیوں اور ان کے علاوہ دوسرے فرقہ ہائے ضالہ سے مناظرہ کیا، لیکن آپ کا خاص موضوع شیعی حملوں سے صحابۂ کرام اور مسلک اہل سنت کی حفاظت اور ان کا دفاع اور مذہب تشیع کی ضلالتوں کو واضح کر کے حجت قائم کرنا تھا۔ چناں چہ آپ نے اسی مقصد کے لیے ایک ادارہ ''دار المبلغین'' کے نام سے لکھنؤ میں قائم فرمایا جو آپ کا اہم کارنامہ ہے۔

آپ نے بہت ساری کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔ مثلاً: ترجمۂ قرآن، ترجمہ اُسد الغابہ، ترجمہ فقہ اکبر، سیرت خلفائے راشدین وغیرہ آپ کی علمی یادگار ہیں۔

وفات: آپ کی وفات ۱۷/ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۳/اپریل ۱۹۶۲ء کو لکھنؤ میں ہوئی۔ محلّہ چک منڈی چُپ شاہ میں مدفون ہیں۔

(الفرقان وفیات نمبر ۱۹۷۷ء، دار العلوم دیوبند احیاء اسلام کی عظیم تحریک ص ۳۲۵، حیات خلیل ص ۵۳۹)

(۴۲)

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ

آپ اپنے وقت کے ایک بہترین مصلح، صاحب ارشاد شیخ، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ، مدرسہ روضۃ العلوم پھولپور، اور مدرسہ بیت العلوم سرائے میر ضلع اعظم گڑھ (یوپی) کے بانی تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں اعظم گڑھ میں ہوئی۔ آپ ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں ''بچھاؤں'' کے رہنے والے تھے۔ مگر چوں کہ عمر کا بیشتر حصہ پھولپور میں گزارا تھا اس لیے پھولپوری کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ حضرت تھانویؒ سے تیرہ برس چھوٹے تھے۔

تعلیم وتربیت: مکتبی تعلیم گھر ہی پر ہوئی۔ بعد میں آپ کے والد محترم نے جون پور مولانا ابوالخیر مکیؒ کی خدمت میں بھیج دیا جو مولانا سخاوت علیؒ خلیفۂ حضرت سید احمد شہیدؒ کے بیٹے تھے۔ آپ مولانا ابوالخیر مکیؒ سے دو سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا سید امین الدین نصیر آبادیؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے، اس کے بعد جامع العلوم کان پور میں مشکوٰۃ شریف تک تعلیم حاصل کی۔ آپ کو معقولات کا بہت شوق تھا۔ اس لیے مدرسہ عالیہ تشریف لے گئے جو اس زمانہ میں منطق اور فلسفہ کا مخصوص مرکز تھا۔

درس وتدریس: تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ عربیہ سیتا پور، پھر جون پور میں تقریباً پانچ سال تک صدر مدرس کے عہدہ پر فائز رہے۔ ۱۳۳۳ھ میں حضرت

تھانویؒ کے مشورہ سے آپ نے پھولپور میں مدرسہ روضۃ العلوم قائم فرمایا۔ پھر ۱۳۴۹ھ میں آپ نے قصبہ سرائے میر ضلع اعظم گڑھ (یوپی) میں ایک اور مدرسہ "بیت العلوم" کے نام سے قائم کیا۔

راہِ سلوک: ۱۳۳۸ھ میں حضرت تھانویؒ سے بیعت ہوئے اور پھر اجازت وخلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔ آپ کا شمار حضرت تھانویؒ کے ممتاز خلفاء میں ہوتا ہے۔

آپ کا کارنامہ: مدرسہ بیت العلوم اور روضۃ العلوم کا قیام یہ سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ آپ کے علمی کارناموں میں معرفتِ الٰہیہ، معیّت الٰہیہ اور صراط مستقیم وغیرہ مشہور ومعروف ہیں۔

وفات: ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۲/اگست ۱۹۶۳ء کو آپ نے انتقال فرمایا۔

(بزم اشرف کے چراغ، پاکستان)

(۴۳)

حضرت مولانا بشارت کریم صاحب گڑھولویؒ

آپ صاحب کشف وکرامات بزرگ، ولیٔ کامل اور جید عالم تھے۔

ولادت: آپ ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء میں آبائی وطن بازید پور، گڑھول، ضلع مظفر پور (حال ضلع سیتامڑھی) میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا نام عبد الرحیم تھا۔ تقریباً چھ سال کے تھے کہ آپ کی والدہ کا انتقال ہوگیا اور تقریباً دس سال کے ہوئے تو والد کے سایۂ شفقت سے محروم ہوگئے، والد کے انتقال کے بعد اپنے بہنوئی کی تربیت میں آئے۔

تعلیم وتربیت: انگریزی تعلیم شروع کردی گئی، لیکن طبعی رجحان عربی اور فارسی کی طرف تھا، اس لیے انگریزی تعلیم زیادہ دنوں تک جاری نہ رہی، پھر فارسی وعربی شروع ہوئی۔ ابتدائی تعلیم دربھنگہ میں مولانا حکیم حسن چھپرویؒ سے حاصل کی، پھر جامع العلوم مظفر پور میں ۱۸۹۲ء کو قرآن کریم کے حفظ سے فارغ ہوئے، اس وقت جامع العلوم کی نئی بنیاد پڑی تھی، جناب حافظ رحمت اللہؒ مدرسہ کے مہتمم تھے اور مولانا عبد الواسع سعدی پوریؒ، مؤلف ''منظوم مناجات مقبول'' مدرسِ اول تھے، مولانا حفظ کے ساتھ شرح جامی بھی پڑھتے تھے۔ جلسہ دستار بندی میں مولانا عبد الواسعؒ نے آپ کی منقبت میں بڑا طویل قصیدہ لکھا۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے کان پور تشریف لے گئے اور وہاں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا احمد حسین کان پوریؒ سے معقول ومنقول اور علوم دینیہ کی تعلیم مکمل کی۔

راہِ سلوک: فراغت کے بعد تقریباً ۲۶ ر سال کی عمر میں حج بیت اللہ کے لیے ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں تشریف لے گئے، حضرت مولانا غلام حسینؒ اور مولانا محمد علی

مونگیریؒ بھی شریک سفر تھے، وہاں حضرت مولانا غلام حسینؒ کے ساتھ دو سال تک قیام پذیر رہے، اثنائے قیام بڑے بڑے اہل اللہ کی زیارت ہوئی، خیال تھا کہ اِسی مقام مقدس میں پوری زندگی گزاریں، مگر وہاں ایک بزرگ مولانا محبّ الدین کی صحبت حاصل ہوگئی، وہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ خاص اور مولانا احمد حسین کان پوریؒ کے اولین تلامذہ میں سے تھے، بڑے صاحب کشف بزرگ تھے، انہوں نے فرمایا کہ آپ ہندوستان تشریف لے جائیں، وہاں آپ سے بہت خیر کا صدور میں دیکھ رہا ہوں۔ غرض اُن کے حکم اور مشورہ سے دو سال قیام کر کے ہندوستان واپس آ گئے، واپسی کے بعد کسی بزرگ کی خدمت میں رہ کر علوم باطنی حاصل کرنے کی فکر دامن گیر ہوئی، چناں چہ اس وقت کے بہت سے مشہور اولیاء اللہ حضرت شاہ ابوالخیرؒ، حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ اور ان کے علاوہ اور بھی بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے، مگر کہیں کوئی خاص فائدہ نظر نہیں آیا، بل کہ ایک بزرگ مولانا عیسیٰ خان صاحبؒ نے فرمایا کہ آپ کو آپ کے ساتھی ہی سے فائدہ ہوگا بالآخر اپنے قدیم دوست اور ہم سبق حضرت مولانا غلام حسینؒ سے بیعت ہوگئے۔

آپ کا اصلاحی ودینی کارنامہ: مولانا جید عالم اور ولی کامل تھے، آپ سے علاقہ کے لوگوں کو بہت فیض پہنچا، آپ کے قیام نے گڑھول کو گڑھول شریف بنا دیا۔ اب یہ بستی گڑھول شریف ہی کے نام سے مشہور ہے۔ مولانا کی علمی یادگار احسن المبادی ہے جو فارسی قواعد کی کتاب ہے اور مقبولیت حاصل کر چکی ہے، آپ کی مکمل سوانح ''جنت الانوار'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

وفات: آپ کی وفات ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء میں گڑھول شریف میں ہوئی اور وہیں تالاب کے اوپر مسجد کے اتر جانب مدفون ہیں۔ آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔

(تذکرۂ علمائے بہار ص ۳۵۳)

(۴۴)

حضرت مولانا محمد علی صاحب جوہرؒ

آپ میدانِ سیاست کے اعلیٰ شہ سوار، خلافت کمیٹی کے بانی، مسلّمہ مسلم لیڈر، اور انگریزی وار دو ادب وانشاء کے ماہر کامل تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۵/ذی الحجہ ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۰/دسمبر ۱۸۷۸ء کو رامپور میں ہوئی، جہاں آپ کے والد ماجد عبد العلی خاں صاحب دربار سے منسلک تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ دو برس کے تھے جب آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی تعلیم والدہ ماجدہ کی نگرانی میں بریلی اور الٰہ آباد میں ہوئی اور تعلیم کی تکمیل لندن جاکر آکسفورڈ (کالج) میں کی۔

ملازمت: واپسی پر رامپور اور بڑوڈہ میں ملازم رہے، اس کے بعد کلکتہ جاکر ہفتہ وار ''کامریڈ'' (انگریزی اخبار) جاری کیا جس نے بہت شہرت حاصل کی، اس کے ساتھ ہی اردو روزنامہ ''ہمدرد'' بھی جاری کیا۔

آپ کا سیاسی کارنامہ: ہندوستان کی آزادی میں آپ کا زبردست حصہ ہے۔ ملک کی آزادی کی تحریک میں صف اول کے رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آزادی کی خاطر کئی بار قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔

آپ جامعہ ملیہ اسلامیہ، تحریکِ خلافت، اِنڈین نیشنل کانگریس، سبھی تحریکوں میں ہر جگہ پیش پیش رہے۔

وفات: آپ ۱۹۲۹ء میں تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے ولایت (لندن) تشریف لے گئے۔ صحت نے، جو مدت سے رو بہ زوال تھی، جواب دے دیا اور وہیں (لندن میں) ۱۳۴۹ھ مطابق ۴ر جنوری ۱۹۳۰ء کو انتقال ہوگیا۔ لاش بیت المقدس آئی، اور مسجد عمر کی مغربی دیوار کے قریب تدفین عمل میں آئی۔

خاک قدس اور ابہ آغوش تمنا در گرفت
رفت از گردوں ازاں را ہے کہ پیغمبر گزشت

(تذکرہ ابوالکلام از حواشی ص ۳۴۴)

(۴۵)

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ

آپ اسلامی ہند کے شیخ الاسلام، دار العلوم دیو بند کے صدر و شیخ الحدیث، جمعیۃ علمائے ہند کے صدر، ہزاروں علماء کے جلیل القدر استاذ، لاکھوں انسانوں کے مرشد کامل، اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خلیفہ تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت بانگر مئو ضلع اُنّاؤ (یوپی) میں ۱۹ر شوال المکرّم ۱۲۹۶ھ مطابق ستمبر ۱۸۷۹ء کو ہوئی، جہاں آپ کے والد ماجد سید حبیب اللہ صاحب ہیڈ ماسٹر تھے، ویسے آپ کا وطن موضع اللہ داد پور ٹانڈہ ضلع فیض آباد ہے۔ آپ کا تاریخی نام چراغ محمد رکھا گیا۔ آپ کے والد محترم حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے مرید تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم پرائمری اسکول میں حاصل کی، بارہ سال کی عمر ہوئی تو ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۱ء میں دار العلوم دیو بند تشریف لائے اور ابتدائی درجہ میں داخلہ لیا۔ حضرت شیخ الہندؒ کی نگرانی میں تعلیم وتربیت پائی۔ ۱۳۱۵ھ میں دار العلوم دیو بند سے فارغ التحصیل ہوئے۔

درس وتدریس: آپ کے والد ماجد کی طبیعت جب ہندوستان سے اُچاٹ ہوگئی تو مع اہل وعیال ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ آپ بھی اُن کے ہمراہ ہو لیے اور وہیں حرمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سولہ سترہ سال تک درسِ حدیث دیا، بعد میں سِلہٹ (بنگلہ دیش) میں بھی درس حدیث دیا۔ ۱۳۴۶ھ میں جب حضرت علامہ انور شاہ کشمیری

نے دارالعلوم دیوبند سے قطع تعلق فرمالیا تو آپ کو صدارتِ تدریس کے لیے بلا گیا، اور آخر عمر تک تقریباً تیس سال تک مسلسل دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے۔

راہِ سلوک: آپ نے سلوک کی منزلیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں رہ کر طے کیں۔ اور اجازت وخلافت سے سرفراز فرمائے گئے، کچھ عرصہ تک مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے بھی فیض حاصل کیا۔

آپ کا علمی، سیاسی واصلاحی کارنامہ: آپ نے تحریکِ آزادی کے لیے حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ بڑی انتھک کوشش کیں، اس کے لیے قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں، تقریباً سوا تین سال تک حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ مالٹا کی جیل میں قیدی کی حیثیت سے رہے۔ ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۱۹ء کو مالٹا کی جیل سے رہائی ملی تو حضرت شیخ الہندؒ کی معیت میں ہندوستان تشریف لائے۔ آپ انگریزی حکومت کے سخت مخالفوں میں سے تھے، کانگریس کے رکن تھے، عرصۂ دراز تک جمعیۃ العلماء ہند کے صدر رہے، ملک کی آزادی کے بعد اپنے آپ کو سیاست سے الگ کرلیا۔ اور خالص دینی امور کے لیے اپنے کو وقف کردیا۔ اور بدعات وخرافات، مشرکانہ عقائد، الحادوزندیقیت اور فتنۂ مودودیت کے خلاف علَم جہاد بلند کیا اور زندگی کے اخیر لمحہ تک اس کے خلاف نبردآزما رہے۔ آپ کے علمی کارناموں میں الشہاب الثاقب، سفرنامۂ مالٹا، متحدہ قومیت، نقشِ حیات اور مکتوبات بہت ہی مشہور ومعروف ہیں۔

وفات: ۱۲/جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ مطابق ۵/دسمبر ۱۹۵۷ء کو عالَم آخرت کی طرف کوچ فرمایا، جنازہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ نے پڑھایا اور مزارِ قاسمی دیوبند میں سپرد خاک کیا گیا۔

(نقش حیات (تلخیص) ص ۹، مآثر شیخ الاسلام، تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲/ص ۸۲، شیخ الاسلام کے حیرت انگیز واقعات ص ۱۷۳)

(۴۶)

حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب سورتیؒ

آپ اپنے وقت کے لائق ترین مفتی، دار العلوم دیوبند کے فاضل، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے مہتمم، قطبِ وقت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے مرید اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۹۸یا ۹۹ھ مطابق ۱۸۸۰یا ۸۱ء کو گجرات کے مقام سملک (سورت) میں ہوئی۔ (سملک اب ضلع بلساڑ کا ایک قصبہ ہے) آپ کا نام احمد تھا۔ بچپن ہی سے اپنی نیک فطرت کی وجہ سے بزرگ کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے قرآن مجید اور اردو کی کتابیں اپنے وطن میں ہی پڑھیں، پھر فارسی اور عربی کی تعلیم کے لیے لاجپور تشریف لے گئے، اور لاجپور کے مدرسہ میں چار سال رہ کر مشکوٰۃ المصابیح اور ہدایہ اولین تک کی کتابیں پڑھی۔ ۱۳۱۸ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ یہاں بھی آپ نے چار سال رہ کر جملہ علوم وفنون میں مہارت حاصل کی۔ ۱۳۲۲ھ میں دار العلوم دیوبند سے فارغ ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ، حضرت مولانا حافظ احمد صاحب صدر مہتممؒ جیسے نامور علماء شامل ہیں۔

راہِ سلوک: فراغت کے بعد آپ نے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ ایک سال حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں رہے۔ حضرت گنگوہیؒ کی

وفات کے بعد ۱۳۲۳ھ میں وطن مراجعت کی۔ ۱۳۶۹ھ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ نے ڈابھیل وسملک کے ایک مجمع عام میں آپ کو خلافت سے نوازا۔

درس وتدریس: آپ نے تین سال رنگون کی جامع مسجد میں افتاء، وعظ وتقریر اور درسِ قرآن کے ذریعہ لوگوں کو فیض پہنچایا۔ رنگون سے واپسی کے بعد ۱۳۳۹ھ میں جامعہ ڈابھیل کے مہتمم بنائے گئے جس کے بانی حضرت مولانا احمد حسن بھام سملکی تھے۔ یہ مدرسہ انہوں نے ۱۳۳۶ھ میں قائم کیا تھا۔

آپ کا کارنامہ: ڈابھیل کے معمولی مدرسہ تعلیم الدین کو جامعہ اسلامیہ میں تبدیل کر دینا آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔ اسی طرح ۱۳۴۶ھ میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور دوسرے حضرات کو دیوبند سے ڈابھیل لے جانے کا کارنامہ آپ ہی نے انجام دیا۔

وفات: ۵ر ربیع الاول ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۱ء کو ۷۲ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ سملک کے قبرستان میں آسودۂ خواب ہیں۔

(تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ص ۲۷۴، تاریخ دار العلوم دیوبند ۲ر ص ۹۶)

(۴۷)

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی

آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے مرید، حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ کے خلیفہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور کے سرپرست، اور بقول حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ ''مولانا انتہائی ذکی، انتہائی مدبر، ظریف الطبع اور خوش مزاج تھے۔''

ولادت: آپ کی ولادت ۵/ رجب المرجب ۱۲۹۸ھ مطابق ۳ / جون ۱۸۸۱ء یوم جمعہ کو ہوئی۔ آپ کے والد کا نام یادِ الٰہی، دادا کا نام رحمِ الٰہی، اور پردادا کا نام فضل الٰہی تھا۔

تعلیم وتربیت: چار سال کی عمر میں آپ نے مکتبی تعلیم شروع کی، چھ سال کی عمر میں قرآن پاک ناظرہ اور اردو کی کتابیں ختم کیں۔ ۱۳۰۵ھ میں عربی شروع کی، اس کے بعد انگریزی اسکول میں داخل ہوئے۔ اور دو سال اسکول میں تعلیم پائی۔ ۱۳۱۱ھ میں مدرسۂ قومی میرٹھ میں داخل ہوئے اور باقاعدہ ابتدا سے عربی تعلیم حاصل کرنا شروع کیا اور صرف دس مہینوں میں مشکوٰۃ شریف تک کی کتابیں ختم کرڈالیں۔ ۱۳۱۲ھ میں مشکوٰۃ شریف شروع کی اور دو سال میں جملہ کتب صحاح اور دینیات سے فراغت حاصل کی، اس وقت آپ کی عمر سولہ سال کی تھی۔ ۱۳۱۵ھ میں لاہور سے مولوی فاضل کیا۔

درس وتدریس: ۱۳۱۷ھ میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مدرس دوم کی جگہ پر آپ کا تقرر ہوا، لیکن چند ماہ بعد ہی اپنے وطن میرٹھ واپس آ گئے اور ۱۳۱۸ھ میں خیر المطابع کے نام سے پریس کھولا۔ اور تصنیف وتالیف وتراجم کا کام شروع کیا۔ آپ نے چھ حج کیے اُسی دوران شام و فلسطین کا دورہ بھی کیا۔

راہِ سلوک: اول تو حضرت اقدس گنگوہیؒ سے بیعت کی، حضرت گنگوہیؒ کے وصال کے بعد حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ سے رجوع کیا اور انہیں سے اجازت وخلافت حاصل کی۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ کے علمی کارناموں میں تذکرۃ الرشید، تذکرۃ الخلیل، ارشاد الملوک ترجمہ امداد السلوک، ترجمہ قرآن مجید، الاسلام، سفرنامۂ مصر وشام، مکاتیبِ رشیدیہ مشہور ومعروف ہیں۔

وفات: یکم شعبان المعظم ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۵/اگست ۱۹۴۱ء بروز دوشنبہ صبح چھ بجے آپ کا انتقال ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور میرٹھ ہی میں تدفین عمل میں آئی۔

(تذکرۃ الخلیل ص ۱۶، حیات خلیل ص ۵۹)

(۴۸)

ابوالمحاسن حضرت مولانا سجاد حسین صاحبؒ

آپ صوبہ بہار کے نامور عالم دین، امارتِ شرعیہ بہار، انجمن علمائے بہار، جمعیۃ علمائے بہار، خلافت کمیٹی بہار کے بانی، جمعیۃ علمائے ہند کے ناظم اعلیٰ اور صوبہ بہار واڑیسہ کے امیرِ شریعت تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۸۱ء کو موضع پنہسہ مضافات نالندہ ضلع پٹنہ میں ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی محمد سجاد، اور کنیت ابو المحاسن تھی، آپ کے والد ماجد کا نام مولانا شیخ حسین بخشؒ تھا۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی، اپنے والد بزرگوار اور بڑے بھائی احمد سجاد سے قرآن مجید اور ابتدائی اردو فارسی کی تعلیم پائی، عربی پڑھنے کا شوق ہوا تو اپنے ہی اطراف کے مولانا وحید الحق استھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن سے عربی پڑھی، متوسطات کے قریب پہنچے تو کان پور تشریف لے گئے اور مولانا سید احمد حسنؒ کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے، اِسی اثناء میں آپ دار العلوم دیوبند بھی گئے، مگر کسی خاص وجہ سے دیوبند کو خیر باد کہنا پڑا، مولانا عظمت اللہ ملیح آبادیؒ کے بقول ''مولانا نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے درس لیا اور آپ کے علمی وروحانی فیوض وبرکات سے مستفیض ہوئے''۔ ۱۳۱۷ھ تک آپ کان پور میں رہے، تقریباً چار سال تک تعلیم حاصل کی، اس کے بعد آپ مکان تشریف لے گئے، شادی کی، شادی کے بعد الٰہ آباد تشریف لے گئے اور مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد میں داخلہ لیا۔ مولانا عبد الکافیؒ کے حلقۂ درس میں

شریک ہوئے، بہ حیثیت طالب علم پانچ سال الٰہ آباد میں قیام رہا۔ ۱۳۲۲ھ میں مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد سے فارغ ہوئے۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد آپ کے استاذ مولانا سید وحید الحق صاحبؒ نے مدرسہ اسلامیہ بہار شریف کی مدرسی کے لیے طلب کیا، جہاں آپ نے تین سال تک درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا، پھر آپ نے اپنے استاذ مولانا عبدالکافیؒ کے حکم پر مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد تشریف لے گئے، لیکن چند ماہ بعد ہی پھر بہار شریف چلے گئے۔ پھر ذی قعدہ ۱۳۲۶ھ میں بہ حیثیت نائب صدر مدرس مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد میں آپ کا تقرر ہوا۔ جہاں آپ نے ۱۳۲۹ھ تک مفوضہ خدمات کو انجام دیا۔ ۱۳۲۹ھ میں الٰہ آباد سے سبک دوش ہوکر مدرسہ انوار العلوم گیا تشریف لے گئے اور ازسرِ نو اُس مدرسہ کو آپ نے پروان چڑھایا جس کو مولانا عبدالوہابؒ نے قائم کیا تھا۔

آپ کا تاریخی کارنامہ: آپ نے ۱۳۳۵ھ میں خلافت کمیٹی بہار، اور جمعیۃ علمائے بہار قائم کی اور ۳۰؍صفر المظفر ۱۳۳۶ھ میں جب آپ نے دیکھا کہ انگریز سرکار مسلمانوں کے عائلی قوانین کو تبدیل کرکے یکساں سول کوڈ نافذ کرنا چاہتی ہے تو ایسے وقت میں آپ نے اس کے اِنسداد کے لیے انجمن علمائے بہار کے نام سے ایک کمیٹی بنائی، اور ۱۳۳۹ھ میں انجمن علمائے بہار کے دو سال بعد امارت شرعیہ بہار قائم کیا۔ یہ آپ کے ایسے کارنامے ہیں جن کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ آپ کے علمی کارناموں میں حکومت الٰہیہ بہت ہی مشہور ومعروف ہے۔

وفات: ساٹھ سال کی عمر میں معمولی علالت کے بعد ۱۷ شوال المکرّم ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء یومِ دوشنبہ کو پھلواری شریف پٹنہ میں انتقال فرمایا۔

(ماہنامہ رفیق علمائے بہار نمبر پٹنہ، ہفتہ وار نقیب پٹنہ، جمعیۃ العلماء کیا ہے؟ ص ۳۲۴)

(۴۹)

شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہیؒ

آپ بلند پایہ فقیہ، عربی کے صاحبِ طرز ادیب وشاعر، بے نظیر استاذ، متبحر عالم دین، جامع شخصیت اور دارالعلوم دیوبند کے نہایت ممتاز فضلاء میں سے تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۲ء میں شہر بدایوں (یوپی) میں ہوئی، ویسے آپ کا وطن مالوف امروہہ ہے جو مرادآباد کے مضافات میں ایک مشہور قصبہ ہے، آپ کے والد کا نام محمد مزاج علی تھا۔آپ کے نانا جان نے آپ کا نام اعزاز علی تجویز کیا۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم آپ نے شاہجہاں پور میں حاصل کی، جہاں آپ کے والد ماجد ملازمت کرتے تھے۔ فارسی کی کتابیں مثلاً: کریما، محمود نامہ وغیرہ اپنے والد ہی سے پڑھیں، عربی کی ابتدائی کتابیں مدرسہ گلشنِ فیض تلہر میں پڑھیں، شرح وقایہ مفتی کفایت اللہ شاہ جہاں پوری سے، کنز الدقائق، شرح جامی اور دیگر درسی کتابیں مدرسہ عین العلم شاہجہاں پور میں قاری بشیر احمدؒ سے پڑھیں، متوسطات تک پڑھنے کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور شیخ الہندؒ سے بخاری، ترمذی، ابوداؤد اور ہدایہ آخرین وغیرہ پڑھیں، اور فتاویٰ نویسی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ سے سیکھی۔ ۱۳۲۱ھ

میں سند فراغت حاصل کیا۔

درس وتدریس: تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو مدرسہ نعمانیہ پورینی ضلع بھاگل پور (بہار) کے لیے منتخب فرمایا، جہاں آپ نے سات سال تک درس دیا۔ پھر آپ شاہجہاں پور تشریف لائے اور ایک مسجد میں افضل المدارس کے نام سے مدرسہ قائم کیا، یہاں تقریباً تین سال آپ نے بہت کامیابی کے ساتھ درس دیا۔ ۱۳۳۰ھ میں آپ کا تقرر دارالعلوم دیوبند میں بہ حیثیت مدرس ہوا، آپ نے دارالعلوم میں چوالیس سال تک ہر فن کی چھوٹی بڑی تمام کتابیں پڑھائیں اور بے نظیر تعلیمی وتربیتی خدمات انجام دیں۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ نے درس نظامی کی وہ کتابیں، جن کی عبارتوں میں اختصار اور اِبہام تھا یا مضامین مشکل تھے، بڑی کاوش اور تحقیق کے بعد اُن کے حواشی لکھے، ان میں حاشیہ نورالایضاح، حاشیہ کنزالدقائق، حاشیہ دیوان حماسہ اور حاشیہ دیوان متنبّی مشہور ہیں، اسی طرح عربی ادب میں نفحۃ العرب کے نام سے ایک کتاب مرتب فرمائی جو عربی مدارس میں داخل نصاب اور مقبول ہے۔

وفات: آپ نے ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۴ء میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، دیوبند ہی میں مدفون ہیں۔

(نقش دوام ص ۹۳، تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲ ر ص ۹۳، عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء ص ۱۶۲، ظفر المحصلین ص ۳۰۱)

(۵۰)

مخدومِ بہار حضرت مولانا
قاری محمد طیب صاحب کنہواںؒ

آپ واقف اسرار ورموز، صاحب کشف وکرامات، کامل واکمل بزرگ اور قطب الاقطاب حضرت مولانا بسنتیؒ کے ممتاز خلیفہ تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۳ء کو قصبہ کنہواں وایا پریہار ضلع سیتامڑھی (بہار) میں ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام شیخ عبداللہ تھا۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم جناب ماسٹر رمضان علی اِکڈنڈی، اور حافظ محمد عیسیٰ مرحوم سے حاصل کی، حافظ نبی بخش مرحوم موضع سِسولی سے حفظ کلام اللہ کیا، ان کے وصال کے بعد حافظ عبدالحلیم اندولیؒ کو قرآن پاک سنایا اور دَور کے لیے حافظ بادشاہؒ کے پاس مدرسہ سمرا چمپارن تشریف لے گئے جو حافظوں کے امام کہے جاتے تھے، آپ نے اُن کو دور سنایا، پھر مدرسہ اشرف العلوم کنہواں سیتامڑھی (بہار) میں داخل ہوکر کامل دس برس تک ہدایہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ پھر مدرسہ حنفیہ آرہ پہنچے اور بقیہ کتب درسیہ کی تکمیل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد مسلم صاحب جونپوریؒ، حضرت مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ، مولانا محمد جان بچھار پوریؒ، مولانا عبداللہؒ بہار شریف جیسے نامور علماء شامل ہیں۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد گھر تشریف لائے، حضرت مولانا صوفی رمضان علیؒ، بانی وصدر مدرس مدرسہ اشرف العلوم کنہواں کی موجودگی میں آپ کو مدرسہ اشرف العلوم کنہواں کا متوّلی بنایا گیا، لیکن ۱۳۴۴ھ میں آپ نے تولیت مدرسہ سے استعفیٰ دے دیا۔ شوال المکرّم ۱۳۵۲ھ تا ۱۳۶۳ھ مدرسہ اشرف العلوم کنہواں میں تدریسی فرائض انجام دیے، اس کے بعد انجمن رفاہ المسلمین ''بیریا'' چمپارن چلے گئے اور وہاں کامل نو برس تک درس وتدریس کے فرائض انجام دیے۔ ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں جب آپ کے پیر ومرشد حضرت مولانا عبدالعزیز بسنتیؒ، جو اشرف العلوم کے سرپرستی کے عہدہ پر فائز تھے، وصال ہوگیا تو آپ کو ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۳؍ مئی ۱۹۵۳ء کو مدرسہ اشرف العلوم کنہواں کا ناظم منتخب کیا گیا، اس کے بعد تاحیات منصبِ نظامت پر فائز رہے۔

راہ سلوک: آپ نے منازل سلوک قطب الاقطاب حضرت مولانا عبدالعزیز بسنتیؒ کی خدمت میں رہ کر طے کیں اور انہیں سے اجازت وخلافت حاصل کی۔ آپ کو اجازتِ بیعت حضرت مولانا نور الحسن سنگاچوریؒ خلیفہ حضرت بسنتیؒ اور حضرت حکیم مولانا جمال اللہ ٹھنکولویؒ، خادم خاص حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ وخلیفہ حضرت مولانا عارف صاحب ہرسنگھ پوریؒ سے بھی حاصل تھی۔

آپ کا دینی واصلاحی کارنامہ: آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے مدرسہ اشرف العلوم کنہواں کی تعمیری وتعلیمی ترقی پر زور دیا اور اس کی فلاح وترقی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے، آپ کے دورِ نظامت میں اشرف العلوم نے بہت زیادہ ترقی کی۔ آپ نے اپنے علاقہ میں پھیلی ہوئی بدعات وخرافات، تلک وجہیز، سلامی وغیرہ جیسی چیزوں کی طرف بھی توجہ مبذول کی اور حتی المقدور اُن کا قلع قمع

کیا۔آپ نے احیائے مکاتب کی طرف بھی پیش قدمی فرمائی چناں چہ آپ کے اشاروں پر بہت سے دینی مدارس ومکاتب کا وجود عمل میں آیا۔الغرض آپ کے یہ سب کارنامے ایسے ہیں جو اُس علاقہ کے افراد فراموش نہیں کر سکتے۔

وفات: آپ کی وفات ۱۴۱۲ھ مطابق ۲؍جنوری ۱۹۹۱ء کو ایک سو دس برس کی عمر میں کنہواں میں ہوئی۔آپ کا مزار مبارک، مزار طیبی قصبہ کنہواں نزد مدرسہ اشرف العلوم بجانبِ شمال،لب سڑک واقع ہے۔

(مکتوب مولانا عبدالمنان صاحب قاسمی بنام مرتب)

(۵۱)

سید الملت حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ

آپ اپنے وقت کے ایک ممتاز عالم دین، باکمال مصنف وادیب، تحریک ندوۃ العلماء کے گل سر سبد، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ اور بقول علامہ اقبالؒ آپ امیر العلماء اور رئیس المصنفین تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت صفر المظفر ۱۳۰۲ھ مطابق ۲۲ر نومبر ۱۸۸۴ء کو پٹنہ (بہار) کے مردم خیز قصبہ ''دیسنہ'' بہار شریف میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی، اس کے بعد چند ماہ بہار شریف کے مشہور و مذہبی حلقہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں رہ کر علمی منازل طے کیا، ایک برس کے بعد دربھنگہ (بہار) کے ایک نئے مدرسہ ''مدرسہ امدادیہ'' میں داخل ہوئے، وہاں چند ماہ اکتساب فیض کر کے شوال المکرّم ۱۳۱۹ھ مطابق فروری ۱۹۰۱ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوئے اور مولانا شبلی نعمانیؒ اور مولانا محمد فاروق چریا کوٹیؒ سے خصوصی استفادہ کیا اور اپنی سات سالہ مدت پورے علمی انہماک کے ساتھ گزار کر ۱۹۰۷ء میں فارغ ہوئے۔

درس وصحافت: فراغت کے بعد آپ نے علمی کاموں کا آغاز اپنے وقت کے مشہور و معروف علمی رسالہ ''الندوہ'' سے کیا۔ آپ ۱۹۰۴ء سے ۱۹۱۲ء تک اس کے نائب مدیر اور مدیر رہے جس میں آپ کے بلند پایہ علمی وتحقیقی مضامین شائع ہوئے۔ بعد

میں مولانا شبلی نعمانیؒ کے ایماء اور مولانا ابو الکلام آزاد کی فرمائش پر آپ نے الہلال (کلکتہ) کی ادارتی ذمہ داری قبول کی۔ اور اپنے علمی و تاریخی مقالات کے ذریعہ اس کے وزن و وقار اور شہرت میں اضافہ کیا۔ ۱۹۱۳ء کے اواخر میں ''دکن کالج پونہ'' کے اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے جہاں ''ارض القرآن'' اور ''سیرت عائشہؓ '' کی تحریر کا آغاز ہوا۔ ۱۹۲۳ء میں آپ کو ندوۃ العلماء کا معتمد تعلیم منتخب کیا گیا وہاں آپ نے تیس سال تک تعلیمی و تعمیری مقاصد کی تکمیل و تحصیل میں سرگرم حصہ لیا، اس کے نصاب و نظام تعلیم کی تجدید کی اور عصری تقاضوں کے پیش نظر مفید اضافے، اس کا دنیا دستور العمل اور آئین بنایا اور اس کے مختلف شعبوں کی ترقی و استحکام میں سرگرم حصہ لیا۔

۱۹۴۶ء سے ۱۹۵۰ء تک بھوپال میں آپ تعلیمی اور قانونی اداروں کے سربراہ رہے، جس سے اس ریاست کو بڑا سنبھالا ملا، پھر بعض حالات کی بناء پر ۱۹۵۰ء میں آپ نے پاکستان ہجرت کی اور اپنی علمی و تعلیمی، قانونی و سیاسی صلاحیتوں کو اس نو تعمیر مسلم ریاست کی صحیح خطوط پر تشکیل کے لیے وقف کردیا۔

راہِ سلوک: ۱۹۳۹ء میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بیعت ہوئے اور ۲۲/ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو خلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

آپ کا تعلیمی، تحقیقی، سیاسی اور علمی کارنامہ:

آپ نے ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ، مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ اور محکمۂ تعلیمات (یوپی) کے نصاب و نظامِ تعلیم کی تیاری اور اصلاح میں زبردست حصہ لیا جو آپ کا اہم تعلیمی کارنامہ ہے۔ آپ نے علامہ شبلیؒ کے ایماء پر ایک ادارہ ''دار المصنفین '' کے نام سے ۱۵/ نومبر ۱۹۱۴ء کو اعظم گڑھ میں قائم کیا جس کا مقصد عمدہ

مصنفوں کی ایک جماعت تیار کرنا تھا جس میں آپ کامیاب ثابت ہوئے۔یہیں سے آپ نے مشہور ماہنامہ ''معارف'' کا اجراء کیا،جس کے ذریعہ آپ کے علمی، تحقیقی و تبلیغی مضامین شائع ہوتے رہے۔آپ کے علمی اور تحقیقی کارناموں میں ''عرب و ہند کے تعلقات،عربوں کی جہازرانی،خطباتِ مدراس،سیرت عائشہؓ،ارض القرآن،نقوشِ سلیمان، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری پانچ جلدیں اور خیام'' بہت ہی مشہور و معروف ہیں۔

آپ نے ملک کی سیاست میں حصہ لے کر ملک کی بھی خدمت کی۔چناں چہ ۱۹۱۹ءمیں جب تحریک خلافت کی بنیاد پڑی تو آپ نے اس کی پُرزور حمایت کی۔اسی طرح ۱۹۲۳ءمیں صوبہ بہار اور ۱۹۲۶ءمیں دہلی میں خلافت کانفرنس ہوئی تو آپ نے اُس کی صدارت فرمائی۔آپ کا شمار جمعیۃ علمائے ہند کے بانی ممبران میں سے ہوتا ہے۔آپ کی ادبی خدمات پر مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ نے ڈاکٹری کی اعزازی ڈگری بھی عطا کی ہے۔

آپ کا مقام: علامہ اقبال آپ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آج سید سلیمان ندویؔ ہماری علمی زندگی کے سب سے اونچے زینے پر ہیں، وہ عالم ہی نہیں، امیر العلماء ہیں، مصنف ہی نہیں رئیس المصنفین ہیں، اُن کا وجود علم و فضل کا دریا ہے، جس سے سیکڑوں نہریں نکلی ہیں۔اور ہزاروں سوکھی کھیتیاں سیراب ہوئی ہیں۔''

وفات: ۱۴/ربیع الاول ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲/نومبر ۱۹۵۳ءکو کراچی (پاکستان) میں داعئ اجل کو لبیک کہا،احاطۂ قبور اسلامیہ کالج کراچی میں مدفون ہیں۔

(تاریخ ندوۃ العلماء لکھنؤ ۲/ص ۴۶۶ تا ۴۸۷، ہماری زبان ہفتہ وار انجمن ترقی نئی دہلی یکم مئی ۱۹۹۳ء، مختصر تاریخ ادب اردو ص ۲۸۲ تا ۲۸۴)

(۵۲)

بانیٔ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ

آپ اپنے زمانے کے ولی اللہ، موجودہ دعوت وتبلیغِ اسلام کے بانی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے مرید، اور حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوریؒ کے ممتاز خلیفہ تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۸۵ء کو ''کاندھلہ''، ضلع مظفر نگر (یوپی) میں ہوئی، آپ کا تاریخی نام الیاس اختر تھا۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت مولانا محمد اسماعیل تھا۔ آپ کے والد ایک خدا رسیدہ سیدھے سادے بزرگ تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ کا بچپن ننہال کاندھلہ اور بزرگوار والد کے پاس بستی حضرت نظام الدین میں گزرا۔ آپ نے قرآن مجید کی تعلیم کاندھلہ کے مکتب میں حافظ منگتوؒ سے حاصل کی، اور قرآن شریف والد بزرگوار کے پاس بستی حضرت نظام الدین دہلی میں رہ کر حفظ کیا۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد صاحب اور مولانا محمد ابراہیم کاندھلویؒ سے پڑھیں۔

ابتدائی تعلیم کے بعد اپنے مشفق بھائی حضرت مولانا محمد یحیٰ کے پاس گنگوہ تشریف لے گئے (جو دو سال سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں مقیم تھے) اور ان سے حدیث کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۲۶ھ میں حدیث کی تکمیل کے لیے آپ نے دار العلوم دیوبند کا سفر کیا، اور حضرت شیخ الہندؒ کے حلقۂ درس میں شریک ہو کر بخاری وترمذی شریف کی سماعت کی اور بعد میں پھر اپنے فاضل یگانہ بھائی مولانا محمد

یحیٰ صاحبؒ سے حدیث کا دَور کیا۔

درس وتدریس: شوال المکرّم ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور میں آپ کا تقرر بحیثیت مدرس ہوا۔آپ نے متوسطات کی کتابیں پڑھائیں۔ دورانِ تدریس ۱۳۳۳ھ میں آپ نے حج کیا۔۱۳۴۴ھ میں اپنے بڑے بھائی مولانا محمدؒ کے انتقال پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کی اجازت سے بستی نظام الدین دہلی تشریف لے گئے اور دعوت وتبلیغ کا کام انجام دینا شروع کیا۔

راہِ سلوک: اولاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت ہوئے،ان کے وصال کے بعد حضرت شیخ الہندؒ کے مشورہ سے مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوریؒ سے بیعت ہوئے ، اور ان کی ہی نگرانی میں منازل سلوک طے کیے اور نیابت وخلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

آپ کا اصلاحی وتبلیغی کارنامہ: آپ نے دعوت وتبلیغ کا یہ مقدس کام بستی نظام الدین دہلی کی ایک چھوٹی سی مسجد ''بنگلہ والی'' سے اِس کا آغاز کیا اور ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۶ء میں تبلیغی تحریک کی بنیاد ڈالی۔

حضرت مولانا اسیر ادروی مدظلہ اپنی کتاب ''دار العلوم دیو بند، احیائے اسلام کی عظیم تحریک''میں آپ کے تبلیغی کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

آپ نے تعلیم دین کے کام کا آغاز ایک ایسی قوم سے کیا جو اِس مہذب دنیا میں بھی تہذیب وتمدن، اخلاق وشرافت، دین ودیانت کی کوئی ہلکی سی کرن بھی اُن کی آبادیوں پر نہیں پڑی تھی، اس قوم کو میو یا میواتی کہا جاتا ہے، جو دہلی سے جانبِ جنوب ایک وسیع و عریض سر زمین میں آباد ہے، تقریباً تیس لاکھ کی آبادی ہے، وہ اپنے کو مسلمان کہتے تھے،لیکن کسی رُخ سے بھی وہ مسلمان کہلائے جانے کے مستحق نظر نہیں آتے تھے۔ان کے

نام ماتا سنگھ، پرہلاد سنگھ، بھیم سنگھ جیسے ہوتے تھے۔ پوجا پاٹ پر اُتر آتے تھے تو دیوی دیوتاؤں اور بھوانی تک کی پرستش کر ڈالتے تھے۔ حد تو یہ ہے کہ گوبر تک کی پوجا کرتے تھے۔ ان کے مراکزِ عقیدت اور عبادت گاہوں کے نام بھی ہندوانہ تھے۔ مثلاً: پانچ پیرا، بھیسا، چاہنڈ، کھیڑا دیوا اور مہادیوی، وہ ان پر قربانیاں چڑھاتے تھے، شبِ براءت بھی مناتے تھے، سید سالار مسعود غازی کا جھنڈا بھی اٹھاتے اور پوجتے تھے، مرد دھوتیاں پہنتے اور عورتیں گھگھر یا باندھتی تھیں۔ ان کی بود وباش، طور طریق موجودہ دور میں خانہ بدوش نٹوں جیسا تھا، عورت مرد کسی کو بھی دیکھ کر کوئی شخص ان کو مسلمان نہیں کہہ سکتا تھا، یہی حال میو یا میواتیوں کا تھا، ایسی ہی بنجر زمین میں تبلیغ کا پودا لگایا گیا۔ جس کی نشو ونما کا ظاہری اسباب کے تحت کوئی موقع نہیں تھا۔ لیکن خدا جب اپنے کسی مخصوص بندے سے کام لینا چاہتا ہے، تو اس کے ہاتھ میں لوہے کو بھی موم بنا دیتا ہے، پتھر کو بھی پگھلا دیتا ہے۔ سنگلاخ زمین کو سرسبز وشاداب، رنگین وخوش نما پھولوں کا چمنستان بنا دیتا ہے، چناں چہ اُنہیں بندوں میں آپ کا بھی شمار ہے کہ آپ کے ذریعہ میو قوم کی اصلاح ہوئی۔ اور آج اُسی قوم سے تمام دنیا میں دعوت وتبلیغ کا کام جاری ہے ؎

خود نہ تھے جو راہ پر، اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

وفات: مختصر علالت کے بعد ۲۱ر رجب المرجب ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۳ء کو دہلی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور وہیں مدفون ہیں۔ آپ کی غالبًا کوئی تصنیف نہیں ہے، البتہ اقوال وملفوظات محفوظ ہیں۔

(مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ٦٦، دار العلوم دیوبند، احیائے اسلام کی عظیم تحریک ص ۱۴۱، حیاتِ خلیل ص ۵۹۸، سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلوی ص ۱۳۱)

(۵۳)

حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ

آپ اپنے وقت کے مفسر قرآن، خادم قرآن، انجمن خدام الدین شیرنوالہ لاہور کے روحِ رواں، مدرسہ قاسم العلوم لاہور کے بانی، تحریک خلافت کے ایک سرگرم رکن، جمعیۃ العلماء کے ایک وفادار ممبر، مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے شاگرد رشید اور بڑے ہی وسیع القلب اور وسیع النظر عالم دین تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۲ / رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۶ء کو جمعہ کے دن قصبہ ''جلال''، ضلع گوجرانوالہ (پاکستان) میں ہوئی۔ آپ ایک نومسلم خاندان کے فرد تھے، آپ کے والد شیخ حبیب اللہ خود اسلام لائے تھے۔ آپ کے والد گوجرانوالہ پنجاب کے ایک شریف ہندو خاندان کے فرد تھے۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ، جو اصلاً پنجابی تھے، طویل قیام کی وجہ سے سندھی مشہور ہو گئے، آپ کے رشتہ دار ہوتے تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ کی تعلیم وتربیت مولانا عبید اللہ سندھیؒ ہی کے زیرِ سایہ اور نگرانی میں ہوئی۔ اور خاص طور سے فن تفسیر میں انہیں سے مہارت حاصل کی، اور حدیث کی کتابیں حضرت شیخ الہندؒ سے پڑھیں۔

درس وتدریس: شروع شروع میں آپ نے اپنے استاذ مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی جگہ دہلی میں، جب کہ وہ ہجرت فرما گئے، درس جاری رکھا۔ جب انگریزی حکومت نے آپ کو دہلی سے جلا وطن کر کے لاہور پہنچایا تو آپ نے تقریباً نصف صدی تک

مدرسہ قاسم العلوم لاہور میں، جس کے آپ خود بانی تھے، حدیث وتفسیر کا درس دیا۔

راہِ سلوک: آپ نے منازل سلوک حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ (جو پاکستان کے مشہور اولیاء اللہ میں شمار ہوتے تھے) کی خدمت میں رہ کر طے کیں۔

آپ کا دینی، سیاسی، علمی واصلاحی کارنامہ: آپ نے ۱۹۲۲ء میں انجمن خدام الدین اور ۱۹۲۴ء میں مدرسہ قاسم العلوم قائم کیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے فن تفسیر میں زبردست ملکہ دیا تھا، چناں چہ آپ سے فن تفسیر حاصل کرنے کے لیے دور دراز سے فارغ التحصیل طلبہ حاضر ہوتے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر واپس جاتے، آپ نے سندھی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا اور اُس کے حواشی بھی لکھے۔ ۱۹۴۷ء میں اردو میں بھی مترجم قرآن مجید شائع کیا جس میں ترجمہ حضرت شاہ عبد القادر دہلویؒ کا ہے۔ اور حواشی آپ کے قلم سے لکھے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے انجمن خدام الدین کی طرف سے بڑی تعداد میں کثیر التعداد تبلیغی رسائل شائع کیے۔ آپ نے اصلاحی کارنامہ بھی انجام دیا۔ غلط عقائد، فاسد اخلاق، غیر دینی اور غیر شرعی رسوم واعمال، غیر اسلامی معاشرت وتمدن کی اصلاح پر بہ ذریعہ تقریر زور دیا جس سے بہت سے لوگ تائب ہوئے۔ آپ نے تحریکِ خلافت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جس کی وجہ سے قید وبند کی صعوبتیں بھی جھیلنی پڑیں۔

وفات: آپ کا انتقال ۱۸ر رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۳ر فروری ۱۹۶۲ء کو نمازِ عشاء میں بحالت سجدہ ہوا۔ لاہور میں مدفون ہیں۔ (پرانے چراغ ا رص ۱۳۴)

(۵۴)

حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ

آپ اپنے وقت کے مشہور ومعروف محدث، منطق وفلسفہ کے ماہر، استاذ الاساتذہ، دارالعلوم دیوبند کے صدرالمدرسین، اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے تلمیذ و مرید تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۶ء میں مشرقی یوپی کے مشہور شہر ''بلیا'' میں ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام غلام کبریا ہے۔ آپ کا خاندان پنجاب (جھنگ) سے جونپور اور پھر کچھ مدت کے بعد بلیا میں آ کر آباد ہو گیا۔

تعلیم وتربیت: فارسی وعربی کی ابتدائی تعلیم حضرت مولانا حکیم جمیل الدین نگینویؒ سے حاصل کی، معقولات کی کتابیں حضرت مولانا فاروق احمد چریاکوٹیؒ اور مولانا ہدایت اللہ خاںؒ (تلمیذ مولانا فضل حق خیرآبادیؒ) سے پڑھیں۔ اور دینیات کی تعلیم حضرت مولانا عبدالغفار صاحب اعظمیؒ (تلمیذ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ) سے حاصل کی۔ ۱۳۲۵ھ کے اواخر میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو کر ہدایہ اور جلالین وغیرہ کتابیں پڑھیں اور ۱۳۲۷ھ میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں مدرس دوم کی جگہ تقرر ہوا، پھر عمری ضلع مرادآباد کے مدرسہ میں کچھ عرصے تک درس وتدریس کے فرائض انجام دیے۔ ۱۳۳۱ھ میں آپ کو دارالعلوم دیوبند بلایا گیا۔ ۱۳۴۰ھ سے ۱۳۴۴ھ

تک دار العلوم مئو اعظم گڑھ اور مدرسہ امدادیہ دربھنگہ (بہار) میں صدر مدرس کے عہدے پر فائز رہے۔ ۱۳۴۴ھ میں آپ کو پھر دار العلوم دیوبند بلایا گیا۔ ۱۳۶۲ھ میں پھر دار العلوم سے علاحدگی اختیار کرلی۔ اولاً جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مسندِ صدارت کو رونق بخشی، وہاں کے بعد کچھ عرصہ تک مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں صدارتِ تدریس کی خدمات انجام دیں، بعدازاں بنگال میں ہاٹ ہزاری ضلع چاٹگام کے مدرسہ میں صدر المدرسین رہے پھر ۱۳۶۶ھ میں دار العلوم دیوبند بلائے گئے اور ۱۳۷۷ھ میں حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کی وفات کے بعد مسندِ صدارت پر فائز ہوئے۔

راہِ سلوک: آپ نے سلوک کے منازل حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی خدمت میں رہ کر طے کیے۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں، جن میں سے شرحِ ترمذی شریف نہایت اہم ہے۔ اس کے علاوہ رسالہ ''مصافحہ'' اور رسالہ ''تراویح'' اور ایک رسالہ ''انوار الحکمۃ'' فارسی میں تحریر کیا۔ آخر الذکر رسالہ منطق وفلسفہ کے مضامین پر مشتمل ہے۔ ان دونوں فنون میں آپ اپنے وقت کے یکتائے روزگار تھے۔ آپ کے درس وتدریس کی مدت ساٹھ سال ہوتی ہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے جو آپ کا ایک الگ کارنامہ ہے۔

وفات: ۲۴ر رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء کی دوپہر کو چوراسی سال کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ مزار قاسمی دیوبند میں مدفون ہیں۔

(تذکرۂ محدثین ص ۲۷۵، تاریخ دار العلوم دیوبند ۲؍ص ۱۰۳)

(۵۵)

حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

آپ بڑے جلیل القدر محدث و مفسر، سحر بیان متکلم، عالی قدر مصنف وانشاء پرداز اور میدان سیاست کے شہ سوار تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۷ء میں بمقام ''بجنور'' ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام حضرت مولانا فضل الرحمٰنؒ تھا۔ آپ کے والد اپنے زمانہ کے فاضل، اردو ادب کے ماہر، اور ڈپٹی انسپکٹر آف مدارس تھے۔ آپ کے والد نے پہلے آپ کا نام فضل اللہ رکھا، لیکن بعد میں شبیر احمد رکھا جو مشہور رہوا۔ آپ کا شجرۂ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ کی عمر جب سات برس کی ہوئی تو آپ ناظرۂ قرآن مجید میں داخل ہوئے، ۱۳۱۴ھ میں آپ نے اردو اور فارسی کی کتابیں مولانا محمد یاسین صاحبؒ سے پڑھیں۔ ۱۳۱۹ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۲۵ھ میں وہیں سے فارغ ہوئے۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد مدرسہ عالیہ فتح پور دہلی کے صدر مدرس کے عہدہ پر فائز ہوئے، ۱۳۲۸ھ میں آپ کو دار العلوم دیوبند بلایا گیا۔ یہاں آپ نے عرصہ تک درجہ علیا کی مختلف کتابیں پڑھائیں۔ ۱۳۴۶ھ میں دار العلوم دیوبند سے بعض اختلافات کے سبب سے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ

وغیرہ حضرات کے ساتھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت) تشریف لے گئے۔۱۳۵۲ھ میں جب علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا انتقال ہوگیا تو آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے، ۱۳۵۴ھ میں حضرت تھانویؒ اور بعض دیگر حضرات کے ارشاد پر دار العلوم دیوبند تشریف لائے اور ۱۳۶۲ھ تک بحیثیت صدر مہتمم دار العلوم کی خدمات انجام دیتے رہے۔۱۳۶۶ھ میں پاکستان تشریف لے گئے اور آخر دم تک وہیں مقیم رہے۔

راہِ سلوک: آپ حضرت شیخ الہندؒ کے ارشدِ تلامذہ میں سے تھے اور اُنہیں سے بیعت بھی تھے۔

آپ کا علمی وسیاسی کارنامہ: آپ کے علمی کارناموں میں مقالات، خطبات اور مضامین کے علاوہ دو ایسے علمی کارنامے ہیں جو کبھی فراموش نہیں کیے جاسکتے، ایک تو حاشیۂ قرآن مجید جو شیخ الہندؒ کے ترجمہ پر ہے، جس کے بارے میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا تھا: مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تفسیر قرآن لکھ کر دنیائے اسلام پر بڑا احسان کیا ہے۔ اور دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے مسلم شریف کی عربی میں حنفی نقطۂ نظر سے ایک شرح لکھی، جس کا نام ''فتح الملہم'' ہے، جس کے بارے میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے دیوبند میں ایک تعزیتی تقریر میں فرمایا تھا:

''مسلم شریف کی عربی شرح یادگار زمانہ رہے گی جو پوری دنیائے اسلام میں نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی گئی ہے۔''

آپ نے ملکی سیاست میں بھی حصہ لیا، چناں چہ تحریک خلافت میں آپ نے بھر پور حصہ لیا، جمعیۃ علمائے ہند دہلی کی مجلس عاملہ کے آپ ایک فعّال رکن رہے۔۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۵ء تک اس میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ آخر زمانہ میں نظریۂ تقسیم میں مسلم لیگ کے ساتھ

شمولیت اختیار فرمائی تھی۔

تقسیم ہند سے قبل رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں آپ پاکستان تشریف لے گئے اور وہیں مقیم ہوگئے، وہاں بھی آپ نے گراں قدر علمی، مذہبی اور سیاسی خدمات انجام دیں۔

وفات: مختصر علالت کے بعد ۲۱ر صفر المظفر ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۳ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو چونسٹھ سال، ایک ماہ، بارہ یوم کی عمر پا کر کراچی میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہیں۔

(ہندوستان میں عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء ص ۱۲۱ تا ۱۲۹، تاریخ دار العلوم دیوبند ۲ر ص ۹۸ تا ۱۰۱، تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ص ۲۹۶، تذکرۂ محدثین ص ۲۶۹)

(۵۶)

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب بسنتیؒ

آپ اپنے وقت کے قطب الارشاد، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مرید اور حضرت مولانا عارف صاحب ہرسنگھ پوریؒ (خلیفۂ خاص حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ) کے خلیفہ تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۷ء میں موضع بسنت ضلع مظفر پور (بہار) میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم آواپور کے مکتب میں حاصل کی، اس کے بعد مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں داخلہ لیا اور متوسطات کی کتابیں پڑھیں، یہاں سے الٰہ آباد تشریف لے گئے۔ وہاں مدرسہ سبحانیہ میں مشکوٰۃ شریف وغیرہ کتابیں پڑھیں، پھر دارالعلوم دیوبند تشریف لے گیے۔ وہاں شیخ الہندؒ اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے بخاری شریف پڑھی، اور ۱۳۳۶ھ میں کتب درسیہ سے فارغ ہوئے۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد وطن ہی میں رہ کر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا، بعد میں مدرسہ محمود العلوم دملہ دربھنگہ میں آپ کا تقرر بہ حیثیت عربی مدرس ہوا۔ ۱۳۴۰ھ میں آپ نے ترکِ ملازمت کر کے پوپری بازار سیتامڑھی تشریف لے آئے اور قریب ہی میں ایک بستی ''جوگیا'' میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا، ۱۳۴۱ھ میں جب حضرت مولانا رمضان علی مرحوم بانی مدرسہ اشرف العلوم کنہواں کا انتقال ہوگیا، تو آپ

وہاں کے صدر مدرس اور مہتمم ومتولی بنائے گئے۔ ۱۳۴۶ھ میں ترکِ ملازمت کر کے پھر پوپری بازار تشریف لائے، اور مکتبہ اشرفیہ کے نام سے ایک مکتب بہ شکل دوکان قائم کیا۔

راہِ سلوک: آپ کچھ دنوں علاقہ کے ایک صاحب جذب حاجی نعمت علی عرف خاکی شاہؒ کی خدمت میں رہے، پھر حضرت تھانویؒ کی طرف میلان ہوا۔ چناں چہ ۱۳۳۹ھ میں حضرت تھانویؒ سے بیعت ہوئے۔ بعد میں اجازت وبیعت حضرت مولانا محمد عارف ہرسنگھ پوریؒ سے بھی حاصل ہوئی۔

آپ کا اصلاحی وعلمی کارنامہ: آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ ہی کی محنت اور جد وجہد سے پورا علاقہ اور خصوصًا علاقۂ چمپارن مسلک حنفیت سے آشنا ہوا، اسی طرح آپ کی کاوشوں سے شرک وبدعات کا قلع قمع ہوا، آج اُس نواح میں علماء وصلحاء کی جو جماعت اور دین کی جو پاکیزہ فضا نظر آتی ہے وہ آپ ہی کی محنت وتڑپ کا نتیجہ ہے۔ آپ کے علمی کارناموں میں، عزیز القواعد، اکمال صبیاں مع خوش حال صباں، آرسی شرح فارسی پہلی، مدۃ الخواطر اور صفوۃ المصادر وغیرہ مشہور ہیں۔

وفات: ۱۷رمحرم الحرام ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۲ء بحالتِ نمازِ عصر اللہ کو پیارے ہوگئے۔ گاڑھا، جنک پور روڈ، سیتامڑھی کی قبرستان میں مدفون ہیں۔

(مکتوب مولانا عبدالمنان صاحب بنام مرتب)

(۵۷)

حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ

آپ ہندوستان اور کانگریس کے مایہ ناز لیڈر، الہلال، البلاغ، الندوہ، المصباح، احسن الاخبار، پیغام، دارالسلطنت اور لسان الصدق کے ایڈیٹر، اپنے وقت کے مفسر، مؤرخ، محقق، مجاہد اور جنگ آزادی کے علم بردار تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۷/اگست ۱۸۸۸ء کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ کا نام احمد ہے، ویسے ابوالکلام سے مشہور و معروف ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت مولانا خیر الدینؒ تھا۔ آپ کے والد نے آپ کا تاریخی نام فیروز بخت رکھا تھا۔ آپ کے آباء واجداد کی آمد ہندوستان میں ۱۸۹۸ء میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: ۱۸۹۲ء میں آپ کی رسم بسم اللہ ادا کی گئی اور ۱۹۰۳ء میں درس نظامی سے آپ نے فراغت حاصل کی۔ آپ نے کسی کالج یا مدرسے میں نہیں پڑھا، بل کہ آپ کی مکمل تعلیم گھر ہی پر ہوئی۔ آپ کا گھرانہ کئی پشتوں سے علماء وصلحاء کا گھرانا شمار ہوتا تھا۔ اُسی گھرانے میں آپ کی پرورش اور نشوونما ہوئی۔

آپ میدانِ صحافت میں: آپ نے دورانِ تعلیم ہی سے اخبار وجرائد نکالنے شروع کر دیے تھے، چناں چہ ۱۸۹۹ء میں ماہنامہ ''نیرنگِ خیال'' کلکتہ سے جاری کیا، اِسی طرح ۱۹۰۱ء میں ہفتہ وار ''المصباح'' جاری کیا۔ اور ۱۹۰۲ء میں ہفتہ وار ''احسن الاخبار'' جاری فرمایا، اسی طرح ''لسان الصدق، الندوہ، وکیل، دار

السلطنت، الهلال، البلاغ، پیغام" وغیرہ جاری کیا، اُن میں سب سے زیادہ جس سے آپ کو شہرت ملی وہ الہلال ہے۔ جو جولائی ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا۔ الغرض آپ بہت سارے اخبار کے ایڈیٹر رہے۔

آپ کا سیاسی وعلمی کارنامہ: آپ نے ملک کی آزادی کے لیے زبردست قربانیاں دیں، بارہا قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا، پوری زندگی انگریزی حکومت واقتدار کے خلاف جہادِ عظیم میں گزار دی۔ ۱۹۳۹ء سے لے کر ۱۹۴۶ء تک "آل انڈیا کانگریس" کے صدر رہے، کانگریس میں آپ کے مشوروں کی بڑی اہمیت تھی۔ ملک کی آزادی کے بعد بارہ سال تک ہندوستان کے وزیرِ تعلیم رہے۔ آپ نے علمی کارنامہ بھی انجام دیا۔ چناں چہ آپ کے علمی کارناموں میں ترجمان القرآن، خطباتِ آزاد، غبارِ خاطر آپ کے علمی تاریخی وادبی شاہ کار ہیں۔

وفات: ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۲ رفروری ۱۹۵۷ء کو دہلی میں انتقال ہوا۔ جامع مسجد دہلی کے سامنے اردو پارک میں مدفون ہیں۔

(تحریک آزادی اور مسلمان ص ۲۸۲، ایوان اردو دہلی، ابوالکلام آزاد نمبر ۱۹۸۸ء، قرآن حکیم کے اردو تراجم ص ۴۳۹)

(۵۸)

فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ

آپ ہندوستان کے مایۂ ناز محدث، دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، جمعیۃ علمائے ہند کے صدر، حضرت شیخ الہند اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ارشد تلامذہ میں تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۸۹ء کو اجمیر (راجستھان) میں ہوئی، جہاں آپ کے دادا سید عبد الکریم صاحب محکمۂ پولس میں تھانیدار تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام حکیم سید عالم تھا۔ آپ کے والد محترم بہترین حافظ قرآن اور حاذق طبیب تھے۔ آپ کا وطن مالوف ''ہاپوڑ'' غازی آباد (یوپی) ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب بتّیس واسطوں سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

تعلیم وتربیت: چار سال کی عمر میں تعلیم شروع ہوئی۔ قاعدہ اور قرآن کریم والدہ ماجدہ سے پڑھا۔ فارسی کی تعلیم اپنے خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی، عربی صرف ونحو اپنے خاندانی بزرگ اور عالم مولانا خالد صاحبؒ سے پڑھی، اس کے بعد آپ نے ہاپوڑ اور گلاؤٹھی کے مدرسہ منبع العلوم میں مولانا ماجد علی جونپوریؒ سے مختلف کتابیں پڑھیں۔ معقولات کی کتابیں دہلی جا کر پڑھیں۔ ۱۳۲۶ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور دو سال رہ کر ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں فارغ ہوئے۔

درس وتدریس: ۱۳۲۸ھ میں تعلیم سے فراغت کے بعد وہیں مدرس ہو گئے، مگر کچھ عرصہ بعد اکابر دار العلوم نے آپ کو جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں بھیج دیا،

جہاں اڑتالیس سال قیام رہا۔ وہاں آپ مختلف علوم وفنون خصوصًا درسِ حدیث سے نصف صدی تک طلبہ کو فیض پہنچاتے رہے۔ ۱۳۷۷ھ میں حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنیؒ کی وفات کے بعد پھر دار العلوم دیوبند تشریف لائے اور ایک عرصہ تک شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے۔

آپ کا علمی وسیاسی کارنامہ: آپ نے تحریک آزادی اور تحریک خلافت میں حصہ لے کر قوم وملت کی عظیم خدمات انجام دیں۔ اس کے نتیجے میں قید وبند کی صعوبتیں بھی جھیلنی پڑیں۔ حضرت شیخ الاسلام کے دورِ صدارت میں دو بار جمعیۃ علمائے ہند کے نائب صدر منتخب ہوئے، بعد ازاں مسند صدارت پر تاحیات فائز رہے، اسی طرح آپ نے علمی کارنامہ بھی انجام دیا۔ چناں چہ آپ کے علمی کارناموں میں ایضاح البخاری شرح بخاری، القول النصیح فیما یتعلق بتراجم ابواب الصحیح اور مفتاح العوامل شرحِ اردو شرح مایۃ عامل وغیرہ بہت ہی مشہور ومعروف ہیں۔ آپ غیر معمولی قوت حافظہ کے مالک تھے۔ آپ نے پورا قرآن کریم صرف پچیس دن میں حفظ کرلیا تھا اور وہ آپ کو بالکل صحیح یاد تھا۔ آپ کا درس تین تین چار چار گھنٹے جاری رہتا تھا، اس کے باوجود نہایت تسلسل کے ساتھ مفصل کلام فرماتے تھے، کبھی بھولنے کا نام نہ تھا۔

وفات: ۲۱ر صفر المظفر ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۶راپریل ۱۹۷۲ء پنجشنبہ کی شب میں تقریباً گیارہ بجے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ نماز جنازہ حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند نے پڑھائی۔ محلہ لال باغ مراد آباد کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

(حضرت شیخ الحدیث اوران کے خلفائے کرام، الفرقان وفیات نمبر ۱۹۷۷ء، تاریخ دار العلوم دیوبند ار ص ۱۰۵، تاریخ شاہی مراد آباد ص ۳۲۹)

(۵۹)

حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندویؒ

آپ معقولات کے بہت بڑے عالم، اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اَجلِّ خلفاء میں سے تھے۔

ولادت: آپ ۱۴/ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ مطابق یکم اگست ۱۸۹۰ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حکیم عبدالخالق صاحبؒ اپنے وقت کے مشاہیر علم و فضل میں سے تھے۔ حضرت مولانا محمد نعیم فرنگی محلیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت عبد اللہ انصاریؓ سے ملتا ہے، اصل وطن ستڑکھ ضلع بارہ بنکی تھا، مگر آپ کے والد ماجد آخر میں لکھنؤ آ گئے تھے، اس لیے لکھنوی کہلائے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم حضرت مولانا فرنگی محلیؒ اور مولوی توکل حسینؒ سے اپنے علاقہ میں حاصل کی، پھر شوال المکرّم ۱۳۱۹ھ کو دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ لیا، کچھ عرصہ مولانا محمد ادریس ندویؒ سے استفادہ کیا، پھر علامہ شبلیؒ کے زیر سایہ دار العلوم ندوہ میں تعلیم و تربیت حاصل کی، یہاں کے اساتذہ میں علامہ شبلیؒ کے علاوہ مولانا عبد الحفیظ صاحبؒ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ قابل ذکر ہیں، آپ ابتدا سے ہی تاریخ وادب کے بجائے فلسفہ و معقولات کی طرف مائل تھے۔ اسی جہت سے آپ علامہ شبلیؒ کے گرویدہ تھے، بہر کیف آپ نے ۱۹۱۰ء میں دار العلوم ندوہ سے فراغت حاصل کی۔

درس وتدریس: فراغت بعد اکتوبر ۱۹۱۵ء میں آپ علامہ سید سلیمان ندویؒ کی جگہ بمبئی یونی ورسٹی کے مشہور دکن کالج پونہ میں لیکچرار مقرر ہوئے، یہاں آپ کو فلسفہ کے عمیق مطالعہ کا موقع ملا، زیادہ دل چسپی تاریخ وفلسفہ سے رہی، اسی دوران چند ماہ کے لیے گجرات کالج احمد آباد گئے، اسی اثنا میں سوات میں آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس ہوا، جہاں مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانیؒ کے اصرار پر آپ نے وہ معرکۃ الآرا لیکچر دیا، جو بعد میں مذہب وعقلیت کے نام سے چھپ کر نہ صرف جدید وقدیم اہل علم میں مقبول ہوا، بل کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اس کو دین کا آہنی قلعہ قرار دیا، اس کا نفع دوسروں کو جو پہنچا وہ تو الگ رہا، خود آپ کو بھی انہی کے الفاظ میں یہ ہوا کہ لاالٰہ کے سبب سے فہم وشعور کے ساتھ الا اللہ کے ایجاب کی طرف پھیر دیا اور بعد کو یہی لیکچر ایک بڑے منفرد رنگ، صاحب حال وقال بزرگ کی نظر نصیب ہوجانے کا حیلہ بنا۔ مارچ ۱۹۲۰ء کو گجرات کالج سے علیحدگی کے بعد پروفیسر شیخ عبد القادر کے ہمراہ حیدر آباد دکن آئے اور مولانا محمد حسین صاحب کی زیارت نصیب ہوئی اور کئی ماہ اُن سے تعلق وعقیدت قائم رہا۔ آپ ان سے بہت متأثر ہوئے، بعد ازاں یکم دسمبر ۱۹۲۰ء میں علامہ سید سلیمان ندویؒ کی دعوت پر دار المصنفین اعظم گڑھ آگئے اور اواخر اگست ۱۹۲۲ء تک یہاں علمی کاموں میں مصروف رہے، ستمبر ۱۹۲۲ء میں آپ باضابطہ طور پر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن سے وابستہ ہوگئے اور یہاں مستقل طور پر قیام پذیر ہوئے اور ۵۵ر سالہ میعادِ عمر ختم کر کے اگست ۱۹۴۵ء میں وظیفہ پر سبک دوشی حاصل فرمائی اور اپنے وطن لکھنؤ لوٹ آئے۔

راہِ سلوک: آپ کا روحانی سلسلہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے منسلک تھا، آپ جون ۱۹۲۸ء میں حضرت حکیم الامت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

اصلاحی تعلق باقاعدگی سے قائم کیا، پندرہ برس کا تعلق، کمال اتباع وانقیاد اور قوت استفادہ کی بدولت آپ محبت کی منزل سے گزر کر محبوبیت کے اوج ثریا پر پہنچ گئے اور حضرت حکیم الامت کے خلیفہ مجاز قرار پائے۔

علمی کارنامہ: اپنے شیخ حکیم الامت تھانویؒ کے سیکڑوں مواعظ، ہزار ہا ہزار ملفوظات اور بیسیوں تصانیف میں فکری غوطہ زنی کر کے تعلیمات اشرفیہ کو چار مجلدات ''تجدید دین کامل، جس کا پہلا نام جامع المجد دین تھا۔ تجدید تصوف، تجدید معاشیات اور تجدید تعلیم وتبلیغ'' میں نہایت خوبی سے جمع فرمایا اور ان کی طباعت کے لیے خود اپنی جمع شدہ پونجی وقف فرمادی، اللہ تعالیٰ نے اُن تصانیف کو بڑی مقبولیت بخشی اور مشرق وسط میں تعلیمات اشرفیہ پھیل گئیں۔

وفات: بہرحال آپ عمر بھر خدمت اسلام میں گزارتے ہوئے ۲۸ رمحرم الحرام ۱۳۹۶ھ ۲۰ رجنوری ۱۹۷۶ء کو دارالفناء سے دارالبقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

(سو بڑے علماء ص۱۲۹ تا ۱۳۲)

(۶۰)

حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

آپ برِ اعظم ایشیا کے خطیب اعظم، مجلس احرار اسلام کے قابل اور مایہ ناز لیڈر، حضرت شاہ عبد القادر رائپوریؒ کے مرید خاص، اور صوبہ پنجاب (پاکستان) کے امیر شریعت تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت یکم ربیع الاول ۱۳۱۰ھ مطابق ۲۳/ دسمبر ۱۸۹۲ء کو بہار کی راجدھانی پٹنہ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: آپ نے مکتبی تعلیم گھر پر حاصل کی، اور خصوصی استفادہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی خدمت میں رہ کر کیا۔ آپ کا شمار علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ممتاز تلامذہ میں ہوتا ہے۔ حضرت علامہ کشمیریؒ نے ہی آپ کو امیر شریعت کا خطاب دیا تھا۔

دعوت وخطابت: آپ نے اپنے زورِ خطابت سے قادیانیت، رفض وتفضیل، اور ہر نئے فتنہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آپ کی ایمان افروز تقریروں سے صوبۂ پنجاب، ملتان اور اس کے اطراف میں جو رسم رواج اور برے عقائد پھیلے ہوئے تھے، ان کی اصلاح ہوئی۔ آپ سحر البیان مقرر اور خطابت کے جادوگر سمجھے جاتے تھے۔ مخالف سے مخالف مجمع میں اپنی بات منوا لینے میں آپ کو کمال حاصل تھا، کئی کئی گھنٹے مسلسل تقریر کرتے اور مجمع یہ محسوس کرتا کہ ابھی کچھ دیر نہیں ہوئی، ہاتھ میں تلوار کا سہارا لے کر اور اسٹیج پر چل پھر

کر اِس طرح تقریر کرتے جیسے کوئی سپہ سالار اپنی فوج کے سامنے جوش وجذبہ دلانے کے لیے گرما گرم تقریر کررہا ہو۔قرآن پاک بہت ہی مسحور کن آواز میں پڑھتے ،اور جب قرأت کرتے تو ایسا سناٹا چھا جاتا جیسے سانسوں کی بھی آواز نہیں سنائی دے رہی ہے، اردو کے اشعار برمحل اپنے مخصوص ترنم سے پڑھتے ،لوگ بے تابانہ آپ کی تقریر سننے کے لیے دوڑتے تھے، واقعی کسی شاعر نے آپ کے متعلق سچ کہا ہے ؎

گردنِ ظلم و تشدد کو جھکانے کے لیے
''روز ہوتے نہیں دنیا میں بخاری پیدا''

آپ کا سیاسی کارنامہ: آپ مجلس احرار اسلام کے بانیوں میں تھے۔ برطانوی سامراج کے زبردست مخالف تھے،تحریکِ آزادی میں پیش پیش رہے، بارہا قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا،جیل جانا آپ کی زندگی کا گویا ایک مشن اور محبوب مشغلہ بن گیا تھا۔آپ نے ساری زندگی پنجاب (پاکستان) ہی میں گزار دی۔

وفات: ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۱ر اگست ۱۹۶۱ء کو''ملتان'' (پاکستان) میں انتقال ہوا۔قبرستان جلال باقری نزد باغ لنگے خان (ملتان) میں مدفون ہیں۔

(نقش دوام ص ۱۶۷، ۱۸۷، تحریک آزادی اور مسلمان ص ۲۸۶، سوانح عبدالقادر رائپوری ص ۲۹۰)

(۶۱)

حضرت مولانا مناظر احسن صاحب گیلانیؒ

آپ بقول مفتی ظفیر الدین صاحب مدظلہ: بہار کی مردم خیز سرزمین کے در شاہوار، اور بقول مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؔ مدظلہ: آپ دقیق النظر اور کامل الفن عالم، وسیع النظر محدث ومؤرخ، سیال قلم مصنف، سحر بیان مقرر، کامیاب مدرس، حقیقت پسند وباخبر عالم دین، عہد حاضر اور نسل جدید کے نبض شناس عالم تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۹؍ربیع الاول ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء کو اپنی نانہال موضع استھانواں ضلع پٹنہ (بہار) میں ہوئی۔ پرورش وپرداخت دَدھیال گیلان میں ہوئی، آپ کے والد کا نام حافظ ابوالخیر تھا۔ آپ کے والد بہت ہی سادہ مزاج اور فیاض تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم قرآن شریف، اردو، فارسی اور عربی صرف ونحو کی کتابیں گیلان ہی میں اپنے چچا حکیم سید ابوالنصرؒ سے حاصل کی۔ خاندانی بزرگوں پر فن معقولات کا رنگ غالب تھا۔ چناں چہ ۱۳۲۴ھ میں آپ کو مزید تعلیم کے لیے مولانا برکات احمد مرحوم کے پاس ''ٹونک'' بھیج دیا گیا۔ مولانا برکات احمد معقولات کے نامور عالم تھے، سات سال تک ان سے معقولات کی چھوٹی بڑی کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۳۱ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۲ھ میں سند فراغت حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الہندؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسے نامور علماء شامل ہیں۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد کچھ دنوں رسالہ ''القاسم'' اور ''الرشید'' میں معاون مدیر کی حیثیت سے کام کیا، پھر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد میں آپ کا تقرر ہوا، جہاں آپ شعبۂ دینیات کے صدر مقرر ہوئے۔ آپ نے تقریباً ۲۵ ر سال تک حیدرآباد میں علمی خدمات انجام دیں، کچھ دنوں آپ نے ٹونک میں بھی درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا۔

راہِ سلوک: زمانۂ طالب علمی میں حضرت شیخ الہندؒ سے بیعت ہوگئے تھے، ان کے وصال کے بعد آپ نے ایک بغدادی الاصل بزرگ جو حیدرآباد میں عرصہ سے مقیم تھے اُن کا نام حبیب العبدروسؒ تھا۔ ان سے رشتۂ سلوک جوڑا اور خلافت سے نوازے گئے، دوہری خلافت حضرت مولانا محمد حسین سے حاصل کی جو شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے قالاً وحالاً ترجمان تھے۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ نے زبردست علمی کارنامہ انجام دیا۔ چناں چہ آپ کے علمی کارناموں میں مقالات وخطبات کے علاوہ بہت ساری تصانیف بھی شامل ہیں جن میں ''مقالاتِ احسانی، سوانح قاسمی (تین جلدیں) ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ، امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، تدوین حدیث، النبی الخاتم اور ہزار سال پہلے'' وغیرہ بہت ہی مشہور ومعروف ہیں۔

وفات: ۲۵ ر شوال المکرّم ۱۳۷۵ھ مطابق ۵ ر جون ۱۹۵۶ء صبح ۷ بجے داعئ اجل کو لبیک کہا۔ گیلان ہی میں مدفون ہیں۔ (حیات گیلانی ص ۲۵۰، تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲ ر ص ۱۱۸)

(۶۲)

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ

آپ اپنے وقت کے مشہور و معروف محدث اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حقیقی بھانجے اور ہم زلف تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳/ربیع الاول ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء کو محلّہ دیوان دیوبند میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا نام شیخ لطیف احمد عثمانیؒ اور دادا کا نام نہال احمد تھا۔

تعلیم وتربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں ہوئی، پھر بعد میں مولانا اشرف علی تھانویؒ نے آپ کو تھانہ بھون بلا لیا۔ یہاں فارسی کی تکمیل کی اور عربی کی کچھ کتابیں پڑھیں، خود مولانا تھانویؒ سے مثنویؒ مولانا روم، اور عربی کے چند اسباق پڑھے، حضرت تھانویؒ نے تھانہ بھون سے مدرسہ جامع العلوم کان پور بھیج دیا، پھر مظاہر علوم سہارن پور جا کر تعلیم مکمل کی۔

درس وتدریس: آپ ۱۳۳۸ھ میں مظاہر علوم ہی میں مدرس مقرر ہوئے، اور سات سال تک یہیں درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، اس کے علاوہ تھانہ بھون میں درس وافتاء کی خدمت پر بھی مامور رہے۔ ۱۳۳۹ھ میں رنگون تشریف لے گئے جہاں درس وتدریس کے علاوہ وعظ وارشاد کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ۱۳۵۸ھ میں ڈھاکہ (بنگلہ دیش) یونی ورسٹی کے استاذ دینیات مقرر ہوئے اور یہاں ایک مدرسہ اشرف العلوم قائم کیا، اس کے بعد ۱۹۵۴ء میں دار العلوم ٹنڈو الہ یار سندھ (پاکستان) میں شیخ

الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوئے، اور آخر عمر تک اسی سے تعلق قائم رہا۔

راہِ سلوک: آپ کا اصلاحی و روحانی تعلق حضرت تھانویؒ سے تھا، آپ ہی نے حضرت تھانویؒ کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ کا سب سے اہم علمی کارنامہ ''اعلاء السنن'' کی ترتیب وتالیف ہے جس میں وہ تمام احادیث، جن سے فقہ حنفی ماخوذ ہے جمع کردی ہیں۔ یہ کتاب بیس جلدوں پر محیط ہے، اس کے علاوہ بھی بہت سی تصانیف ہیں۔

وفات: آپ کی وفات ۸۵؍سال کی عمر میں پاکستان میں ۸؍دسمبر ۱۹۷۴ء مطابق ۱۳۹۴ھ کو ہوئی، وہیں مدفون ہیں۔

(تذکرۂ محدثین ص ۲۷۷، تاریخ مظاہر ۲؍ص ۲۴۶)

(٦٣)

حضرت مولانا صوفی رمضان علی صاحبؒ

آپ اپنے زمانہ کے ولیٔ کامل، صاحبِ کشف وکرامات بزرگ اور مدرسہ اشرف العلوم کنہواں سیتامڑھی (بہار) کے بانی تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں ضلع سیتامڑھی کے ایک گاؤں ''آواپور'' میں ہوئی جو پوپری بازار اور باج پٹی کے درمیان واقع ہے، آپ کے والد ماجد کا نام شیخ دوست علی مرحوم تھا۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم آپ نے آواپور کے مکتب میں حاصل کی، اس کے بعد بغرض تحصیل علم عربی مدرسہ امدادیہ لہریا سرائے دربھنگہ تشریف لے گئے، پھر یہاں سے مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد (یوپی) جا کر شرح وقایہ، کنز الدقائق وغیرہ کتابیں پڑھیں، اس کے بعد دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۳۳۷ھ میں وہیں سے فراغت حاصل کی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد اپنے محبِّ صادق حضرت مولانا عبدالعزیز بسنتیؒ کے مشورہ پر قیام مدرسہ کے لیے قصبہ کنہواں تشریف لے گئے، جہاں آپ نے ایک ادارہ اشرف العلوم کی بنیاد ڈالی، اور عرصہ تک صدر مدرس کے عہدہ پر فائز رہے۔ دورانِ صدارت آپ نے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں۔

راہِ سلوک: آپ کا اصلاحی تعلق سب سے پہلے ۲۶/ ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ یوم جمعہ کو حضرت صوفی سید عنایت حسین صاحب الحسینی ملقب بہ مقبول شاہ صاحب لکھنویؒ سے زمانۂ قیام تعلیم الٰہ آباد میں ہوا۔ انہوں نے آپ کو ۱۳۳۴ھ میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، دوسری مرتبہ قیام دار العلوم کے دوران حضرت تھانویؒ سے ۴/ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ یوم دوشنبہ بعد نماز ظہر بیعت سے مشرف فرمائے گئے۔

آپ کا کارنامہ: آپ نے ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۱۷ء کو اپنے پیر طریقت حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے مبارک نام پر ایک ادارہ مدرسہ اشرف العلوم کے نام سے قصبہ کنہواں، سیتامڑھی میں قائم فرمایا جس سے ہزاروں تشنگانِ علوم نے سیرابی حاصل کی اور آج بھی کر رہے ہیں۔ یہ آپ کا وہ کارنامہ ہے جو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

وفات: آپ کی وفات ۸/ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۲ء کو ہوئی، آواپور قبرستان میں مدفون ہیں۔

(مکتوب مولانا عبدالمنان صاحب بنام مرتب)

(۶۴)

حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

آپ بقول مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی مدظلہ: ایک ادیب، ماہر نفسیات، معلم اخلاق، ایک حساس و محبت آشنا انسان، اور ہفتہ وار ''صدقِ جدید'' کے ایڈیٹر تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۶/شعبان ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۶/ مارچ ۱۸۹۲ء کو دریاباد ضلع بارہ بنکی (یوپی) میں ہوئی، آپ کے والد صاحب کا نام مولانا عبدالقادرؒ تھا۔ آپ کے والد محترم مشہور عالم و شیخ طریقت حضرت مولانا محمد نعیم فرنگی محلیؒ کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ آپ کی والدہ کا نام بی بی نصیر النساء تھا جو مزاج کی نیک، ہمدرد، غریب پرور اور بڑی فیاض تھیں۔

تعلیم و تربیت: جب آپ کی عمر چار برس کی ہوئی تو رسم بسم اللہ ادا کی گئی۔ جنہوں نے رسم بسم اللہ ادا کرائی ان کا نام مولانا محمد علی اطہر دہلوی ثم دریابادیؒ تھا۔ جس وقت آپ کی پیدائش ہوئی اس وقت آپ کے والد محترم ضلع لکھیم پور کھیری میں ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر فائز تھے، تھوڑے دن کے لیے آپ کا تبادلہ گونڈہ اور بستی میں ہوا، پھر ۱۸۹۷ء میں گورکھپور تبادلہ ہوگیا۔ وہیں آپ نے قرآن مجید اور اردو کی کتابیں پڑھیں، پھر ۱۸۹۸ء میں فیض آباد تبادلہ ہوا۔ یہیں آپ نے قرآن مجید کی تکمیل کی۔ ۱۸۹۹ء میں پھر آپ کے والد کا تبادلہ سیتاپور میں ہوگیا، وہاں بھی آپ کی تعلیم جاری رہی۔ مولوی اسماعیل

میرٹھی کی اردو کی ساری کتابیں یہیں ختم ہوئیں۔ اسی زمانہ میں آپ نے گلستاں، بوستاں، آمدنامہ، سکندر نامہ اور گلزار دبستاں وغیرہ پڑھیں۔ اس کے بعد آپ کا داخلہ ۱۹۰۱ء میں آپ کے والد نے سیتاپور کے اسکول میں کر دیا۔ جہاں آپ نے پانچویں کلاس سے لے کر دسویں کلاس تک پڑھا۔ اسی زمانے میں آپ نے عربی کتابیں حکیم مرزا محمد ذکی لکھنویؒ سے اور فرنگی محل کے مشہور مدرس مولوی عظمت اللہؒ سے پڑھیں۔ ۱۹۰۸ء میں آپ کا نام کِننگ کالج میں لکھوا دیا گیا۔ اس کے بعد علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی تشریف لے گئے، کچھ عرصہ وہاں گزار کر امتحان دے کر، پھر دہلی کالج میں داخلہ لیا۔ بی، اے پاس کر چکے تھے، ایم، اے (فلسفہ) کی تعلیم پوری کر چکے تھے لیکن امتحان نہیں دے سکے تھے کہ حالات کے سبب رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونا پڑا اور یہیں پر تعلیمی سلسلہ ختم ہو گیا۔

ملازمت: آپ چوں کہ ابتدا ہی سے بہترین ادیب، زبردست انشاء پرداز اور مضمون نگار تھے، اس لیے اخبار و جرائد میں مقالات و مضامین لکھ کر اولاً آمدنی کا کچھ خفیف سا ذریعہ بنا لیا تھا۔ چناں چہ ماہنامہ "ادیب" (الٰہ آباد) اور ماہنامہ "الفاظ" (لکھنؤ) میں کام کیا، پھر ۱۹۱۷ء میں مولوی عبدالحق صاحبؒ کی دعوت پر عثمانیہ یونی ورسٹی تشریف لے گئے جہاں اٹھارہ مہینے بہ حیثیت مترجم فلسفہ و منطق لگے رہے، ۱۹۱۸ء تک آپ نے وہاں جم کر کام کیا، پھر گھر تشریف لے آئے اور یہیں سے استعفیٰ بھیج دیا۔ اس کے بعد دیگر ماہناموں اور رسالوں میں مضامین لکھ کر گزر اوقات کرنے لگے، ۱۹۶۶ء میں یوپی گورنمنٹ کی ایک لسانی کمیٹی نے پانچ ہزار کا انعام بہ حیثیت بہترین مصنف اردو عطا کیا۔

آپ کا علمی، ادبی وسیاسی کارنامہ: آپ نے ایک بہترین اردو اور انگریزی ادیب ہونے کی حیثیت سے بہت سے مقالات و مضامین

اور کتابیں لکھیں جو آپ کا زبردست علمی اور ادبی کارنامہ ہے۔ آپ کے علمی اور ادبی کارناموں میں تفسیر ماجدی، سیرت نبوی قرآنی، بشریتِ انبیاء، حیواناتِ قرآنی، ارض القرآن یا جغرافیۂ قرآنی، اِعلام القرآن یا قرآنی شخصیات، ریڈیائی تقریروں کا مجموعہ، نشریاتِ ماجدی، تصوف اسلام، سفرحجاز، گیارہ سفر، خطوطِ مشاہیر، فرائضِ والدین، ایک خادم تعلیم، انشائے ماجدی، مقالاتِ ماجدی، وفیاتِ ماجدی اور آپ بیتی وغیرہ مشہور ومعروف ہیں۔

آپ نے سیاست میں بھی حصہ لے کر قومی، ملی اور سیاسی خدمات انجام دیں، آپ نے تحریک خلافت اور ترکِ موالات میں ہمیشہ حصہ لیا۔ صوبائی صدر اور خلافت کمیٹی کے مرکزی ممبر بھی رہے۔

راہِ سلوک: آپ پر کچھ عرصہ الحادو بے دینی کا بھی اثر رہا مگر اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی طرف گام زن فرما دیا۔ ۱۹۲۸ء میں حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت تھانویؒ کے کہنے پر حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہوئے مگر اصلاحی تعلق حضرت تھانویؒ سے آخر دم تک قائم رہا، اسی تعلق کا نتیجہ ہے کہ مرشد کی وفات کے بعد خطوط کی روشنی میں ''حکیم الامت نقوش وتأثرات'' تصنیف فرمائی، یہ کتاب حضرت تھانویؒ کی نجی زندگی کو سمجھنے میں بہت مددگار ثابت ہوئی اور لوگوں کے دلوں میں فرط محبت وعقیدت کا ذریعہ بنی، اس میں علماء، ادباء شعراء سبھی کے لیے ضیافت طبع کا سامان موجود ہے۔

وفات: ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۸ء میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور دریاباد ضلع بارہ بنکی (یوپی) میں مدفون ہیں۔ (تلخیص آپ بیتی مولانا عبدالماجد دریابادیؒ، قرآن حکیم کے اردو تراجم ص ۴۶۲)

(۶۵)

حضرت مولانا عبدالحمید صاحب نعمانیؒ

آپ ایک صاحب بصیرت عالمِ دین، ممتاز عربی داں، حق گولیڈر، بلند پایہ ادیب وخطیب، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے ممبر، مجلس شوریٰ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے معزز رکن، درجنوں کتابوں کے مترجم، تحریکِ آزادی اور تحریک خلافت کے زبردست حامی اور دارالعلوم معہد ملت مالیگاؤں (مہاراشٹر) کے بانی تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء کو مالیگاؤں کے ایک معزز گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے والد صاحب کا نام حاجی عظیم اللہؒ تھا۔ آپ کے والد بڑے ہی نیک فطرت انسان تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدا سے لے کر انتہا تک بیت العلوم مالیگاؤں میں ہی تحصیل علم کیا اور ۱۳۴۵ھ میں فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد مزید علمی پیاس بجھانے کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے لیکن وہاں کسی وجہ سے داخلہ نہ ہوسکا، پھر مظفر نگر کا قصد کیا۔ کچھ دنوں وہاں قیام کیا، لیکن طبیعت نہ لگنے کی وجہ کر وہاں سے ٹونک مدرسہ خلیلیہ میں تشریف لے گئے جہاں آپ کے ساتھی مولانا یحیٰ مالیگانوی مقیم تھے۔ وہاں سے بھی بعض وجوہ کی بنا پر آپ کو واپس آنا پڑا، چناں چہ آپ نے بھوپال کا سفر کیا اور مدرسہ احمدیہ بھوپال میں داخلہ لیا اور مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ سے اکتساب فیض کیا۔ جب مدرسہ الٰہیات کان پور میں آپ کے استاذ مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ جانے لگے تو آپ

بھی ہمراہ ہولیے اور ان سے خوب خوب استفادہ کیا اور ۱۳۴۹ھ میں کان پور سے فراغت حاصل کی۔

راہِ سلوک: آپ نے منازل سلوک حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے پاس رہ کر طے کیے۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد آپ نے کچھ دنوں اورنگ آباد (مہاراشٹر) میں حکیم مولانا محمد صابر پروفیسر فارسی عثمانیہ یونی ورسٹی کی بچیوں کو پڑھایا، ڈیڑھ سال کے بعد اورنگ آباد سے حیدر آباد تشریف لے گئے، آپ کا تقرر حیدر آباد کی مشہور تحریک انجمن اسلامیہ کے شعبۂ تبلیغ میں ہوا۔ وہاں آپ نے بہ حیثیت مبلغ پوری ریاست کا دورہ کیا۔ اپنی پُر جوش تقریروں سے لوگوں کے قلوب کو گرمایا۔ چند روز بعد پھر مالیگاؤں تشریف لے آئے اور ۱۹۵۳ء میں آپ نے ''معہد ملت'' کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا اور عرصہ تک وہیں درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔

آپ کا علمی وسیاسی کارنامہ: آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے معہد ملت کے نام سے ۱۹۵۳ء میں ایک ادارہ قائم فرمایا جس سے ہزاروں تشنگانِ علوم سیراب ہوئے اور اب تک ہورہے ہیں۔ اسی طرح بہت سی عربی کتابوں اور رسالوں کا اردو میں ترجمہ کیا جن میں قابلِ ذکر ''تاج آفرینش، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، اور فلسفۂ تاریخ عثمان'' ہیں۔ اسی طرح آپ نے اردو کے گراں قدر مقالات کا عربی میں ترجمہ کیا۔ ان تراجم میں مولانا آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن کے مقدمہ کا ترجمہ قابل ذکر ہے۔

آپ بہت سے اخبار کے مدیر بھی رہے۔ چناں چہ مالیگاؤں میں سب سے پہلے آپ ہی کی ادارت میں ہفتہ وار ''بیداری'' شائع ہوا۔ آپ نے روزنامہ ''خلافت'' بمبئی اور روزنامہ ''اجمل''، بمبئی میں بھی کام کیا۔

آپ نے تحریک آزادی اور تحریک خلافت میں بھی حصہ لیا۔ اور انگریزوں کے خلاف زبردست تقریریں کیں۔ عرصہ تک جمعیۃ العلماء مالیگاؤں و بمبئی کے صدر رہے دورانِ صدارت آپ نے بہت سے امور کی طرف توجہ دی۔ ۱۹۵۹ء میں حدیث شریف کی نشر واشاعت کے لیے ایک ادارہ ''احیاء المعارف'' کے نام سے قائم فرمایا۔

الغرض! آپ نے علمی، ملّی، سیاسی اور ملکی ہر طرح کی خدمات انجام دی ہیں۔ یہ سب آپ کے وہ زبردست کارنامے ہیں جن کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

وفات: آپ کی وفات ۲۰/جنوری ۱۹۸۳ء مطابق ۱۴۰۴ھ بروز جمعرات کو ہوئی، مالیگاؤں میں مدفون ہیں۔

(''گلشن'' معہد ملت نمبر مرتب مولانا محمد حنیف صاحب ملی، اُجالوں کے سفیر ص ۴۷)

(٦٦)

حضرت مولانا عبد الصمد صاحب رحمانیؒ

آپ ایک متبحر عالم دین، بے مثال فقیہ، بلند پایہ محقق، کثیر التصانیف مصنف، قطب عالم حضرت مولانا سید شاہ محمد علی مونگیریؒ کے ساختہ و فیض یافتہ، مفکر اسلام مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ بانی امارت شرعیہ کے شاگرد رشید، سچے جانشین، امارت شرعیہ پھلواری شریف کے ناظم و مفتی، ازہر ہند دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے معزز رکن تھے۔

ولادت: حضرت مولانا مرحوم (بہار) کے ایک قصبہ باڑھ کے محلّہ بازید پور میں ۱۸۹۳ء میں ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ مانڈر ضلع کھگڑیا میں شادی ہوئی اور بعد میں وہیں سکونت اختیار کرلی۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم گھر میں ہوئی، عربی کی ابتدائی کتابیں حضرت مولانا حکیم محمد صدیقؒ سے پڑھیں جو باڑھ میں مطب کرتے تھے مولانا اپنے گھر بازید پور سے روزانہ پڑھنے کے لیے اُن کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے۔ ہدایۃ النحو تک وہاں تعلیم حاصل کی، آگے کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ۱۳۲۷ھ میں جامع العلوم کان پور کا سفر کیا، کچھ دنوں وہاں رہ کر الہ آباد کا سفر کیا، جہاں مدرسہ سبحانیہ میں مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ جیسے لائق اور باکمال استاذ کے حلقۂ درس میں شامل ہوکر ان کی کیمیا گر صحبت و تربیت سے پوری طرح مستفیض ہونے کا موقع ملا۔ اس کے بعد معقولات کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے غور غشتی پشاور گئے۔

راہِ سلوک: ظاہری علوم سے فراغت کے بعد تعلق مع اللہ، اصلاح باطن اور قلب ونظر کی دنیا آباد کرنے کی خاطر قطب الارشاد اور عالم ربانی حضرت مولانا سید شاہ محمد علی مونگیریؒ کی صحبت کو لازم پکڑا۔

قادنیت کے خلاف آپ کی نمایاں خدمات: فتنۂ قادنیت کی سرکوبی کے لیے مولانا محمد علی مونگیریؒ نے اپنے مرشد، قطب عالم حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے حکم وایماء پر اپنے وطن مالوف کان پور سے ہجرت فرما کر مونگیر کو اپنا مستقر بنایا تھا اور وہاں خانقاہ رحمانی قائم فرما کر اُس کو اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں کا مرکز بنایا تھا چوں کہ اُن دنوں اِس صوبہ میں قادنیت کا فتنہ زوروں پر تھا، پورا صوبہ فتنۂ قادنیت کی زد میں تھا۔ وقت کے اس عظیم الشان جہاد میں علماء ومخلصین کا مبارک قافلہ آپ کے ساتھ ہم سفر تھا، خوش قسمتی سے مولانا عبد الصمد رحمانیؒ کو اس قافلے میں شرکت کی سعادت میسر آئی، چناں چہ وہ علماء کی اس مقدس جماعت کے ساتھ اسلام دشمن تحریک کے استیصال کے لیے مولانا محمد علی مونگیریؒ کی زیرنگرانی علمی میدان میں آئے اور اس فتنہ کے خلاف تحریری وتقریری جہاد میں حصہ لیا اور متعدد اہم کتابیں رد قادنیت کے موضوع پر تصنیف کیں، اس پُر آشوب دور میں جب کہ فتنۂ قادنیت اپنے شباب پر تھا۔ آریہ سماجیوں اور عیسائی مشنریوں نے بھی اسلام کے خلاف اپنی سرگرمیاں تیز کردی تھیں، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کی قیادت وسرپرستی میں آپ اُن تینوں باطل تحریکوں کے خلاف مستقل خاموش اور علمی جدوجہد میں منہمک رہے، اللہ کے فضل وکرم سے اس مجاہدانہ سرگرمیوں اور کوششوں کے نتیجے میں شمالی مشرقی ہندوستان کا یہ خطہ ان فتنوں کے اثر سے بڑی حد تک محفوظ ومامون رہا۔

امارتِ شرعیہ میں آپ کی آمد: مولانا سید شاہ محمد علی مونگیریؒ کے وصال ۱۳۴۵ھ کے بعد اپنے شفیق استاذ، مفکر اسلام مولانا محمد سجادؒ کی دعوت پر خانقاہ رحمانی مونگیر سے پھلواری شریف منتقل ہو گئے، امارت کا قیام چھ سال قبل ہو چکا تھا اور امارت شرعیہ کے مرکزی دفتر کے نگران اعلیٰ مقرر ہوئے اور اس مثالی و شرعی تنظیم کی ترقی اور استحکام کے لیے اپنی ساری توانائیاں اور صلاحیتیں وقف کر دیں، امارت شرعیہ کے تعارف اور اس کے پیغام سے مسلمانوں کو روشناس کرنے کے لیے مقالات، مضامین، پملفٹ اور کتابیں لکھیں، دونوں ریاستوں کے اہم مقامات کا دورہ کیا، تنظیم امارت قائم کی، نقباء کا انتخاب کیا، ہر مسلم آبادی کو مرکز سے جوڑنے اور تمام مقامی مسائل ومشکلات کو شریعت کی روشنی میں حل کرنے کا نظام، بانی امارت کی ہدایت کی روشنی میں بنایا اور نقباء کو اس تنظیم کا مقصد اور طریقۂ کار سمجھایا اور امارت شرعیہ کے نظام میں اپنے استاذ کے رفیق خاص اور دست راست بن کر اسے ترقی کے بام عروج تک پہنچایا۔

۱۳۵۹ھ میں جب بانی امارت شرعیہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا تو امیر شریعت ثانی حضرت مولانا سید شاہ محی الدینؒ نے اپنے درج ذیل فرمان کے ذریعہ آپ کو نائب امیر شریعت نامزد فرمایا:

''مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی ناظم امارت شرعیہ، نیابت کے بعض امور انجام دے رہے تھے، لیکن ضابطہ کے طور پر وہ اِس منصب کے لیے مامور نہیں کیے گئے تھے، ان کے چار سال کے کام، نہایت اطمینان بخش ہیں۔ اس وقت بجز اس کے کہ مولانا مرحوم کی مجمع الکمالات ذات سے ادارہ امارت شرعیہ اپنے ہر شعبہ میں بہتر حالت میں ہے، جو مولانا رحمانی کی اہلیت اور ان کی مخلصانہ کارگزاری کا عملی ثبوت ہے، ضرورت داعی تھی کہ اس

منصب نیابت کا جلد ہی اعلان ہوتا، مگر مشیت الٰہی کے ہاتھوں مختلف وجوہ کی بنا پر تاخیر ہوتی رہی، اور آج ۸؍ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ یوم جمعہ کو مولانا عبد الصمد رحمانی کا تقرر عہدۂ نیابت امارت پر کر دیا گیا۔ کل سنیچر کے دن سے کار ہائے مفوضہ کی طرف متوجہ ہو کر عمل شروع کر دیں''۔

اس تقرر کے بعد مولانا رحمانیؒ تاحیات پورے ۳۳؍سال تک اس عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے اور قوم وملت کی گرانقدر خدمات انجام دیں۔

علمی وفقہی خدمات: مولانا رحمانیؒ وسیع النظر عالم دین، اونچے درجے کے محقق ومصنف اور مختلف اسلامی علوم وفنون کے ماہر تھے، تفسیر، حدیث اور فقہ سب پر گہری نظر تھی، لیکن فقہ واصول فقہ میں آپ کو خصوصی امتیاز حاصل تھا اور یہ آپ کا محبوب مشغلہ تھا، جو اخیر عمر تک جاری رہا اور عمر کا بڑا حصہ اسی دشت کی سیاحی میں گزر گیا اور چھوٹی بڑی تقریباً سو کتابیں علمی یادگار چھوڑیں، وہ ایک عرصہ تک جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر جیسے دینی وروحانی مرکز میں مدرس رہے اور وہاں سے نکلنے والے علمی ماہنامہ ''الجامعہ'' کے مدیر رہے اور بہت سے بلند پایہ مضامین لکھے۔

امارت شرعیہ کے مفتی کی حیثیت سے ہزاروں فتاویٰ لکھے، جن کا بڑا ذخیرہ امارت شرعیہ کے دار الافتاء میں موجود ہے، آپ کی معرکۃ الآراء تصانیف میں ''مسئلۂ امارت اور ہندوستان، تاریخ امارت، کتاب الفسخ والتفریق، کتاب العشر والزکوۃ'' اپنے موضوع پر منفرد اور بے نظیر کتابیں ہیں، اسی طرح ''قرآن محکم، اسلام میں عورت کا مقام، پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام کا عالم گیر پیغام، فاطمہ کا چاند، غیر مسلموں کی جان ومال کے متعلق اسلامی نقطۂ نظر'' وغیرہ، بڑی قیمتی کتابیں ہیں۔ آپ کی تصنیف کردہ اہم کتابیں

دینی مدارس کے نصاب میں داخل رہی ہیں۔ایک ''تیسر القرآن'' جو جامعہ رحمانی مونگیر اور بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے ملحقہ مدارس کے وسطانیہ چہارم کے نصاب میں داخل ہے اور واقعی یہ کتاب اس لائق ہے کہ اسے مدارس کے نصاب میں داخل کیا جائے، ایک طرف یہ عربی ترکیب کے لیے بہترین کتاب ہے کہ مبتدی طلبہ کو بتدریج ترکیب سکھاتی ہے، ترکیب اضافی، توصیفی، جملہ فعلیہ خبریہ، جملہ انشائیہ، جملہ شرطیہ، حروف مشبہ بالفعل، افعال ناقصہ، مفاعیل خمسہ، حال ذوالحال، ممیّز تمیز وغیرہ تمام ترکیبوں کو جدا جدا عنوان کے تحت قرآنی آیات سے سمجھایا گیا ہے، دوسری اہم کتاب ''تلخیص الاتقان'' علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی ایک جامع اور بیش قیمت کتاب الاتقان فی علوم القرآن پر ہے، جو قرآن کریم سے متعلق تمام ضروری مباحث پر حاوی ہے۔ مولانا رحمانیؒ نے طلبہ کی سہولت کے لیے اس کی ایک جامع تلخیص تیار کی ہے، بہر حال ان کی علمی تحقیقات وتفصیلات کی فہرست خاصی طویل ہے۔

وفات: ۱۴؍مئی ۱۹۷۳ء مطابق ۱۰؍ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ روز دوشنبہ کو خانقاہ رحمانی مونگیر میں اسّی سال کی عمر پا کر اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

(فتاویٰ امارت شرعیہ ۲/۳۱)

(٦٧)

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب اعظمیؒ

آپ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم دین، مصلح الامت اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف تھانویؒ کے ممتاز خلفاء میں سے تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں بمقام فتح پور تال نرجا، تحصیل گھوسی، ضلع اعظم گڑھ (یوپی) میں ہوئی، آپ کے والد محترم کا نام حافظ محمد یعقوب خان تھا جو فتح پور کے بااثر اور معزز حضرات میں سے تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے وطن ہی میں رہ کر حافظ ولی محمدؒ سے قرآن مجید حفظ کیا، اس کے بعد مدرسہ جامع العلوم کان پور تشریف لے گئے اور وہاں فارسی اورعربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، اُس کے بعد دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۳۳۵ھ میں سند فراغت حاصل کیا، آپ نے بخاری شریف حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے پڑھی۔

راہِ سلوک: فراغت کے بعد حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں حاضری دی اور سلوک کے منازل طے کیے اور بہت جلد اجازت وخلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

درس وتدریس: آپ نے اولاً اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خانقاہِ امدادیہ والے مدرسہ میں عرصہ تک پڑھایا، پھر کان پور تشریف لے گئے، وہاں مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور میں کچھ عرصہ درس دیا، پھر اپنے وطن فتح پور ہی میں

مستقل قیام فرمایا۔ وہیں تعلیم وتربیت اور اصلاحِ خلق میں مشغول ہو گئے، ۱۳۷۴ھ میں پھر گورکھپور کا رخ فرمایا، پھر وہاں سے الٰہ آباد تشریف لے گئے اور وہیں خانقاہ تعمیر کروا کر آخر عمر تک عوام وخواص کو مستفید و مستفیض فرماتے رہے۔

آپ کا اصلاحی اور علمی کارنامہ: آپ نے اصلاحِ خلق کی طرف بہت زیادہ توجہ کی، چناں چہ آپ کی صحبت وتعلیم نے ہزاروں بھٹکے ہوؤں کو صحیح راستے پر لگا دیا۔ اِسی طرح آپ نے علمی کارنامہ انجام دیا۔ آپ کے علمی کارناموں میں تحذیر العلماء، توقیر العلماء، طریقۂ اصلاح، تلاوت قرآن، تعلیم وتربیت اولاد، التذکیر بالقرآن، وصیۃ الاحسان، وصیۃ الاخلاق اور وصیۃ الاخلاص وغیرہ مشہور ہیں۔ آپ کے اصلاحی کارناموں کی بنا پر آپ کو ''مصلح الامت'' کے لقب سے ملقب کیا گیا۔

وفات: آپ کی وفات ۲۲؍شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں حجاز جاتے ہوئے جہاز میں ہوئی۔ آپ کو سمندر ہی میں سپردِ آب کیا گیا۔ آپ بمبئی سے رخصت ہونے سے پہلے بار بار یہ شعر پڑھتے تھے ؎

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی
جان ٹھہری جانے والی جائے گی
پھول تربت پر مری ڈالو گے کیا؟
خاک بھی تم سے نہ ڈالی جائے گی

(پرانے چراغ ص ۱۶۴، مصلح الامت ص ۶، تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲؍ص ۱۲۷)

(۶۸)

حضرت مولانا

شاہ محمد اسعد اللہ صاحب رامپوریؒ

آپ اپنے وقت کے زبردست محقق، عالم، شاعر، مظاہر علوم سہارن پور کے ناظم، کامیاب مدرس و مناظر ہونے کے ساتھ شیخ کامل اور حضرت مولانا تھانویؒ کے خلیفہ تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۶ء کو رامپور میں ہوئی۔ مرغوب اللہ اور چراغ علی تاریخی نام رکھے گئے۔ آپ کے والد کا نام مولوی رشید اللہ صاحبؒ تھا۔

تعلیم وتربیت: آپ نے اپنی والدہ مرحومہ سے قرآن مجید پڑھا۔ رامپور کا ماحول علمی تھا۔ علمی حلقوں میں آپ کا خاندان ممتاز اور نمایاں تھا۔ چناں چہ فارسی زبان بچپن میں خود بہ خود ہی آگئی، کچھ دنوں رامپور کے کسی سرکاری انگریزی اسکول میں تعلیم پائی۔ عربی کی ابتدائی کتابوں سے لے کر متوسطات تک حضرت مولانا عبداللہ گنگوہیؒ سے تھانہ بھون میں پڑھیں۔ شوال ۱۳۳۲ھ میں مظاہر علوم سہارن پور میں داخل ہوئے اور ۱۳۳۴ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوئے۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے علاوہ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوریؒ، حضرت مولانا محمد یحیٰ کاندھلویؒ اور حضرت مولانا ثابت علیؒ جیسے نامور علماء شامل ہیں۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد جامعہ مظاہر علوم سہارن پور میں آپ کو ''انجمن ہدایت الرشید'' کا ناظم مقرر کیا گیا۔ بعد میں چند اسباق بھی سپرد کیے گئے۔ ۱۳۴۷ھ میں آپ کو بہ حیثیت معین مدرس مقرر کیا گیا۔ ۱۳۴۸ھ میں باقاعدہ آپ کا تقرر بہ حیثیت مدرس ہوا۔ آپ نے درس نظامی کے ہر شعبہ کی تمام کتابیں پڑھائیں۔ ۱۳۷۴ھ سے ۱۳۹۹ھ تک نظامت کے اعلیٰ عہدہ پر فائز رہے۔

راہِ سلوک: آپ نے سلوک کی منزلیں حضرت تھانویؒ کے پاس رہ کر طے کیں اور اجازت وخلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

آپ کا اصلاحی وعلمی کارنامہ: آپ نے لوگوں کی اصلاحِ ظاہری وباطنی کے علاوہ درجنوں کتابیں لکھیں جو آپ کا اہم علمی کارنامہ ہیں۔ تقریر طحاوی، شرح نحومیر اور تکمیل الایمان فی شرح حفظ الایمان وغیرہ مشہور ومعروف ہیں۔

وفات: آپ کی وفات ۱۰، ۱۱ رجون کی شب ۱۹۷۸ء مطابق ۱۳۹۹ھ کو ہوئی۔ سہارن پور میں مدفون ہیں۔

(ذکر اسعد ص ۲۵، تاریخ مظاہر ۲ ص ۲۶۵)

(۶۹)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ

آپ اپنے زمانہ کے مفسر قرآن، فقیہ الامت اور جماعت دیوبند کے ممتاز علماء میں سے تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۶ء کو دیوبند میں ہوئی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے آپ کا نام شفیع تجویز فرمایا۔ آپ کے والد محترم کا نام حضرت مولانا محمد یٰسینؒ مرحوم تھا۔

تعلیم وتربیت: آپ نے شروع سے لے کر آخر تک دارالعلوم دیوبند ہی میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۳۶ھ میں بائیس سال کی عمر میں آپ نے تعلیم سے فراغت حاصل کی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد ۱۳۳۷ھ میں آپ کا تقرر دارالعلوم ہی میں ہوگیا۔ آپ نے فقہ اور ادب کی مختلف کتابیں پڑھائیں۔ ۱۳۵۰ھ میں منصب افتاء پر فائز ہوگئے۔ ۱۳۶۸ھ میں پاکستان تشریف لے گئے، وہاں آپ نے ۱۹۵۱ء میں کراچی میں ''دارالعلوم کراچی'' کے نام سے ایک دینی درس گاہ قائم کیا، اور اسی میں عرصہ دراز تک درس وتدریس سے منسلک رہے۔

راہِ سلوک: آپ ابتداءً حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے بیعت ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت تھانویؒ سے رجوع فرمایا، اور حضرت تھانویؒ

ہی سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ نے دوسو کے قریب کتابیں تصنیف فرمائیں۔صرف فقہ میں آپ کی تصانیف کی تعداد ۹۵ ہے۔آپ نے فقہ میں عصر حاضر کے مسائل کوموضوعِ بحث بنایا، اوراس پر بہت سی کتابیں لکھیں۔قرآن کریم کی ایک تفسیر ''معارف القرآن'' کے نام سے لکھی، جوآپ کا زبردست علمی کارنامہ ہے۔یہ تفسیر آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔آپ نے ۱۹۵۱ء میں پاکستان (کراچی) میں دارالعلوم کے نام سے ایک ادارہ قائم کیاجوالگ آپ کا دینی کارنامہ ہے۔

وفات: ۱۱رشوال المکرّم ۱۳۹۶ھ مطابق ۶راکتوبر ۱۹۷۶ء کی شب پاکستان میں انتقال ہوااور وہیں مدفون ہیں۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲رص ۱۳۰)

(۷۰)

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ

آپ اپنے زمانہ کے مشہور ومعروف محدث ومصنف، شیخ طریقت اورمدرسہ مظاہرعلوم سہارن پور کے شیخ الحدیث تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۱/رمضان المبارک شب پنجشنبہ ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۷ء آپ کے آبائی مکان قصبہ کاندھلہ، ضلع مظفرنگر (یوپی) میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت مولانا محمد یحییٰؒ تھا۔ آپ کے والد محترم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خاص شاگردوں میں نہایت ذکی وفطین تھے۔

تعلیم وتربیت: ڈھائی سال تک آپ کا قیام کاندھلہ ہی میں رہا۔ اور ۱۳۱۸ھ میں اپنے والد صاحبؒ کے پاس گنگوہ تشریف لے گئے جہاں آپ کے والد صاحب مقیم تھے، وہیں آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ چناں چہ مظفرنگر کے ایک بزرگ ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب سے آپ نے قاعدہ بغدادی پڑھا۔ اس کے بعد حفظ، اردو اور فارسی کی کچھ کتابیں والد محترم سے پڑھیں، فارسی کی اکثر کتابیں اپنے چچا جان حضرت مولانا الیاس صاحبؒ (بانی تبلیغ) سے پڑھیں، اور صَرف ونحو کی کتابیں بھی والد ہی سے پڑھیں۔ ۱۳۲۸ھ میں مظاہرعلوم سہارن پور میں داخلہ لیا اور عربی کی ابتدائی کتابوں سے لے کر

دورۂ حدیث تک وہیں مکمل کیا۔ ۱۳۲۸ھ میں آپ کے والد مظاہر علوم سہارن پور میں تشریف لا چکے تھے۔ اس لیے دورۂ حدیث کی اکثر کتابیں انہیں سے پڑھیں۔ والد کی وفات کے بعد بخاری وترمذی شریف اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ سے پڑھیں۔

درس وتدریس: یکم محرم الحرام ۱۳۳۵ھ میں آپ کا تقرر مظاہر علوم سہارن پور میں ہوا جب کہ آپ کی عمر بیس سال کی تھی۔ اولاً عربی کی ابتدائی کتابیں زیر تدریس رہیں، پھر بتدریج ترقی پذیر ہوئے۔ ۱۳۴۱ھ میں بخاری شریف جلد اول ملی اور ۱۳۷۴ھ میں بخاری شریف مکمل اور ابوداؤد شریف آپ کے سپرد ہوئی۔ ۱۳۴۱ھ سے لے کر ۱۳۸۷ھ تک آپ نے حدیث کا درس دیا۔ اس دوران ہزاروں تشنگان علوم آپ سے سیراب ہوئے۔

راہِ سلوک: آپ نے منازل سلوک مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کی خدمت میں رہ کر طے کیں اور اجازت وخلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ نے زبردست علمی کارنامے انجام دیے، اُن علمی کارناموں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک تو خالص علمی وتحقیقی اور دوسرا خالص دعوتی واصلاحی۔ پہلے طرز کا نمونہ ''اوجز المسالک اور لامع الدراری'' ہے جو خالص علمی وتحقیقی انداز میں آپ نے تصنیف فرمایا ہے۔ اور دوسرے طرز کا نمونہ ''حکایاتِ صحابہ، فضائل نماز، فضائل رمضان وغیرہ'' ہے جو خالص دعوتی اور اصلاحی طریقے پر حضرت مولانا الیاسؒ بانیٔ تبلیغ کے حکم پر لکھا ہے۔ پہلے طرز کی کتابیں اہل علم میں مقبول ہیں اور دوسرے طرز کی کتابیں عوام میں مقبول ہیں۔ بہرحال دونوں طرز کی کتابوں سے عوام

وخواص مستفید ہورہے ہیں جو آپ کا زندۂ جاوید کارنامہ ہے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد مطبوعہ وغیر مطبوعہ تقریباً ۸۳ ہے۔

وفات: یکم شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۴ رمئی ۱۹۸۲ء کو پیر کے دن شام پانچ بج کر چالیس منٹ پر مدینہ منورہ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ حرم شریف کے امام شیخ عبداللہ زاحم نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ آپ وہیں آسودۂ خواب ہیں۔ ایک سچے عاشق رسول کو دیارِ رسولؐ ہی میں پیوند خاک ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ قربان جایئے آپ کے نصیب پر! اور رشک کیجئے آپ کی قسمت پر!!

(الفرقان شیخ الحدیث نمبر ۱۹۸۳ء، تاریخ مظاہر ۲ر ص ۲۱، آپ بیتی)

(۱۷)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

آپ ہندوستان کے مشہور و معروف عالم دین، حکیم الاسلام، شیخ العرب والعجم، عظیم خطیب، اکابر دیوبند کے علوم ؛خصوصاً علوم قاسمی، علوم شیخ الہند، علوم تھانویؒ اور علوم عثمانی کے عظیم شارح، مولانا قاسم نانوتویؒ کے پوتے، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ مہتمم خامس دارالعلوم دیوبند کے صاحب زادے، مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر، دارالعلوم دیوبند کے مہتمم اور حضرت تھانویؒ کے خلیفہ تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت محرم الحرام ۱۳۱۵ھ مطابق جون ۱۸۹۷ء بروز اتوار دیوبند میں ہوئی۔ آپ کا نام نامی محمد طیب تجویز کیا گیا اور تاریخی نام مظفر الدین رکھا گیا۔ اول نام سے آپ نے شہرت پائی۔

تعلیم وتربیت: سات سال کی عمر میں آپ دارالعلوم دیوبند میں داخل کیے گئے، جہاں آپ نے دوسال کی قلیل مدت میں پورا قرآن مجید مع صحت وتجوید مکمل فرمایا، حفظ قرآن سے فراغت کے بعد درجۂ فارسی میں آپ کو داخل کیا گیا۔ وہاں سے پانچ سال میں پورا نصاب مکمل کر کے ۱۳۳۷ھ میں فارغ ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الہندؒ حکیم الامت حضرت تھانویؒ، مفتیِ اعظم مولانا

عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ اور حضرت مولانا اصغر حسینؒ جیسے نامور علماء شامل ہیں۔

درس وتدریس: بعدِ فراغت دارالعلوم دیوبند ہی میں درس وتدریس کا آغاز کیا اور درسِ نظامی کے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں۔ تدریسی زمانہ ۱۳۴۲ سے ۱۳۴۳ھ تک رہا۔ ۱۳۴۳ھ میں اکابر ومشائخ کے مشورہ پر نائب مہتمم کا عہدہ سنبھالا اور ۱۳۴۸ھ میں مستقل مہتمم بنادیے گئے اور ۱۴۰۱ھ تک مسندِ اہتمام پر فائز رہے۔

راہِ سلوک: ۱۳۳۹ھ میں حضرت شیخ الہندؒ سے بیعت ہوئے، ان کی وفات کے بعد حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی طرف رجوع کیا اور تربیت حاصل کی۔ ۱۳۵۰ھ میں حضرت تھانویؒ سے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

آپ کا علمی، سیاسی واصلاحی کارنامہ: آپ کا سب سے بڑا اور اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ کے ساٹھ سالہ دورِ اہتمام (دارالعلوم دیوبند) میں دارالعلوم دیوبند نے غیر معمولی ترقی کی۔ جشنِ صد سالہ کا انعقاد کرکے دارالعلوم کو عالمی شہرت عطا کی۔ اسی طرح آپ نے مسلم پرسنل لاء بورڈ کی صدارت کے دوران بہت سی قومی، ملی، سیاسی اور سماجی خدمات انجام دیں جو آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔ آپ نے علمی کارنامہ بھی انجام دیا۔ چناں چہ آپ نے سو کے قریب کتابیں تصنیف کیں۔ جو مختلف اسلامی موضوعات پر لکھی گئی ہیں۔ ان میں سائنس اور اسلام، اسلام میں اخلاق کا نظام، فطری حکومت، خاتم النبیین، اسلام اور مسیحی اقوام، حدیث کا قرآنی معیار اور کلمۂ طیب وغیرہ مشہور ومعروف ہیں۔

آپ اپنے زمانے کے بہترین خطیب ومقرر تھے آپ کی تقریروں سے بہت سی برائیاں اور رسوم ختم ہوئیں۔ ''خطبات حکیم الاسلام'' انہیں تقاریر کا مجموعہ ہے۔

وفات: ۶/شوال المکرّم ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷/جولائی ۱۹۸۳ء بروز اتوار اٹھاسی سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔ وصیت کے مطابق آپ کی نماز جنازہ دارالعلوم دیوبند کے احاطے میں ادا کی گئی اور مزارِ قاسمی ہی میں اپنے جدِ امجد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔ آل انڈیا ریڈیو کے مطابق ایک لاکھ سے زائد افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

(تذکرۂ طیب ص ۳۷، سوانح عمری قاری محمد طیبؒ، تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲/ص ۱۳۳)

(۷۲)

حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ

آپ ہندوستان کے جلیل القدر عالم دین، نامور محدث، خوش بیان مناظر، مبلغ اسلام اور شیخ طریقت تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت بدایوں (یوپی) میں ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں ہوئی جہاں آپ کے والد ماجد ملازمت کے سلسلے میں مقیم تھے۔ آپ کے والد کا نام حاجی تہور علی صاحب تھا۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم الٰہ آباد کے انگریزی اسکول میں پائی۔ دورانِ تعلیم آپ نے مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ایک وعظ سن کر دینی علوم حاصل کرنے کا قصد فرمایا۔ چناں چہ والد صاحب نے ۱۳۳۰ھ میں آپ کو مظاہر علوم سہارن پور حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کی خدمت میں بھیج دیا جہاں آپ نے مسلسل آٹھ سال رہ کر مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھ کر ۱۳۳۶ھ میں فراغت حاصل کی اور وہیں معین المدرس ہو گئے۔ مگر دو سال کے بعد مزید طلب علم کے لیے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے دوبارہ حدیث پڑھی اور سندِ حدیث حاصل کی۔

درس وتدریس: ۱۳۳۹ھ میں دار العلوم دیوبند سے آپ کی فراغت ہوئی اور ۱۳۴۰ھ میں آپ کو دار العلوم میں بہ حیثیت استاذ رکھا گیا۔ ۱۳۴۶ھ میں حضرت شاہ صاحبؒ کے ساتھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے اور وہاں سترہ سال تک آپ

نے تدریسی خدمات انجام دیں۔ آخر میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ اس کے بعد بھاول نگر دہلی اور کراچی میں تدریسی و تصنیفی خدمات انجام دیں اور آخر میں مدینہ منورہ کو اپنی آماجگاہ بنایا۔

راہِ سلوک: آپ نے اولاً حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ سے شرفِ بیعت حاصل کیا، پھر حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ سے وابستہ ہوئے اور آخر میں مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے جانشین، حضرت قاری محمد اسحاق صاحب میرٹھیؒ سے وابستہ ہوئے اور انہیں سے خلافت حاصل کی۔

آپ کا علمی کارنامہ: جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ نے اپنے استاذ کے علوم ومعارف کو ''فیض الباری علی الصحیح البخاری'' کے نام سے چار جلدوں میں مرتب کیا۔ اسی طرح ''ترجمان السنۃ'' کے نام سے حدیث کی ایک کتاب اردو میں مرتب فرمایا۔ یہ دونوں عظیم الشان کارنامے آپ کی انمٹ یادگار ہیں۔

وفات: مدینہ منورہ ہی میں طویل علالت کے بعد ۵؍رجب المرجب ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ جنت البقیع میں آسودۂ خواب ہیں۔

(تاریخ مظاہر ص ۲۲۲، تذکرۂ محدثین ص ۲۵۵، تاریخ دار العلوم دیوبند ۲؍ص ۱۴۱)

(۷۳)

حضرت مولانا احمد صاحب پرتاب گڈھیؒ

آپ اپنے وقت کے درویش کامل، حضرت مولانا وارث حسن صاحب لکھنویؒ کے مرید، اور حضرت مولانا شاہ بدر علی صاحبؒ (خلیفہ حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ) کے خلیفہ تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء کو موضع پھولپور ضلع پرتاب گڈھ (یوپی) میں ہوئی۔ آپ کے والد صاحب کا نام غلام محمد تھا۔ جو حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے بیعت تھے۔ آپ کے والد ہمیشہ اپنے شیخ کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت شیخ سے درخواست کی، حضرت ہمارے یہاں مسلسل لڑکیاں پیدا ہو رہی ہیں، آپ دعا فرمائیں کہ کوئی نرینہ اولاد ہو۔ آپ نے دعا فرمائی اور خوش خبری دی کہ اب کی بار بیٹا ہوگا۔ اس کا نام محمد احمد رکھنا۔ چناں چہ اس بشارتِ عظمیٰ کے مطابق لڑکا پیدا ہوا تو آپ نے شیخ کے کہنے کے مطابق اپنے لڑکے کا نام محمد احمد رکھا۔

تعلیم وتربیت: آپ نے مکتبی تعلیم پھولپور ہی میں حاصل کی، پھر اسکول میں داخل کیے گئے مگر آپ کی طبیعت اس طرف راغب نہیں ہوئی، چوں کہ بچپن ہی سے نیک تھے، اس لیے لکھنؤ میں ٹیلے والی مسجد میں حضرت مولانا شاہ وارث حسن صاحب لکھنویؒ کے یہاں جانے لگے اور ذکر واذکار میں مشغول ہو گئے۔ آپ کسی درس گاہ سے فارغ التحصیل نہ تھے البتہ قرآن وحدیث کا مطالعہ خوب گہرا تھا۔

راہِ سلوک: آپ نے سلوک کے منازل حضرت مولانا شاہ وارث حسن لکھنویؒ کی خدمت میں رہ کر طے کئے، اور خلافت حضرت شاہ مولانا شاہ بدر علی صاحبؒ خلیفہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے حاصل ہوئی۔

دعوت وتبلیغ: آپ اولاً دعوت وتبلیغ سے منسلک ہوئے اور قریہ قریہ جماعتوں کو لے کر پھرتے رہے۔ لوگوں کو دین کی دعوت دیتے رہے چناں چہ اس کا اثر اچھا ہوا۔ بہت سے لوگ سیئات سے تائب ہو کر حسنات کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ اسی مناسبت سے شہر الٰہ آباد میں بھی آپ کی آمد ورفت شروع ہوئی، اہل شہر نے آپ کا پُرتپاک استقبال کیا۔ شروع میں آپ کا قیام محلّہ دارا گنج اور محلّہ کٹرہ میں رہا۔ پھر بعد میں صابری منزل سوئیں کی منڈی میں منتقل ہوگئے۔ وہیں اپنے مواعظ حسنہ سے عوام وخواص کو مستفیض فرمانے لگے۔ پھر ''مدرسہ بیت المعارف'' کے ایک کمرہ کو اپنی قیام گاہ بنایا جہاں پر بڑے بڑے علماء وصلحاء حاضر ہوتے اور علوم ومعارف سے بہرہ ور ہو کر لوٹتے۔

آپ کی شاعری: آپ اعلیٰ درجہ کے شاعر بھی تھے، آپ کے اشعار نہایت پاکیزہ اور پند ونصیحت پر مشتمل ہوتے تھے۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ ''عرفان محبت'' کی تقریظ میں فرماتے ہیں:

''مولانا کا منظوم کلام عام یا عامیانہ شاعری کے طرز پر نہیں ہے، بل کہ وہ ایک عارفانہ منظوم کلام ہے۔ مولانا کی شاعری کا عنصر گل وبلبل کی داستان یا ساغر وصہبا اور قلقل ومینا کی حکایت نہیں ہے۔ ان کی شاعری کا عنصر درسِ توحید، توقیر رسالت، درد محبت، نورِ معرفت اور تسلیک وتربیت ہے، ان کی شاعری میں غالبؔ کی شاعری کا نہیں بل کہ مولانائے روم کی شاعری کا رنگ جھلکتا ہے۔''

ایک موقع پر مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی مدظلہ نے آپ سے استفسار فرمایا: کہ حضرت آپ کا شاعری میں استاذ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بہت دنوں تک اشعار کہتا ہی نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے یکایک اشعار کے ساتھ گویا فرما دیا، اس لیے شاعری میں میرا کوئی استاذ نہیں ہے۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ نے بطور صدقۂ جاریہ کے چند کتابیں تصنیف کیں، ان میں؛ عرفان محبت، اخلاقِ سلف، کمالاتِ نبوت، مواعظ کے تین حصے مسمیٰ بہ روح البیان قابل ذکر ہیں۔

وفات: ۳؍ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۲؍اکتوبر ۱۹۹۱ء اتوار کی شب میں آپ کا انتقال ہوا۔ رام باغ اکیلا آم کے قبرستان الٰہ آباد میں مدفون ہیں آپ کے لوحِ مزار پر یہ شعر لکھا ہوا ہے جو آپ کی پوری زندگی کا ترجمان ہے۔

آتشِ عشق نے جلا ڈالا
زندگی ہم نے مر کے پائی ہے

(مکتوب مولانا قمر الزماں صاحب مدظلہ بنام مرتب، بیت المعارف الٰہ آباد یوپی)

(۷۴)

حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ

آپ ممتاز عالم دین، محقق ومفسر اور حضرت تھانویؒ کے اجل خلفاء میں تھے۔

ولادت: آپ کا آبائی وطن (یوپی) کا مردم خیز علاقہ کاندھلہ، ضلع مظفرنگر ہے، آپ کے والد مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحبؒ ایک جید عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت تھے، آپ ۱۲/ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۹۰۰ء کو بھوپال میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد محکمۂ جنگلات کے آفیسر تھے۔

تعلیم وتربیت: نوسال کی عمر میں آپ نے والد ماجد سے قرآن مجید حفظ کیا، پھر آپ کے والد ابتدائی دینی تعلیم کے لیے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت اقدس میں آپ کو ساتھ لے کر حاضر ہوئے اور فرمایا کہ ''میں ادریس کو خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں داخل کرنے آیا ہوں اور اسے آپ کے سپرد کرتا ہوں''۔ اس پر حضرت حکیم الامتؒ نے برجستہ فرمایا کہ ''یوں نہ کہئے کہ خانقاہ میں داخل کرنے آیا ہوں بل کہ یوں کہئے کہ خانقاہ کے مدرسہ اشرفیہ میں داخل کرنے آیا ہوں''۔

حضرت حکیم الامتؒ کے اِس ارشاد پر آپ کو خانقاہ اشرفیہ کے بجائے مدرسہ اشرفیہ میں داخل کر دیا گیا اور صَرف ونحو کی ابتدائی کتب خود حکیم الامت تھانویؒ نے پڑھائی، اس کے بعد ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے حضرت حکیم الامت آپ کو ساتھ لے کر خود ہی مظاہر علوم سہارن پور حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کی خدمت میں لے گئے،

جہاں آپ نے حدیث وتفسیر، فقہ وکلام، منطق وفلسفہ اور دیگر علوم وفنون کی تکمیل حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ، مولانا حافظ عبداللطیفؒ، حضرت مولانا ثابت علیؒ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ جیسے اکابر علماء سے کی اور انیس برس کی عمر ۱۳۳۶ھ میں سند فراغت حاصل کی، پھر مکرر دورۂ حدیث کے لیے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے، جہاں امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مفتیِ اعظم مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسے مایہ ناز اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیے اور نمایاں پوزیشن سے سند الفراغ حاصل کی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد ۱۹۲۱ء سے آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز ہوا، سب سے پہلے مدرسہ امینیہ دہلی سے آپ کا تعلق قائم ہوا، اِس مدرسہ سے ایک سال کا تعلق رہنے کے بعد دار العلوم دیوبند کی کشش آپ کو دیوبند کھینچ لائی اور خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ شرف بخشا کہ اپنے عظیم اساتذہ کے پہلو بہ پہلو مسند درس وتدریس پر فائز ہوئے اور نو برس دار العلوم دیوبند سے وابستگی کے بعد آپ حیدر آباد دکن چلے گئے، جہاں کم وبیش نو برس تک دار العلوم سے دور رہ کر علمی خدمات انجام دیں، اگر چہ نہ وہاں دار العلوم سے وابستگی جیسی نعمت تھی اور نہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسے علم وحکمت کے سرچشموں سے قرب حاصل تھا، مگر اس اعتبار سے حیدر آباد دکن کا زمانۂ قیام آپ کی زندگی کا ایک قیمتی حصہ گردانا جا سکتا ہے کہ ''التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح'' جیسی مایہ ناز تالیف کو مرتب کرنے کا موقع ملا اور اس کی ابتدائی چار جلدیں اس قیام کے دوران دمشق جا کر طبع کرائیں۔ ۱۹۴۹ء میں شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ کے بلانے پر پاکستان تشریف لائے اور دو برس جامعہ عباسیہ بھاول پور میں شیخ الجامعہ کی حیثیت سے قیام فرمایا

اور پھر جب لاہور میں مولانا مفتی محمد حسن صاحب نے آپ سے فرمایا کہ، میں آپ کو پراٹھا اور پلاؤ چھوڑ کر روٹی کی دعوت دیتا ہوں، اس پر آپ نے فوراً فرمایا کہ! حضرت خدمت دین کی خاطر مجھے منظور ہے، اس طرح سے مفتی محمد حسن صاحب کی دعوت پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں شیخ الحدیث والتفسیر کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے، آخر دم تک اِسی جامعہ سے وابستہ رہے، جامعہ اشرفیہ ہی آپ کی تدریس وتبلیغ کا مرکز رہا، ہزاروں طالبان علوم اسی چشمۂ علم سے سیراب وشاداب ہوئے۔

آپ کا اصلاحی وعلمی کارنامہ: کراچی سے خیبر تک آپ نے تبلیغی دورے کئے اور ہر باطل کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق بلند کیا، اپنے وعظ و تقاریر سے لاکھوں مسلمانوں کی اصلاح فرمائی، آپ کی نورانی مجالس وتقاریر میں ہر مکتب فکر کے لوگ بڑے ذوق وشوق سے شریک ہوتے تھے اور آپ کی علمی ودینی بصیرت پر حیران وششدرر رہ جاتے تھے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرمایا کرتے تھے ''مولانا ادریس صرف عالم ہی نہیں، بل کہ ایک چلتا پھرتا کتب خانہ ہیں، آپ نے تدریس کے ساتھ تصنیف کا کام بھی بڑی خوبی سے سرانجام دیا، آپ کی تصانیف میں تفسیر ''معارف القرآن، شرح مشکوٰۃ، سیرت المصطفیٰ، عقائد اسلام، خلافت راشدہ، ختم نبوت اور اسلام ونصرانیت علمی شاہ کار ہیں۔ آپ کی تالیف شرح مشکوٰۃ کے بارے میں علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں'' مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی شرح مشکوٰۃ کی مانند کوئی شرح روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔

راہِ سلوک: آپ کا روحانی سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے منسلک تھا، آپ نے اولاً اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے دستِ حق

پر بیعت کی ،ان کی وفات کے بعد حضرت تھانویؒ سے سلوک کے منازل طے کئے اور اصلاح وتربیت کا تعلق رکھا اور انہیں سے بیعت ہوئے، پھر ساری زندگی اُنہیں کے مسلک ومشرب کے مطابق زندگی گزاری، سیاسی نظریات میں بھی آپ حضرت تھانویؒ ہی کے پیروکار رہے۔

وفات: آپ نے ۷/رجب المرجب ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۸/جولائی ۱۹۷۴ء کو لاہور (پاکستان) میں رحلت فرمائی۔ إنا للّٰہ و إنا إلیه راجعون ،حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے۔

(سوبڑے علماء ص ۱۱۲)

(۷۵)

مجاہد ملت حضرت مولانا
حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ

آپ ایک جید عالم وفاضل، بے نظیر خطیب، زبردست محقق، اور میدانِ سیاست کے شہ سوار تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۰ر جنوری ۱۹۰۱ء میں سیوہارہ ضلع بجنور (یوپی) کے ایک زمین دار گھرانے میں ہوئی۔ حفظ الرحمان (رحمان الف کے املا کے ساتھ) متقی، پرہیز گار اور خاندانی بزرگ تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ کی زیادہ تر تعلیم سیوہارہ کے مدرسہ فیض عام اور مدرسہ شاہی مراد آباد میں ہوئی۔ ۱۳۴۱ھ میں دار العلوم میں داخل ہوئے اور ۱۳۴۲ھ میں دورۂ حدیث کی تحصیل سے فراغت حاصل کی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد مدراس میں ایک سال درس وتدریس کے فرائض انجام دیے۔ ۱۳۴۴ھ میں دار العلوم دیوبند میں تدریسی فرائض انجام دیے۔ پھر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ہمراہ دار العلوم دیوبند چھوڑ کر ڈابھیل تشریف لے گئے، جہاں آپ نے پانچ سال تک درس وتدریس کے فرائض انجام دیے۔ ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں انجمن تبلیغ الاسلام کلکتہ میں درس قرآن سے لوگوں کے دلوں کو محظوظ فرماتے رہے۔ اس

کے بعد کچھ عرصہ امروہہ کے جامعہ اسلامیہ جامع مسجد اور مدرسہ عربیہ چلہ امروہہ کی نگرانی اور اہتمام کے فرائض انجام دیے۔

آپ کا سیاسی وعلمی کارنامہ: آپ کی وفات پر مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند نے اِن الفاظ میں آپ کے کارناموں کا ذکر کیا ہے، آپ نہ صرف ایک جید عالم وفاضل مصنف اور بے نظیر خطیب تھے، بل کہ صحیح معنی میں مجاہد ملت بھی تھے۔ ہندوستان کی سیاسی اور قومی تاریخ میں آپ کی مجاہدانہ سرفروشیاں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔ آپ نہ صرف ملک کے ممتاز لیڈر تھے، بل کہ مسلمانوں کے قائد اور علمی وسیاسی رہنما بھی تھے۔

آپ کی ذات اپنی ہمہ گیر قابلیت ومقبولیت کے لحاظ سے بلا امتیاز مذہب وملت بل کہ پورے ہندوستان کی ہمہ گیر شخصیت تھی۔ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ خیز اور پُر آشوب زمانے میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ملک اور بالخصوص مسلمانوں کی ، جو زبردست اور عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان ہی کا حصہ تھا۔ اس کو تاریخ کبھی بھلا نہیں سکتی۔ ان ہی خدمات سے متأثر ہو کر ملت کی بارگاہ سے آپ کو ''مجاہد ملت'' کے لقب سے نوازا گیا۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند)

مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوریؒ، قطب دوراں شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کا یہ مقولہ نقل کرتے ہیں: ''حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ اپنی ۱۹۴۷ء کی خدمات کے عوض میں اگر عبدالقادر کی تمام عمر کے مجاہدات لینا چاہیں تو میں خوشی سے اس کے لیے تیار ہوں۔''

(الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر ص ۳۷۶)

آپ نے گراں قدر تصنیفی خدمات بھی انجام دیں۔ چناں چہ ''اسلام کا اقتصادی نظام، اخلاق اور فلسفۂ اخلاق، اور قصص القرآن جیسی محققانہ کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔

وفات: یکم ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۲/اگست ۱۹۶۲ء کو انتقال ہوا۔ نئی دہلی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے قبرستان مہندیان میں مدفون ہیں۔ لوح مزار پر یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

آگ تھے ابتداء عشق میں میرؔ
اب جو ہیں خاک ، انتہا یہ ہے

(تاریخ شاہی ص ۵۴۵، تاریخ دار العلوم دیوبند ۲/ص ۱۴۷، الفرقان مولانا حفظ الرحمن نمبر ۱۹۷۷ء الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر ص ۳۷۶، نقش دوام ص ۷۲)

(۷۶)

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ

آپ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم، مشہور و معروف محدث، امیر الہند، اور حضرت مولانا شاہ وصی اللہ اعظمیؒ کے ممتاز خلفاء میں تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں مئو ضلع اعظم گڑھ (یوپی) میں ہوئی۔ آپ کے والد صاحب کا نام حضرت مولانا محمد صابرؒ تھا۔

تعلیم وتربیت: آپ نے عربی کی ابتدائی تعلیم دار العلوم مئو میں حاصل کی۔ پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے مشہور شاگرد مولانا عبد الغفار صاحبؒ سے گورکھپور اور بنارس میں رہ کر متوسطات تک تعلیم حاصل کی ۱۳۳۴ھ میں دار العلوم دیوبند میں رہ کر دورۂ حدیث پڑھ رہے تھے کہ سخت بیمار ہوئے اور مئو آ کر دورۂ حدیث مکمل کیا۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد مدرسہ مظہر العلوم بنارس، دار العلوم مئو، مفتاح العلوم اور ندوۃ العلماء لکھنؤ میں حدیث کا درس دیا۔ آخر میں تصنیفی شغف کی وجہ سے درس وتدریس کا سلسلہ ترک فرما دیا۔

راہِ سلوک: آپ اولاً حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بیعت ہوئے اور تربیت حاصل کی۔ پھر حضرت مولانا شاہ وصی اللہ اعظمیؒ سے بیعت کی اور اجازت وخلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

آپ کا علمی وتحقیقی کارنامہ: آپ کے علمی اور تحقیقی کارناموں کا ذکر ماہنامہ" المآثر" نے اِن الفاظ میں کیا ہے: آپ کے علمی اور تحقیقی کارناموں میں سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے قدیم ترین متعدد حدیث کی کتابیں جواَب تک شائع نہیں ہوئی تھیں، اہل علم نے کتابوں میں ان کے نام ضرور پڑھے تھے مگر اُن کی زیارت سے محروم تھے، ان کے اکّا دکّا قلمی نسخے دنیا کے پھیلے ہوئے بے شمار کتب خانوں میں خال خال پائے جاتے تھے، آپ نے ان مخطوطات کا پتہ لگا کر باوجود بے سروسامانی کے انہیں حاصل کیا، اُن کے فوٹو منگوائے، انہیں پڑھا، اغلاط کی تصحیح کی، ان پر تعلیقات لکھیں اور انہیں منظرِ عام پر شائع کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے بہت سی عربی اور اردو کی کتابیں تصنیف کیں، آپ کو فن حدیث، رجالِ حدیث اور متعلقات حدیث میں ایک امتیازی مقام حاصل تھا۔ آپ کی تصانیف میں نصرۃ الحدیث، تعلیق وتحقیق مصنف عبدالرزاق، کتاب الزہد والرقائق اور شارع حقیقی وغیرہ مشہور ومعروف ہیں۔ دنیا کے مشہور علماء ومحدثین کا اتفاق ہے کہ جب کبھی حدیث ورجال کے ماہرین کی کوئی فہرست مرتب کی جائے گی تو محدث اعظمیؒ کا نام سرفہرست ہوگا۔ مزید تفصیل درکار ہو تو "ترجمان الاسلام بنارس" اور "المآثر" کا مطالعہ کیا جائے۔

وفات: ۱۰؍رمضان ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۶؍مارچ ۱۹۹۲ء بروز پیر آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، آپ کی عمر ۹۳ سال تھی۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲؍ص ۱۲۵، ہندوستان میں عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء ص ۱۳۷، ماہنامہ المآثر محرم ۱۴۱۳ھ)

(۷۷)

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانیؒ

آپ ملت اسلامیہ کے ممتاز دانش ور، اردو فارسی کے یگانہ ادیب وشاعر، علوم دینیہ کے فاضل وعالم، مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ کے پوتے، قطب عالم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ جیسے فرید الدہر اور وحید العصر باپ کے بیٹے، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسے چچاؤں کے بھتیجے تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء کو دیوبند میں ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام ظفر الحق تھا۔

تعلیم وتربیت: آپ نے نوسال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ آپ کی شروع سے آخر تک تمام تعلیم دار العلوم دیوبند ہی میں ہوئی۔ ۱۳۴۱ھ میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور دیگر اساتذۂ حدیث سے دورہ پڑھ کر فارغ ہوئے۔

درس وتدریس: ۱۳۴۴ سے ۱۳۴۶ھ تک دار العلوم دیوبند میں معین المدرس رہے، ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے۔ اور وہاں پانچ سال تدریس وافتاء کی خدمات انجام دیں، اور پانچ سال تک کلکتہ میں تفسیر وافتاء اور تبلیغ کی خدمات انجام دیں۔

آپ کا علمی وسیاسی کارنامہ: آپ نے ۱۳۵۷ھ میں ”ندوۃ المصنفین“ کے نام سے ایک ادارہ قرول باغ دہلی میں قائم کیا، جس کا مقصد اسلامی

علوم کی نشر واشاعت کرنا تھی۔ یہ ادارہ اب تک سو سے زیادہ تصانیف شائع کر چکا ہے۔

آپ بہت سے علمی اور دینی اداروں کے ممبر بھی تھے۔ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ اور دار العلوم دیوبند کے عرصہ تک ممبر رہے۔ آپ جمعیۃ علمائے ہند کے کاموں میں مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کے ساتھ شریک رہے۔ ان کے انتقال کے بعد ورکنگ کمیٹی کے صدر بھی بنائے گئے۔ بعد میں مجلس مشاورت بنائی اور آخر تک اس کے صدر رہے۔ ۱۹۳۰ء میں انڈین نیشنل کانگریس کی تحریک نمک سازی میں گاندھی جی کے ساتھ برابر شریک رہے۔

وفات: ۱۰ر شعبان ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۲ر مئی ۱۹۸۴ء کو دارِ فانی سے دارِ جاودانی کی طرف کوچ کیا۔

(تاریخ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل ص ۳۱۶، تاریخ دار العلوم دیوبند ۲ر ص ۱۴۶، منارِ صدا (آپ کی ریڈیائی تقریریں ص ۱۲ مقدمہ)

(۷۸)

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندیؒ

آپ ایک وسیع النظر عالم دین، مؤرخِ اسلام، ممتاز اہل قلم، اور جمعیۃ علمائے ہند کے ناظم اعلیٰ تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں ضلع بلند شہر (یوپی) میں ہوئی، جہاں آپ کے والد صاحب ملازمت کے سلسلے میں قیام پذیر تھے۔ آپ کا تاریخی نام مظفر میاں تھا۔ آپ دیوبند کے مشہور خاندان ساداتِ رضویہ سے تعلق رکھتے تھے۔ (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند مئی ۱۹۷۶ء میں آپ کی جائے پیدائش محلّہ پیرزادگان دیوبند ضلع سہارن پور تحریر ہے) آپ کے والد محترم کا نام سید منظور محمد تھا۔ والدہ کا نام اکرم النساء تھا۔

تعلیم وتربیت: آپ نے تعلیم کا آغاز گھر سے کیا، قرآن شریف ضلع مظفر نگر کے ایک میاں جی سے پڑھا۔ ۱۳۳۱ھ میں دارالعلوم دیوبند میں درجۂ فارسی میں داخل ہوئے اور ۱۳۴۳ھ میں فراغت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں محدث العصر علامہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مفتیٔ اعظم مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، شیخ الادب والفقہ مولانا اعزاز علی امروہیؒ، عارف باللہ مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ جیسے مشاہیر علماء شامل ہیں۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد اولاً صوبہ بہار کے مدرسہ حنفیہ، آرہ کے شاہ آباد میں مدرس رہے۔ پھر مدرسہ شاہی مرادآباد میں سولہ سال تک مدرس اور مفتی کے عہدہ پر فائز رہے۔ زندگی کے آخری دور میں مدرسہ امینیہ دہلی کے شیخ الحدیث رہے۔

آپ کا علمی وسیاسی کارنامہ: آپ کے علمی کارناموں میں یہ کتابیں ہیں ''علمائے ہند کا شاندار ماضی، علمائے حق کے مجاہدانہ کارنامے، سیرت محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، تاریخِ اسلام، تحریک شیخ الہند اور مشکوٰۃ الآثار'' جو دارالعلوم دیوبند میں داخل نصاب ہے۔ اسی طرح جمعیۃ علمائے ہند کا تعلیمی نصاب جو دینی تعلیم کا رسالہ کے نام سے موسوم ہے، آپ ہی کی تصنیف ہے۔ یہ رسالہ اسلامی مدارس ومکاتب کے نصاب میں داخل ہیں، اسی طرح آپ نے سیاست میں بھی حصہ لے کر زبردست کارنامہ انجام دیا ہے۔ برطانوی دورِ حکومت میں کئی مرتبہ قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا، تحریکِ آزادی میں بھی مردانہ وار حصہ لیا، درس وتدریس کے بعد جمعیۃ علمائے ہند کے ناظم بنائے گئے اور ایک سال تک ناظم اعلیٰ کے عہدہ پر فائز رہے۔

وفات: ۶ رشوال المکرّم ۱۳۹۵ھ مطابق ۲۴ راکتوبر ۱۹۷۵ء بروز چہارشنبہ داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ دہلی کے ''گورِ غریباں'' میں مدفون ہیں۔

(تفصیلی حالات کے لیے دیکھئے: تاریخ شاہی ص ۳۸۳، تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲/ ۱۵۱، ماہنامہ دارالعلوم مئی ۱۹۷۶ء)

(۷۹)

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ

آپ زبردست عالم دین، اچھے فقیہ اور صوبہ گجرات کے مفتیِ اعظم تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت شوال المکرّم ۱۳۲۱ھ مطابق دسمبر ۱۹۰۳ء میں (گجرات) کے مشہور شہر بلساڑ قصبہ نوساری میں ہوئی، ویسے آپ کے جد امجد حضرت مولانا سید ابراہیم صاحبؒ کا قیام اپنے وطن لاجپور (ضلع سورت کے ایک گاؤں کا نام ہے) رہتا تھا، اِسی وجہ سے آپ لاجپوری سے مشہور ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ۱۳۲۹ھ میں آپ نے جدامجد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، جد امجد (حضرت مولانا سید ابراہیمؒ) کے انتقال کے بعد اپنے والد اور عم بزرگوار حضرت حافظ سید حسام الدین صاحبؒ سے قرآن مجید حفظ مکمل کیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ جامعہ اشرفیہ راندیر کے درجۂ حفظ میں بھی داخل رہے، فارسی کی تعلیم نوساری (محلّہ موٹھورا) کے مدرسہ محمدیہ میں حاصل کی اور فن قرأت جناب قاری محمد عمر تھانویؒ سے سیکھا آخر میں مدرسہ محمدیہ عربیہ جامعہ حسینیہ راندیر میں درسیات کی تکمیل کی۔ ۱۳۴۹ھ میں جب کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی زیرِ صدارت جامعہ کا چودھواں سالانہ اجلاس ہوا تو آپ کو جامعہ کی طرف سے سند فراغت دی گئی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد جامعہ حسینیہ راندیر میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ درس نظامی ودرس قرأت کی خدمت کے ساتھ ساتھ مولانا محمد حسینؒ کی نگرانی میں فتاویٰ لکھنے کا کام بھی بڑی تن دہی اور پوری توجہ سے کرنا شروع کیا اور اخیر عمر تک اس کام میں لگے رہے۔

راہِ سلوک: آپ نے اولاً حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے غائبانہ بیعت کی تھی، بعد میں حضرت تھانویؒ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا تھا، حضرت تھانویؒ کی وفات کے بعد حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے راندیر میں اصلاحی تعلق قائم ہوا تھا۔

آپ کا فقہی کارنامہ: آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے فتاویٰ رحیمیہ کے نام سے دس جلدوں میں ایک ضخیم کتاب تصنیف فرمائی، جس کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو بڑی آسانی سے حل فرما دیا ہے۔

وفات: ۱۸ر نومبر ۲۰۰۱ء کو رمضان المبارک کے اوائل میں ایک سو ایک سال (قمری حساب سے) کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، راندیر کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

(مکتوب مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ بنام مرتب ۱۹۹۴ء، فتاویٰ رحیمیہ ۱/۵ مقدمہ

ذکر رفتگاں ص ۴۸۸، بحوالہ ندائے شاہی دسمبر ۲۰۰۱ء)

(۸۰)

حضرت علامہ محمد حسین صاحبؒ

آپ اپنے وقت کے مشہور ومعروف عالمِ دین، علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر، دارالعلوم دیوبند کے مایۂ ناز استاذ، حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد رشید تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں ''بسیہا''، ضلع سیتامڑھی (بہار) میں ہوئی۔ آپ کا نام محمد حسین تھا لیکن دارالعلوم دیوبند کے طلبہ آپ کو (تمام علوم میں مہارت ہونے کی بناپر) مُلاّ بہاری کے نام سے جانتے تھے۔ آپ منطق وفلسفہ کے بڑے ماہر استاذ مانے جاتے تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے مکتبی تعلیم اپنے وطن بسیہا میں حاصل کی، عربی وفارسی کے لیے مدرسہ اسلامیہ ڈھاکہ (چمپارن) کا سفر کیا اور وہاں آپ نے عربی اور فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ پھر دارالعلوم مئو تشریف لے گئے، جہاں مختصر المعانی سے پڑھنا شروع کیا۔ یہاں آپ نے مولانا عبداللطیف نعمانیؒ اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ سے مختلف کتابیں پڑھیں۔ پھر مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور تشریف لے گئے، جہاں ایک سال تحصیل علم کر کے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۳۴۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بخاری شریف پڑھی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد شاہ بہلول سہارن پور میں آپ نے درس وتدریس کا آغاز فرمایا، ایک سال کے بعد مدرسہ اشرفیہ راندیر(گجرات) تشریف لے گئے جہاں دوسال تک درس دیا، پھر مدرسہ صدیقیہ پھاٹک حبش خاں دہلی تشریف لے گئے۔ جہاں چودہ سال تک پڑھایا، پھر ۱۳۶۷ھ میں دار العلوم دیوبند تشریف لائے اور تاحیات اسی سے وابستہ رہے۔اس دوران حدیث، تفسیر، فقہ اور منطق وغیرہ کتابیں پڑھائیں۔راقم الحروف کو موصوف سے ابوداؤد شریف اور موطا امام مالک پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔

راہِ سلوک: آپ نے منازل سلوک حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی خدمت میں رہ کر طے کیے۔

آپ کا کارنامہ: آپ نے زندگی بھر درس وتدریس کے فرائض انجام دیے، ۴۵رسال دار العلوم دیوبند میں بہ حیثیت استاذ رہے اور نیچے سے اوپر تک کی تمام کتابیں پڑھائیں، یہاں ترمذی تک کے اسباق پڑھائے،صرف بخاری شریف نہیں پڑھا سکے کہ وہ صدر مدرس کے لیے مخصوص تھی۔آپ کی اگر چہ کوئی تصنیف نہیں ہے لیکن آپ نے ایسے ایسے تلامذہ تیار کر دیے ہیں جنہوں نے علمی تصنیفی سیاسی، اصلاحی، دینی اور سماجی کارنامے انجام دیے جسے بجا طور پر آپ ہی کا کارنامہ کہا جاسکتا ہے۔

وفات: ۵رجب المرجب ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۲رجنوری ۱۹۹۲ء کو دار العلوم دیوبند کے اندر انتقال ہوا۔مزارِ قاسمی دیوبند میں مدفون ہیں۔(ماہنامہ دار العلوم دیوبند۔۱۹۹۲ء)

(۸۱)

حضرت مولانا محمد بن موسیٰ صاحب سورتی افریقیؒ

آپ ایک وسیع النظر عالم، مجلس علمی ڈابھیل کے بانی، انجمن خدام الدین کے روحِ رواں اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ارشد تلامذہ میں تھے۔

ولادت: آپ کا آبائی وطن سملک ضلع سورت تھا مگر چند پشتوں سے آپ کے خاندان نے جنوبی افریقہ کے شہر "جوہانس برگ" کو وطن اقامت بنالیا ہے، وہیں ۱۹۰۴ء مطابق ۱۳۲۲ھ کو پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم کے لیے آپ کو والد صاحب نے ہندوستان بھیج دیا۔ یہاں آپ نے پالن پور (گجرات) میں مولانا نذیر احمد پالن پوریؒ سے تحصیل علم کیا۔ ۱۳۴۲ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۴۴ھ میں فراغت حاصل کی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد جوہانس برگ چلے گئے۔ وہاں اپنے وسیع ترین تجارتی کاروبار کے ساتھ بڑے پیمانے پر دینی خدمات بھی انجام دیں۔

راہِ سلوک: آپ نے سلوک کے منازل حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے سایۂ رشد وہدایت میں طے کیے۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ کو علمی کاموں سے بڑی دل چسپی تھی۔ چناں چہ "مجلس علمی" کے نام سے ڈابھیل میں ایک تصنیفی ادارہ قائم کیا، جس میں اہم

علمی کتابیں شائع کرنے کا انتظام کیا اور اس کے تمام مصارف اپنے ذمہ رکھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور علامہ کشمیریؒ کی تصانیف کے علاوہ امام زیلعیؒ کی ''نصب الرایہ، مسند حمیدی اور مصنف عبدالرزاق'' اسی ادارہ سے شائع ہوئیں۔ اسی طرح ضلع سورت اور اس کے اطراف میں دینی تعلیم کے مکاتب کا ایک وسیع نظام ''انجمن خدام الدین'' کے عنوان سے جاری کیا۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی تعمیر وترقی میں زبردست مالی امداد دیا۔ یہ سب آپ کے نمایاں کارنامے ہیں۔ جو ہمیشہ ہی یاد رکھے جائیں گے۔

وفات: ۲۱/ذی قعدہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۶/اپریل ۱۹۶۳ء کو جوہانس برگ (افریقہ) میں انتقال ہوا۔ وہیں مدفون ہیں۔

(تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۵۲، الفرقان وفیات نمبر ۱۹۷۷ء، تاریخ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل ص ۱۴۹)

(۸۲)

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ

آپ ایک کامل ترین عالم ،دین شریعت کے پاسبان، مسلک دیوبند کے ترجمان، نامور مصنف وادیب، مناظر اسلام، دارالعلوم دیوبند اور رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے رکن تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۸/شوال المکرّم ۱۳۲۳ھ مطابق ۸/نومبر ۱۹۰۵ء میں سنبھل ضلع مرادآباد میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم پہلے سنبھل میں، کچھ دن مدرسہ عبدالرب دہلی میں پائی، پھر دارالعلوم مئو ناتھ بھنجن (یوپی) میں پڑھا، اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۴۳ھ میں داخل ہوئے اور دوسال تعلیم حاصل کی، ۱۳۴۵ھ میں فارغ ہوئے، دورۂ حدیث شریف میں سارے طلبہ میں اول پوزیشن حاصل کی، آپ حضرت علامہ انورشاہ کشمیریؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد تین سال تک امروہہ (مرادآباد) کے مدرسہ چلّہ میں پڑھایا اور چار سال تک دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بہ حیثیت شیخ الحدیث درس دیا۔

راہ سلوک: آپ نے سلوک کے منازل حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ (خلیفہ شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ) کے پاس رہ کر طے کیے اور اجازت وخلافت سے

سرفراز فرمائے گئے۔

آپ کے اہم کارنامے: ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں بریلی سے ''الفرقان'' رسالہ ماہ وار جاری کیا (شروع میں رسالے کا رنگ مناظراتی تھا۔ ۱۹۴۲ء مطابق ۱۳۶۱ھ سے یہ ایک علمی اور دینی ودعوتی رسالے میں تبدیل ہوگیا) ۱۳۴۳ھ سے حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی ودعوتی تحریک سے وابستگی اختیار کی، جو موت تک باقی رہی، آپ نے تقریر وتحریر کے ذریعہ اہل بدعت، قادیانیوں اور باطل تحریکوں کے نمائندوں سے بڑے بڑے مناظرے کیے اور فتح وکامیابی سے ہم کنار ہوئے۔

آپ کی کئی کتابیں عوام وخواص میں مقبول اور پسندیدہ ہیں، ان میں ''اسلام کیا ہے، دین وشریعت، قرآن آپ سے کیا کہتا ہے، معارف الحدیث (۵ جلد) الفیۃ الحدیث (عربی زبان میں ہے جو دار العلوم دیوبند اور دیگر مدارس عربیہ کے نصاب میں داخل ہے) نماز کی حقیقت، ایرانی انقلاب اور امام خمینی، کلمۂ طیبہ کی حقیقت، برکات رمضان، حج کیسے کریں، تذکرہ مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور معاندین اہل بدعت کے الزامات، ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ، قادیانی کیوں مسلمان نہیں، قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ، بوارق الغیب علی من یدعی لغیر اللہ علم الغیب، مسئلہ علم غیب کا قرآنی فیصلہ، دیوبند کے اختلاف ونزاع پر فیصلہ کن مناظرہ، نزول مسیح کے سلسلے میں قولِ صحیح، سیفِ ایمانی بر فرقۂ رضا خانی، تحریک خاکسار کتاب وسنت کی روشنی میں، تصوف کیا ہے، مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت کی سرگذشت اور اب میرا موقِف، شیخ محمد بن عبد الوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ اور ہندوستان کے علمائے حق پر اس کے اثرات، دینی مدارس کے طلبہ سے آپ کون ہیں؟ کیا ہیں؟ اور آپ کی منزل کیا ہے؟ کفر واسلام کے

حدود اور قادنیت، مسئلہ حیات النبی کی حقیقت، تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی اور بریلوی حضرات، عقیدۂ علم غیب، نماز اور خطبۂ کی اذان، انسانیت زندہ ہے، میری طالب علمی، قرب الٰہی کے دوراستے، تحدیث نعمت اور کتاب زندگی کے کچھ صفحات شامل ہیں۔

وفات: یک شنبہ ودوشنبہ ۲۶، ۲۷/ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۴، ۵/مئی ۱۹۹۷ء کی درمیانی شب میں تقریباً ساڑھے آٹھ بجے انہوں نے لکھنؤ میں جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔

(بحوالہ تذکرہ محدثین ص ۲۵۹، تاریخ دار العلوم دیوبند ۲/۱۵۳، پس مرگ زندہ ص ۴۶۲)

(۸۳)

حضرت مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادیؒ

آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل، مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ شعبۂ دینیات کے صدر، ندوۃ المصنفین دہلی کے بلند پایہ علمی ماہنامہ ''برہان'' کے ایڈیٹر، ایک کامیاب مقرر، شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند کے صدر، اور دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں آگرہ (یوپی) میں ہوئی جہاں آپ کے والد بسلسلۂ سرکاری ملازمت قیام پذیر تھے، ویسے آپ کا آبائی وطن بچھرایوں ضلع مرادآباد اور ننہال سیوہارہ ضلع بجنور ہے۔

تعلیم وتربیت: ابتدا سے لے کر کافیہ، قدوری تک کی تعلیم گھر پر مستقل اتالیق رکھ کر ہوئی۔ پھر مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں ایک سال پڑھا۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، اور ۱۳۴۴ھ میں فارغ ہوئے، پھر اورینٹل کالج لاہور سے مولوی فاضل کیا۔ آپ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ارشد تلامذہ میں تھے۔

درس وتدریس: لاہور سے مولوی فاضل کرنے کے بعد ڈابھیل میں مدرس کے عہدہ پر فائز ہوئے اور دو سال تک خدمت انجام دی۔ پھر وہاں سے دہلی جا کر مدرسہ عالیہ فتح پوری میں السنۂ شرقیہ کے استاذ مقرر ہوئے۔ اسی دوران سینٹ اسٹیفن کالج سے ایم، اے کیا۔ شمس العلماء مولانا عبدالرحمٰن کی جگہ اسٹیفن کالج میں لکچرار مقرر ہوئے۔ پھر ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل بنائے گئے۔ آپ سے پہلے

ہمیشہ اس کے پرنسپل انگریز رہا کرتے تھے۔ ۱۹۵۸ء میں مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں شعبۂ دینیات کے صدر منتخب ہوئے۔

آپ کا علمی کارنامہ: مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں آپ سے پہلے شعبۂ دینیات بہت معمولی حالت میں تھا، آپ نے کمال جدوجہد سے اپنے زمانہ میں علمی اور انتظامی دونوں حیثیتوں سے اس شعبے کو ترقی دے کر یونی ورسٹی کے دوسرے اعلیٰ معیار کے شعبوں کے برابر اس کو پہنچانے کا زبردست کارنامہ انجام دیا اور اب دینیات کا یہ شعبہ دوسرے شعبوں کی طرح معیاری بن چکا ہے۔ دینیات میں پی، ایچ، ڈی کے شعبہ کا اجراء بھی آپ ہی کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔

آپ کئی بلند پایہ اور محققانہ کتابوں کے مصنف بھی ہیں جن میں "اسلام میں غلامی کی حقیقت، غلامانِ اسلام، وحیٔ الٰہی، فہم قرآن، مسلمانوں کا عروج وزوال، مولانا عبید اللہ سندھی اور ان کے ناقد اور صدیق اکبرؓ وغیرہ" آپ کی اہم تصانیف ہیں۔

وفات: ۳؍ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۴؍ مئی ۱۹۸۵ء کو لاہور میں انتقال ہوا اور یہیں مدفون ہیں۔

(تذکرۂ محدثین ص ۲۶۰، تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ص ۳۱۹، تاریخ دار العلوم دیوبند ۲/۱۵۴، مکتوب ندوۃ المصنفین)

(۸۴)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

آپ ایک وسیع النظر عالم دین، بلند پایہ فقیہ، پورے ہندوستان کے مفتیٔ اعظم، ہزاروں انسانوں کے مرشد کامل اور دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۰/ جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ مطابق ۲۱/ جنوری ۱۹۰۷ء گنگوہ ضلع سہارن پور (یوپی) میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا نام مولانا حامد حسن اور دادا کا نام محمد خلیل ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

تعلیم وتربیت: قرآن مجید گنگوہ میں حافظ کریم بخش صاحب نابیناؒ سے پڑھا، میزان منشعب اپنے والد ماجد سے پڑھا۔ ۱۳۴۱ھ میں مظاہر علوم سہارن پور میں داخل ہوئے، اور ۱۳۵۱ھ میں فارغ ہوئے۔ آپ نے دار العلوم دیوبند میں بھی تحصیل علم کیا۔ ۱۳۴۸ھ میں آپ نے دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا، پہلے سال ہدایہ آخرین اور مشکوٰۃ شریف، دوسرے سال ۱۳۴۹ھ میں بیضاوی، ابوداؤد، مسلم شریف اور تیسرے سال ۱۳۵۰ھ میں بخاری اور ترمذی شریف، شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے اس شان سے پڑھی کہ پورے سال سماعۃً یا قراءۃً ایک حدیث بھی نہیں چھوٹی۔

مظاہر علوم سہارن پور کے اساتذہ میں مولانا زکریا قدوسیؒ، مولانا عبد الرحمٰن صاحب اورنگ آبادیؒ، حضرت اقدس مولانا الحاج محمد اسعد اللہ رامپوریؒ، مولانا ظہور الحقؒ،

مفتی ضیاء احمد صاحبؒ، مولانا منظور احمد خان صاحبؒ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ جیسے نامور علماء شامل ہیں۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد آپ نے بیس سال تک افتاء اور درس وتدریس کے فرائض مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور میں انجام دیے۔ پھر ۱۳۷۱ھ سے لے کر ۱۳۸۴ھ تک چودہ سال کے قریب مدرسہ جامع العلوم کان پور میں مسند صدارت وافتاء کے عہدہ پر فائز رہے۔ ۱۳۸۵ھ میں آپ کو دار الافتاء دار العلوم دیوبند میں مفتی کے منصب کے لیے منتخب کیا گیا جس پر تاحیات فائز رہے۔

راہِ سلوک: آپ نے سلوک کے منازل حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ کی خدمت میں رہ کر طے کیں اور انہیں سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔

آپ کا فقھی وتبلیغی کارنامہ: آپ کے دیے گئے جوابات کو مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی نے مرتب کر کے ''فتاویٰ محمودیہ'' کے نام سے بیس جلدوں میں شائع کیا ہے جو آپ کا اہم فقہی کارنامہ ہے، اِسی طرح آپ کی دوسری تصانیف بھی ہیں، جن میں درود وسلام، حدود واختلاف، مسلک علمائے دیوبند، حُب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مواعظ فقیہ الامت (دس قسط) وغیرہ مشہور ومعروف ہیں۔ آپ نے دنیا کے بیشتر ممالک کا اصلاحی ودعوتی دورہ بھی کیا۔

وفات: آپ کی وفات جنوبی افریقہ کے شہر ''جوہانس برگ'' میں ۲،۳/ستمبر ۱۹۹۶ء مطابق ۱۹،۲۰/ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ کی درمیانی شب میں وہاں کے وقت کے مطابق ساڑھے سات بجے واقع ہوئی، دوشنبہ ۳/ستمبر ۲۰/ربیع الثانی کو تقریباً ۹/بجے وہاں کے وقت کے مطابق تدفین عمل میں آئی۔

(تاریخ مظاہر ۲/ ۲۲۵، تاریخ دار العلوم دیوبند ۲/ ۲۵۹، پس مرگ زندہ ص ۲۶۳، ذکر رفتگاں ص ۲۱۶)

(۸۵)

حضرت شیخ عبد الجبار صاحب اعظمی معروفیؒ

آپ اپنے وقت کے محدث و مفسر، شاہی مراد آباد کے شیخ الحدیث اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے خلیفہ تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں (یوپی) کے مشہور اور مردم خیز قصبہ ''پورہ معروف'' اعظم گڑھ میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام حاجی عبد الرشید تھا جو ایک نیک انسان تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم مدرسہ معروفیہ پورہ معروف اور مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور میں ہوئی۔ کچھ ایام دار العلوم مئو میں گزارے، اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ نے شوال المکرّم ۱۳۴۵ھ میں مظاہر علوم سہارن پور کا رخ کیا اور چار سال یہاں مقیم رہے۔ ۱۳۴۸ھ میں دورۂ حدیث شریف اور ۱۳۴۹ھ میں جملہ فنون سے فراغت حاصل کی۔

درس وتدریس: فارغ ہونے کے بعد اولاً کچھ عرصہ تک مظاہر علوم سہارن پور میں معین مدرس رہے۔ اس کے بعد آپ نے اوری ضلع مئو، مدرسہ قاسم العلوم ہریّا ضلع دیوریا، جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل (گجرات) مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور، آنند ضلع کھیڑا (گجرات) جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں حدیث شریف کا درس دیا اور آخر عمر تک اسی میں علوم نبوت کی خدمت کرتے رہے۔

راہِ سلوک: آپ کا اصلاحی تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ سے تھا اور اجازت وخلافت بھی انہیں سے حاصل تھی۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ نے ''شرحِ بخاری بنام امداد الباری'' تصنیف فرمائی جو چار جلدوں میں چھپ کر مقبول عام ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ ''معیار الحق'' (ردِّ قادیانیت) اور تحفۂ مودودیہ آپ کی معروف ومقبول کتابیں ہیں۔

وفات: ۳۰ر شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۸ء کی شب میں اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔

(تاریخ مظاہر ۲/ ۲۲۸، تاریخ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل ص ۳۳۳، تاریخ شاہی مراد آباد ص ۳۴۳)

(۸۶)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ

آپ ایک جلیل القدر محدث، علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ممتاز شاگرد، ضلع پشاور (پاکستان) کے ممتاز اہل علم اور جامعہ اسلامیہ کراچی (پاکستان) کے بانی تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں مہابت آباد متصل شکی، ضلع مردان میں ہوئی۔ آپ کے مورث اعلیٰ سید آدم بنوری خلیفہ مجدد الف ثانیؒ ضلع انبالہ (پنجاب) کے ایک گاؤں بنور میں مقیم تھے۔ اسی نسبت سے آپ کو بنوری کہا جاتا ہے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم آپ نے کابل (افغانستان) کے ایک مکتب میں حاصل کی۔ متوسطات پشاور اور کابل میں پڑھیں۔ اس کے بعد آپ دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور یہاں دو سال رہ کر مشکوٰۃ شریف تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ہمراہ ڈابھیل چلے گئے۔ وہیں آپ نے دورۂ حدیث پڑھا۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد آپ پشاور چلے گئے اور چار سال وہاں جمعیۃ علمائے صوبہ سرحد کے صدر کی حیثیت سے قومی وملی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے انتقال کے بعد آپ کو ڈابھیل بلایا گیا۔ یہاں آپ نے صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز ہو کر زبردست علمی کارنامہ انجام دیا۔

تقسیم ملک کے بعد آپ پاکستان منتقل ہو گئے۔ شروع میں ٹنڈو الہ یار کے دار العلوم میں شیخ التفسیر کے عہدہ پر فائز رہے۔ لیکن جلد ہی وہاں سے استعفیٰ دے کر کراچی

تشریف لے گئے اور وہاں نیوٹاؤن میں ایک مدرسہ "جامعہ اسلامیہ" کے نام سے قائم کیا۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ نے ترمذی شریف کی شرح معارف السنن لکھی، جو آپ کے علم وفضل کا شاہ کار ہے۔ نفحۃ العنبر اور بغیۃ الاریب بھی آپ کا علمی کارنامہ ہے۔ اسی طرح قادیانی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے میں آپ کی خدمت کا بڑا حصہ ہے۔

وفات: ۱۷/۱۰/اکتوبر ۱۹۷۷ء مطابق ۱۳۹۷ھ کی صبح کو اسلام آباد میں آپ کا انتقال ہوا۔

(دارالعلوم دیوبند۔احیاء اسلام کی عظیم تحریک حاشیہ ص ۲۵۱، تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۶۴)

(۸۷)

حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ

آپ مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور کے بانی، دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارن پور، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مجلس شوریٰ کے رکن، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ اور حضرت مولانا شاہ وصی اللہ اعظمیؒ کے اجل خلفاء میں تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء میں دیوریا تحصیل ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں ہوئی، آپ کے والد صاحب کا نام محمد شفیع خان تھا۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم آپ نے عین العلوم ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں حاصل کی، ۱۳۴۶ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور تشریف لے گئے، وہاں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ، حضرت مولانا عبد اللطیف صاحبؒ، حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحبؒ، حضرت مولانا منظور احمد صاحبؒ، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے اکتسابِ فیض کیا اور ۱۳۴۷ھ میں فراغت حاصل کی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد مظاہر علوم سہارن پور میں معین المدرس کے عہدہ پر فائز ہوئے، چند ماہ بعد بہ عذر بیماری رخصت لے کر وطن جانا پڑا، صحت یابی کے بعد ۱۳۵۵ھ میں فیض آباد سے ترک وطن کر کے جونپور آ گئے تھے، جہاں مانی کلاں، ضلع جونپور میں تیس سال تک درس وتدریس اور رشد وہدایت کی اہم ذمہ داری میں مشغول رہے، پھر ۱۹۷۲ء میں مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور نامی ادارہ قائم کیا۔

راہِ سلوک: ۱۳۹۲ھ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے اجازت وخلافت حاصل کی۔

آپ کا دینی واصلاحی کارنامہ: آپ نے ۱۳۵۵ھ میں جونپور مانی کلاں میں ایک مدرسہ ضیاء العلوم قائم فرمایا، اس کے بعد ۱۹۷۲ء میں مدرسہ ریاض العلوم گورینی کی بنیاد ڈالی، ہزاروں افراد آپ کی مخلصانہ جد وجہد کی برکت سے ضلالت وگمراہی کی راہ کوترک کر کے صراطِ مستقیم کی طرف گامزن ہوئے۔

وفات: ۱۰؍محرم الحرام ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۷؍اپریل ۱۹۹۹ء بروز منگل تقریباً سوسال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

(تاریخ مظاہر ۲/ ۲۵۸ مکتوب مولانا عبدالعظیم ندویؔ بنام مرتب، ذکر رفتگاں ص ۳۶۹)

(۸۸)

حضرت مولانا محمد رضا صاحب اجمیریؒ

آپ صوبہ گجرات کے شیخ المشائخ، استاذ الاساتذہ، حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے مرید اور جامعہ اشرفیہ راندیر سورت (گجرات) کے شیخ الحدیث تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء کو چارشدہ محلّہ بابڑا ضلع پشاور (پاکستان) میں ہوئی، آپ کے والد کا نام عبداللہ تھا جو ایک بڑے تاجر تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم ناظرہ قرآن شریف وغیرہ اپنے وطن میں ہی رہ کر حاصل کی، سولہ سال کی عمر تک وطن ہی میں رہے، دینی تعلیم کے شوق نے آپ کو اجمیر پہنچا دیا، اس وقت اجمیر میں خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے نام سے مدرسہ معینیہ ایک بہت ہی بڑا دار العلوم شمار کیا جاتا تھا، اسی کی شہرت آپ کو کشاں کشاں یہاں تک لے آئی، چناں چہ اس میں آپ نے داخلہ لیا، شروع شروع میں آپ کا دل نہیں لگا، ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں، ڈرو نہیں! ان شاء اللہ العزیز آسانی ہو جائے گی، اس کے بعد آپ کا دل پڑھنے کی طرف مائل ہو گیا، آپ نے فارسی کی کتابیں مولانا شیخ زادہ نصیر احمد اجمیریؒ اور مدرسہ معینیہ کے دیگر دو استاذوں سے پڑھیں، اسی طرح بعض کتابیں مولانا عبد الرحمٰن عراقیؒ سے پڑھیں۔ ابن ماجہ مولانا محمد یونس میرٹھیؒ (شاگرد حضرت شیخ الہندؒ) سے اور بخاری شریف حضرت شیخ الحدیث مولانا معین الدین چشتی بہاریؒ اور مولانا محمد شریفؒ (شاگرد شیخ الہندؒ)

سے پڑھی۔۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۲ء میں فراغت پائی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد ناگور تشریف لے گئے، جہاں تین سال تک تدریسی خدمات انجام دیں، پھر اجمیر تشریف لائے اس کے بعد دار العلوم اشرفیہ راندیر سورت کی تدریسی دعوت قبول فرمائی، حضرت مولانا عبد الحق پشاوریؒ کے پاکستان تشریف لے جانے کے بعد آپ کو بخاری شریف سپرد کی گئی، جب سے تاحیات اس منصب پر فائز رہے۔

راہِ سلوک: آپ کا اصلاحی تعلق حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے تھا۔

آپ کا کارنامہ: آپ کی ذات گوناگوں صفات کی حامل تھی، کم وبیش پچاس سال تک بخاری شریف کا درس دیا، ہزاروں تشنگانِ علوم نبوت نے آپ سے اکتسابِ فیض کیا، آپ کی اگرچہ کوئی تصنیف نہیں ہے، مگر آپ کے ہونہار شاگردوں نے زبردست علمی، دینی، ملی، سیاسی اور سماجی کارنامہ انجام دیا ہے، آپ کی عظیم شخصیت کی بنا پر بلدیہ کی جانب سے اُس محلّہ کا نام جہاں آپ مقیم ہیں ''مولانا رضا اجمیری اسٹریٹ'' رکھا گیا ہے۔

وفات: ۲۵ر نومبر ۱۹۹۴ء میں ہارٹ اٹیک سے آپ کا انتقال ہوا، راندیر ہی میں مدفون ہیں۔ (بحوالہ تحفۂ سعادت ص ۲۲، مکتوب مولانا کلیم احمد اشرفی بنام مرتب)

(۸۹)

حضرت مولانا محمد عثمان صاحب مالیگانویؒ

آپ ایک جید عالم دین، بے باک مقرر، دار العلوم دیوبند کے فاضل، صوبائی جمعیۃ علمائے ہند کے صدر، اور جامعۃ الصالحات مالیگاؤں کے بانی تھے۔

ولادت: آپ کے آباء واجداد بارہ بنکی (یوپی) کے رہنے والے تھے، آپ کے والد محترم جناب عبداللہ مرحوم ۱۸۶۰ء میں ترکِ وطن کر کے مالیگاؤں تشریف لے آئے تھے، یہیں آپ کی ولادت ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: آپ کی ابتدا سے لے کر انتہا تک کی تعلیم مدرسہ بیت العلوم مالیگاؤں میں ہی ہوئی۔ ۱۹۲۷ء میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ہاتھوں سند فراغت حاصل کی۔ بعد میں دار العلوم دیوبند کا رُخ کیا اور وہاں سے سند فضیلت حاصل کی۔ آپ مالیگاؤں کے فضلائے دار العلوم دیوبند میں سب سے پہلے فاضل ہیں۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد آپ نے نظام آباد (دکن) میں کچھ عرصہ تک درس دیا، بعد میں مدرسہ معہدِ ملت مالیگاؤں میں آپ کا تقرر ہوا، جہاں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ کچھ دنوں بعد آپ نے اس سے علاحدگی اختیار کر لی، اور اپنے محلّہ کی مسجد میں علم دین کی تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا، چند سالوں کے بعد لڑکیوں کی دینی تعلیم کا شدت سے داعیہ دل میں پیدا ہوا، چناں چہ آپ نے ۱۹۶۸ء میں ''جامعۃ الصالحات'' کے نام سے لڑکیوں کا ایک دینی ادارہ قائم کیا جس سے آخر تک منسلک رہے۔

راہِ سلوک: آپ نے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی خدمت میں رہ کر سلوک کی منزلیں طے کیں۔

آپ کا کارنامہ: آپ نے ۱۹۶۸ء میں جامعۃ الصالحات قائم کیا، جس میں ملکی وغیر ملکی ہزاروں لڑکیاں آج زیرِ تعلیم ہیں۔ آپ صوبائی جمعیۃ علمائے ہند کے صدر بھی تھے۔ اس لیے آپ نے سیاست میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور لوگوں کی دینی، ملی، سیاسی اور سماجی ہر اعتبار سے خدمت کی۔

وفات: یکم فروری ۱۹۸۴ء مطابق ۱۴۰۵ھ کو مالیگاؤں میں انتقال ہوا، وہیں مدفون ہیں۔ (اُجالوں کے سفیر ص ۶۷)

(۹۰)

حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خان صاحبؒ

آپ اپنے وقت کے فنِ تصوف کے امام، مسیح الامت، عارف باللہ، شیخ کامل اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ممتاز خلفاء میں تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۲۹یا۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں سرائے برلہ، تحصیل اتر ولی، ضلع علی گڑھ میں ہوئی۔ آپ علی گڑھ کے مشہور خاندان شیر وانی سے تعلق رکھتے تھے جو بہت ہی بااثر و باثروت تھا۔ آپ کے والد کا نام احمد سعید خان تھا جو نہایت ذکی اور باعزت شخصیت کے مالک تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم سرکاری اسکول میں چھٹی کلاس تک حاصل کی، پھر دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا تو آپ کے والد صاحب نے اپنے لختِ جگر میں دینی تڑپ دیکھتے ہوئے دینی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دے دی۔ چناں چہ آپ نے وطن ہی میں ابتدا سے لے کر مشکوٰۃ شریف تک کا کورس مکمل کیا۔ ۱۳۴۸ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۴۹ھ میں دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے مزید دو سال تک دار العلوم دیوبند میں رہ کر معقول کی کتابیں پڑھیں۔

درس وتدریس: ۱۳۵۷ھ میں حضرت تھانویؒ نے آپ کو جلال آباد مظفر نگر کے ایک مدرسہ ''مفتاح العلوم'' میں بھیج دیا جہاں آپ نے برسوں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا۔ آپ کی مخلصانہ جدوجہد کی وجہ سے اِس مدرسہ کو کافی ترقی ہوئی اور آخر

تک آپ اسی مدرسہ سے وابستہ رہے۔

راہِ سلوک: سلوک کے منازل حضرت تھانویؒ کے پاس رہ کر طے کیے اور ۱۳۵۱ھ میں حضرت تھانویؒ نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے جلال آباد کے مکتب کو اپنی جدوجہد سے ایک بہت بڑا ادارہ بنادیا جہاں دور ودراز کے طلبہ اپنی علمی تشنگی بجھارہے ہیں۔

آپ نے چند کتابیں بھی تصنیف کیں جو آپ کا اہم علمی کارنامہ ہے۔ ''شریعت وتصوف'' آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ آپ نے تزکیۂ باطن کی لائن سے بھی کافی محنتیں کیں ہیں۔

وفات: ۱۲ر نومبر ۱۹۹۲ء مطابق ۱۴۱۳ھ جمعرات کو قصبہ جلال آباد ہی میں اپنے محبوب حقیقی سے جاملے، وہیں مدفون ہیں۔

(شریعت وتصوف ص ۲۳ مقدمہ، تاریخ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۶۳)

(۹۱)

امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ

آپ اپنے وقت کے عالم باعمل، ملت اسلامیہ کے سپہ سالار، امارتِ شرعیہ بہار و اڑیسہ کے سرپرست، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے جنرل سکریٹری، مولانا محمد علی مونگیریؒ کے چھوٹے صاحب زادے، اور دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۹/ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۳ء کو خانقاہ رحمانی مونگیر (بہار) میں ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام قطب عالم حضرت مولانا سید شاہ محمد علی مونگیریؒ (بانی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) تھا، جو اپنے وقت کے یگانۂ روزگار عالم اور حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کے اجل خلفاء میں تھے۔

تعلیم وتربیت: قرآن شریف اور عربی و فارسی کی ابتدائی کتب وطن ہی میں پڑھیں، گیارہ سال کی عمر میں حیدر آباد (دکن) جا کر ایک سال میں مفتی عبد اللطیف صاحبؒ سے عربی صَرف و نحو اور منطق کی کتابیں پڑھیں، پھر ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لے گئے اور وہاں چار سال تک تحصیل علم کیا۔ ۱۳۴۹ھ میں تکمیل علوم کے لیے از ہر ہند دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۲ھ میں فراغت حاصل کی۔ آپ کا شمار شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ارشد تلامذہ میں تھا۔

درس وتدریس: ۱۳۵۵ھ میں آپ کو بہار اسمبلی کا ممبر منتخب کیا گیا۔ ۱۳۶۱ھ میں خانقاہ رحمانی مونگیر کا سجادہ نشین بنایا گیا۔ ۱۳۷۶ھ میں آپ کو امارت شرعیہ

صوبہ بہار واڑیسہ کا امیر شریعت رابع منتخب کیا گیا۔۱۹۷۲ء میں جب باقاعدہ مسلم پرسنل لاء بورڈ کا قیام عمل میں آیا تو آپ اتفاق رائے سے اس کے جنرل سکریٹری منتخب ہوئے، اور تاحیات اس پر فائز رہے۔آپ نے خلق خدا کی اصلاح کے ساتھ ساتھ درس وتدریس پر بھی اپنا وقت صَرف کیا۔

راہِ سلوک: آپ نے سلوک کے منازل حضرت مولانا محمد عارف صاحب ہرسنگھ پوریؒ (خلیفہ حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ) کے زیرِ سایہ طے کیے اور انہیں سے اجازت وخلافت حاصل کی۔

آپ کا علمی وسیاسی کارنامہ: تاریخ دارالعلوم دیوبند ج۲ص۱۶۶پرآپ کے کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے سید محبوب علی رضوی تحریر فرماتے ہیں:

''جامعہ رحمانی کا ازسرِ نو قیام اوراس کی غیر معمولی ترقی،آپ کا ایک اہم علمی اور انتظامی کارنامہ ہے۔اسی طرح آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے مسلمانوں کے عائلی قوانین کے سلسلے میں آپ کی زبردست خدمات ہیں۔''

آپ نے تحریک آزادی میں بھی دیوبند کے قیام کے زمانہ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کی معیت میں حصہ لیا۔اور چار ماہ قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ آپ متعدد کتابوں کے مصنف بھی تھے چناں چہ ''سفر نامۂ مصر وحجاز'' آپ کا مشہور ومعروف تصنیفی شاہ کار ہے۔اس کے علاوہ بھی آپ کی کئی تصانیف ہیں۔

وفات: آپ کی وفات ۲؍رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹؍مارچ ۱۹۹۱ء کو رات دس بجے ہوئی، مونگیر میں مدفون ہیں۔

(سہ ماہی بحث ونظر ماہ اپریل، مئی، جون ۱۹۹۱ء، تاریخ دارالعلوم دیوبند۲/۱۶۶، ترجمان دارالعلوم جدید دہلی ص ۱۷، ماہنامہ)

(۹۲)

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندویؒ

آپ ایک جلیل القدر عالم دین، مفکر اسلام، بلند پایہ ادیب وخطیب، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم وسرپرست، رابطہ عالم اسلامی مکۃ المکرّمہ ومدینہ یونی ورسٹی کے رکن، دار العلوم دیو بند کی مجلس شوریٰ کے ممبر، حضرت مولانا حکیم سید عبد الحیؒ رائے بریلوی، صاحبِ نزہۃ الخواطر کے صاحب زادے اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۵/دسمبر ۱۹۱۴ء مطابق ۱۳۳۳ھ کو رائے بریلی بیرون شہر دائرہ حضرت شاہ علم اللہ میں ہوئی، آپ کا نام علی، کنیت ابوالحسن ہے، آپ کے والد ماجد کا نام سید عبد الحیؒ تھا، جو اپنے وقت کے زبردست عالم دین تھے، آپ کا نسبی تعلق رائے بریلی تکیہ کے مشہور خاندان سید احمد شہید سے ہے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم آپ کی گھر پر ہی ہوئی، نو برس کی عمر تھی کہ والد صاحب کا انتقال ہوگیا، انتقال کے بعد آپ نے ساری تعلیم وتربیت اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر عبد العلی صاحب (فاضل دیوبند) سے پائی، دس برس کی عمر میں عربی اور انگریزی شروع کی، عربی کی تعلیم شیخ خلیل بن محمد یمانیؒ سے حاصل کی، بعد میں عربی ادب شیخ تقی الدین ہلالی مراکشیؒ سے حاصل کی، جو اس زمانہ میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے عربی ادب کے استاذ تھے، پھر آپ نے ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ لیا، وہاں حضرت مولانا حیدر حسن خانؒ سے حدیث کی تعلیم مکمل کی، کچھ ماہ کے لیے آپ کا قیام دار العلوم دیوبند میں

بھی رہا، جہاں آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی، آپ نے تفسیر پر عبور حاصل کرنے کی غرض سے لاہور (پاکستان) کا بھی سفر کیا، جہاں آپ نے مولانا احمد علی مفسرؒ سے تفسیر پڑھی۔

تدریس، تنظیم اور اعزازات: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی ذات والا صفات ہمہ جہت وہشت پہلو ہے، اُن کی شخصیت کا ہر پہلو اپنے اندر بڑی دل کشی اور رعنائی سموئے ہوئے ہے، ان کی مذہبی، علمی، سماجی اور لسانی خدمات اپنی جگہ بڑی زبردست اہمیت اور وسعت رکھتی ہیں، انہوں نے تقریباً ایک صدی تک اپنی سحر انگیز شخصیت سے بالخصوص برصغیر ہندوپاک اور بالعموم سارے عالم کو متاثر کیا اور یہ کہنا بالکل درست ہے کہ پورے عالم اسلام میں اُنہیں جو مقبولیت حاصل تھی اوران کے تئیں جو احترام پایا جاتا تھا وہ بہت کم لوگوں کے حصہ میں آیا۔

۱۹۳۴ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء میں تفسیر وادب کے استاذ مقرر ہوئے، ۱۹۳۵ء میں ڈاکٹر امبیڈکر کو اسلام کی دعوت دے کر اپنے دعوتی مشن کا آغاز کیا، ۱۹۴۸ء میں اپنی ادارت میں ''تعمیر'' نامی رسالہ جو اَب ''تعمیر حیات'' کے نام سے نکل رہا ہے، جاری کیا، اسی سال ندوہ کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے، ۱۹۴۹ء میں علامہ سید سلیمان ندویؒ کی تحریک پر نائب معتمد تعلیم بنائے گئے، پھر ۱۹۵۰ء میں باقاعدہ ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیم بنائے گئے، ۱۹۵۹ء میں لکھنؤ میں مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کے نام سے ایک ادارہ کی داغ بیل ڈالی، ۱۹۶۱ء میں آپ کے بڑے بھائی کا وصال ہوا، ان کی وفات کے بعد ۱۹۶۱ء ہی میں آپ ندوۃ العلماء کے ناظم منتخب ہوئے۔

۱۹۶۲ء میں جب مدینہ یونی ورسٹی کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس کے مشاورتی

بورڈ کے بنیادی رکن منتخب ہوئے اور اسی سال دارالعلوم دیو بند کے رکن شوریٰ بنائے گئے، ۱۹۷۴ء میں تحریک پیام انسانیت کا آغاز کیا، ۱۹۸۰ء میں شاہ فیصل ایوارڈ ملا اور اس ایوارڈ کی پوری رقم آپ نے افغان پناہ گزیں جماعت تحفیظ القرآن اور مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے لیے مختص فرمادی، ۱۹۸۱ء کشمیر یونی ورسٹی نے ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری دی، ۱۹۸۲ء میں مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر منتخب ہوئے، ۱۹۹۶ء میں کلید کعبہ پیش کی گئی اور در کعبہ کھولنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

راہِ سلوک : آپ نے سلوک کے منازل حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کے پاس رہ کر طے کیے اور اجازت وخلافت سے مشرف فرمائے گئے۔

آپ کے کارنامے: آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ندوۃ العلماء لکھنؤ کو اپنی جدوجہد سے ایک شہرت یافتہ اور عالمی یونی ورسٹی بنادیا، جہاں سے ہزارہاہزار طلبہ دینی ودنیوی دونوں لائن سے سیراب ہو رہے ہیں، دوسرا یہ ہے کہ آپ نے ہر موضوع پر قلم اٹھایا، خواہ علمی ہو یا ادبی، سیاسی ہو یا سماجی، دینی ہو یا ثقافتی۔ آپ کی تصانیف اردو وعربی کی تعداد درجنوں سے اوپر ہے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: المسلمون فی الھند، رسالۃ التوحید، الطریق الی المدینۃ المنورۃ، العرب والاسلام، القرأۃ الراشدہ (تین حصے) قصص النبیین (پانچ حصے) مختارات (دو حصے) سیرت سید احمد شہید، پرانے چراغ، النبی الخاتم، روائع اقبال، مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت، تاریخ دعوت و عزیمت، سوانح شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، تذکرہ شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی، اسلامی تہذیب، شرق اوسط کی ڈائری، جب ایمان کی باد بہاری چلی، ارکان اربعہ، پاجا سراغ زندگی، اسلامیت ومغربیت کی کشمکش، دستور حیات اور مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر

جیسی کتابیں آج بھی زندہ وتابندہ ہیں اور قیامت تک ان کا نفع امت وانسانیت کو ان شاء اللہ پہنچتا رہے گا۔

وفات: ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعہ، ماہ رمضان المبارک میں تلاوت کلام پاک کے درمیان مالک حقیقی سے جا ملے۔

(ہندوستان میں عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء ص ۱۸۹، ماہنامہ حج میگزین ممبئی اپریل ۲۰۱۲ء ص ۶۰)

(۹۳)

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب بجنوریؒ

آپ عالمی سطح پر معروف دینی درس گاہ، از ہر ہند دار العلوم دیوبند کے مہتمم اور امیر الہند تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء شہر بجنور (یوپی) کے ایک زمین دار علمی گھرانے میں ہوئی، آپ کے والد محترم حضرت مولانا مشیت اللہ صاحبؒ دار العلوم کی شوریٰ کے ممبر اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے رفیق درس تھے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم شرح وقایہ تک اپنے شہر بجنور کے مدرسہ رحیمیہ میں حاصل کی، ۱۹۲۹ء میں آپ دار العلوم میں داخل ہوئے، وہاں طالب علمی کا زمانہ چار سال رہا، دار العلوم سے ۱۹۳۲ء میں فارغ ہوئے، فراغت کے بعد کئی سال آپ علیل رہے، صحت یابی کے بعد دیوبند پہنچ کر آپ نے فقہ وفتاویٰ کی تعلیم حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا اعزاز علی امروہویؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ جیسے جبال علم شامل ہیں۔

منصب اہتمام: فراغت کے بعد اپنے وطن تشریف لے گئے اور وہاں قومی، ملی اور رفاہی خدمات میں مشغول ہو گئے، ۱۹۶۲ء میں دار العلوم دیوبند کے رکنِ شوریٰ منتخب ہوئے، ۱۹۸۰ء میں صد سالہ اجلاس کے بعد جب دار العلوم دیوبند کو نظر بد لگی اور اُس کے نظام میں خلل واقع ہوا، تو انہیں ۱۹۸۱ء میں حضرت مولانا قاری محمد طیب

صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے معاون کی حیثیت سے مقرر کیا گیا، جب حالات مزید ابتر ہوئے اور دارالعلوم کے قریب ایک کیمپ کا قیام عمل میں آیا تو اُن کو کارگزار مہتمم بنادیا گیا۔ جب حضرت قاری صاحبؒ کو منصب اہتمام سے برطرف کردیا گیا تو مجلس شوریٰ نے ۱۹۸۲ء میں ان کو مہتمم کے منصب پر فائز کردیا، اُس وقت سے لے کر تاحیات (تقریباً ۳۰ سال) اس عہدہ پر فائز رہے۔

آپ کے کارنامے: آپ کے دوراہتمام میں دارالعلوم دیوبند نے بے مثال ترقی کی ہے۔ ۱۹۸۲ء میں اس ادارہ کا بجٹ ایک کروڑ سے بھی کم تھا، آج وہ تیرہ، چودہ کروڑ ہے، آپ کے دور میں کئی شاہ کار عمارتیں وجود میں آئیں، خاص طور پر مسجد رشید جس کی رعنائی وزیبائی قابل دید ہے، آپ ہی کے دور میں کروڑوں کے صرفے سے تعمیر ہوئی، شیخ الاسلامؒ اور حکیم الامتؒ جیسے اکابرین کی طرف منسوب لاجواب عمارتیں آپ ہی کے دور میں بنیں، لائبریری کی عظیم الشان آٹھ منزلہ عمارت کا سنگ بنیاد آپ ہی کے دور میں رکھا گیا، جدید دارالاقامہ کی تعمیر کا آغاز آپ ہی کے دور میں ہوا، تعلیمی اعتبار سے بھی آپ کا دور نہایت تابناک رہا، نصاب کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کیا گیا، کئی تعلیمی شعبے کھولے گئے، افتاء کی تعلیم میں زبردست پیش رفت ہوئی، شعبۂ صحافت قائم کیا گیا، بیش قیمت موضوعات پر تحقیقی کتابوں کی اشاعت کے لیے شیخ الہند اکیڈمی قائم ہوئی، انگلش کی تعلیم اور کمپیوٹر کی ٹریننگ کا آغاز ہوا، ختم نبوت کی تحریک کے تن مردہ میں جان ڈالی گئی اور اس کے لیے باقاعدہ دفتر کا قیام عمل میں آیا، ملک بھر کے مدارس کو فکر وعمل کی زنجیر میں منسلک کرنے کے لیے رابطۂ مدارس عربیہ اسلامیہ کا شعبہ قائم ہوا، یہ اور اِس طرح کے بہت سے کام آپؒ کے دور میں ہوئے، آپ کا دوراہتمام ہر اعتبار سے مثالی رہا ہے، ملازمین اور

اساتذہ کی تنخواہیں بار بار بڑھائی گئیں، طلبہ کے وظیفوں میں اضافہ کیا گیا، تعلیمی نظام کو مستحکم کیا گیا، آپ کے کامیاب اہتمام کا سب سے تابناک پہلو یہ رہا کہ آپ کے تیس سالہ دور میں کبھی کوئی شورش برپا نہیں ہوئی، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر بھی دار العلوم دیوبند کے وقار میں اضافہ ہوا اور سیاسی طور پر بھی اِس کا وزن محسوس کیا گیا۔

آپ کا امتیازی پہلو: بے پناہ انتظامی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ آپ انتہائی متقی اور پرہیز گار انسان بھی تھے، دار العلوم دیوبند کو آپ نے خدمت کی جگہ سمجھا اور عبادت سمجھ کر اس کی خدمت انجام دی، نہ اُسے ذریعۂ شہرت بنایا اور نہ اُس سے مالی فوائد حاصل کیے، بل کہ ہر سال اپنی جیب خاص سے دار العلوم دیوبند کی مالی خدمت کرتے رہے، مالیات کے باب میں انتہائی محتاط تھے، جائز حدود میں رہ کر بھی وہ دار العلوم دیوبند کا ایک پیسہ اپنی ذات پر استعمال نہیں کرتے تھے، تیس سال تک دار العلوم کے خادم بن کر رہے، مگر اپنا کھایا، اپنا خرچ کیا، جس کمرے میں رہے، اس کا کرایہ اور بجلی کا خرچ بھی ماہ بہ ماہ ادا کرتے رہے، اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ دار العلوم کا ایک پیسہ بھی انہوں نے اپنی ذات پر خرچ نہیں کیا۔

وفات: یکم محرم الحرام ۱۴۳۲ھ مطابق ۸؍دسمبر ۲۰۱۰ء بروز صبح ساڑھے دس بجے (یوپی) کے مردم خیز شہر بجنور میں طویل علالت کے بعد آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، جنازہ دیوبند لایا گیا اور یہیں مزار قاسمی میں مدفون ہوئے، ۵۰ ہزار علماء، طلبہ واہل شہر نے نماز جنازہ وتدفین میں شرکت کی۔

(ترجمان دیوبند جنوری ۲۰۱۱ء)

(۹۴)

مؤرخ اسلام مولانا
قاضی اطہر صاحب مبارک پوریؒ

آپ زبر دست عالم، مؤرخ، محقق، مصنف، بلند پایہ ادیب اور صاحبِ قلم شخصیت تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۲۴؍رجب المرجب ۱۳۳۶ھ مطابق ۷؍مئی ۱۹۱۶ء بروز یکشنبہ صبح پانچ بجے مبارک پور میں ہوئی، آپ کا نام عبد الحفیظ اور تخلص اطہؔر ہے، آپ کے والد صاحب کا نام شیخ محمد حسن ہے۔ آپ کا آبائی وطن کٹرہ مانک پور تھا، جد امجد اب سے پانچ سو سال پہلے سلطان نصیر الدین بن محمد ہمایوں کے عہد سلطنت میں خانوادۂ حامدیہ چشتیہ کے ایک بزرگ راجہ سید مبارک ابن راجہ سید احمد بن راجہ سید نور بن راجہ سید حامد شاہؒ (متوفی ۹۶۵ھ) بانی مبارک پور کے ہمراہ کٹرہ مانک پور سے آ کر مبارک پور میں آباد ہو گئے تھے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، اس کے بعد مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور میں داخل ہوئے اور یہیں پر آپ نے اردو، فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۵۴ھ میں آپ نے جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں داخلہ لیا، لیکن بعض وجوہات کی بنا پر درمیان سال میں آپ اپنے وطن مبارک پور چلے آئے، پھر ۱۳۵۸ھ میں دوبارہ

حدیث شریف پڑھنے کے لیے جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۹ھ میں جملہ علوم وفنون سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ نے اپنے ماموں مولانا یحیٰ رسول پوریؒ سے عروض وقوافی اور ہیئت کی تعلیم حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحبؒ، حضرت مولانا سید میاں دیوبندیؒ، حضرت مولانا محمد اسماعیلؒ، حضرت مولانا عبدالحق مدنیؒ جیسے نامور علماء شامل ہیں۔

درس وتدریس: ۱۳۵۹ھ میں تعلیم سے فراغت کے بعد ایک سال مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور میں درس دیا، ۱۳۵۹ھ تک احیاء العلوم سے وابستہ رہے، ۱۳۶۶ھ سے ۱۳۶۷ھ تک جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (گجرات) میں عربی ادب ولغت کی تعلیم دی، اس کے علاوہ بمبئی کے دوران قیام بھی تدریس کے ساتھ تصنیفی خدمات انجام دیتے رہے، پھر کچھ دنوں کے بعد قلمی شوق نے تدریسی کام چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا۔

آپ کا علمی وصحافتی کارنامہ: آپ نے چالیس سے زائد کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جو علمی، تحقیقی اور تاریخی ہیں۔ آپ کی سب سے مشہور کتاب ''رجال السند والہند'' ہے جس میں پہلی صدی سے لے کر ساتویں صدی ہجری تک ان علماء، فضلاء، محدثین، فقہاء، ادباء، فلاسفہ، حکماء، شعراء اور سلاطین وغیرہ کے حالات درج ہیں، جو اِس ملک میں پیدا ہوئے یا کسی اور ملک میں پیدا ہوئے، لیکن ہندوستان کو اپنا وطن بنایا۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی دیگر تصانیف ہیں مثلاً: تاریخ تدوین سیر ومغازی، خلافت راشدہ اور ہندوستان، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، عرب وہند عہدِ رسالت میں، سوانح مختصر ائمہ اربعہ اور اسلامی ہند کی عظمتِ رفتہ وغیرہ۔ آپ بہت سے اخبار کے مدیر بھی رہے، جس میں سہ روزہ زم زم لاہور، ہفتہ وار انصار بہرائچ، روزنامہ جمہوریت بمبئی

،روزنامہ انقلاب بمبئی، ماہنامہ البلاغ بمبئی، شاہی کے دیواری پرچہ البیان، الاحیاء وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ کے علمی کارناموں کو دیکھتے ہوئے حکومت ہند نے آپ کو صدر جمہوریہ ایوارڈ، انڈین عظیم عربی اسکالر سے سرفراز کیا۔ آپ شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند کے اعزازی نگراں بھی رہ چکے ہیں، ساتھ ہی ہندوستان کے قدیم علمی اور موٴقر ماہنامہ برہان دہلی کے اعزازی مدیر بھی رہے۔ بمبئی کے مشہور روزنامہ انقلاب کا ایک کالم جواہر القرآن اور احوال ومعارف مسلسل چالیس سال تک لکھتے رہے جو کہ ایک ریکارڈ ہے۔

وفات: ۲۷؍صفر المظفر ۱۴۱۷ھ مطابق ۴؍جولائی ۱۹۹۶ء کا دن گزار کر شب دو شنبہ ۲۸؍صفر المظفر ۱۴۱۷ھ مطابق ۵؍جولائی ۱۹۹۶ء کو ٹھیک ۹ بج کر ۵۵ منٹ پر دار فانی سے دار آخرت کی طرف سدھار گئے۔

(بحوالہ پس مرگ زندہ ص ۲۹۹، عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء اور ان کی علمی خدمات ص ۲۰۳، تاریخ شاہی مرادآباد ص ۵۷۷)

(۹۵)

حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحبؒ

آپ دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم، صدر المدرسین، شیخ الحدیث اور علم ہیئت کے زبردست عالم تھے۔

ولادت: آپ ضلع بلند شہر (یوپی) کے ایک چھوٹے سے گاؤں بَسئی میں ۲۱/ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں پیدا ہوئے، آپ کے والد محترم کا نام عبدالشکور خان اور والدہ کا نام رحمت بی تھا۔ آپ کی عمر ۴/ یا ۵/سال کی تھی کہ والد کا انتقال ہوگیا۔

تعلیم وتربیت: آپ کی تعلیم وتربیت میں آپ کے برادر اکبر حضرت مولانا بشیر احمد خاں صاحبؒ کا زیادہ حصہ رہا۔ والد صاحب کے بعد خصوصیت سے بھائی صاحب نے ذمہ داری نبھائی حضرت شیخ نے مدرسہ منبع العلوم قصبہ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر میں تعلیم کا آغاز فرمایا اور وہیں پر حفظ قرآن کی تکمیل فرمائی۔ جناب قاری محمد عمر صاحبؒ اور جناب قاری بہادر خاں صاحبؒ آپ کے حفظ کے اساتذہ تھے۔ تکمیل حفظ کے بعد فارسی کی تعلیم شروع فرمائی پھر اس کے بعد عربی تعلیم کا آغاز کیا ابھی آپ ابتدائی عربی درجات کے ہی طالب علم تھے کہ والدہ محترمہ کی وفات ہوگئی اور آپ مکمل طور پر بھائی صاحب کی کفالت میں آگئے، بھائی صاحب نے کفالت کا پورا حق نبھایا۔ تعلیم وتعلم کے ساتھ تربیت پر مکمل توجہ دی۔ فارسی کی چند کتابوں کے سوا فارسی اور عربی کی تمام کتابیں اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا بشیر احمد خان صاحبؒ سے پڑھی، جب آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا

بشیر احمد خان صاحبؒ کا دار العلوم دیوبند میں تقرر ہوگیا تو آپ بھائی صاحب کے ہمراہ دار العلوم دیوبند آ گئے۔ ۱۳۶۱ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا، یہ آپ کا دورۂ حدیث شریف کا سال تھا۔ ۱۳۶۲ھ میں آپ نے دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ چوں کہ اُن دنوں جنگ آزادی کی جدوجہد میں مصروف ہونے کی پاداش میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین مدنیؒ نینی جیل میں قید تھے اس لیے اُس سال بخاری شریف اور ترمذی شریف حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ سے پڑھی تھی، مگر حضرت مدنیؒ سے استفادہ کی لگن اور خواہش برقرار تھی، اب حضرت مدنیؒ جیل سے واپس تشریف لا چکے تھے اس لیے اگلے سال ۱۳۶۳ھ میں بخاری اور ترمذی شریف کی حضرت مدنیؒ سے سماعت کی، اپنے علم وفن میں مزید جلا پیدا کرنے کی خاطر اسی سال کچھ دیگر فنون کی کتابیں مثلاً: ہدایہ آخرین، قرأت قرآن، جزری، مسلم الثبوت، شرح چغمینی، متنبّی، سراجی، بیضاوی سورۂ بقرہ، توضیح، تلویح اور فوائد مکیہ بھی پڑھیں۔ ابوداؤد شریف اور مسلم شریف بھی دوبارہ پڑھیں، اس کے بعد مزید دو سال علوم میں پختگی پیدا کرنے کی غرض سے مختلف کتابیں پڑھتے اور شریک امتحان ہوتے رہے، ان دو سالوں میں تجوید وقرأت کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔

چناں چہ ۱۳۶۴ھ میں خلاصۃ البیان، شاطبیہ، رائیہ، اجرائے قرأت سبعہ، بیضاوی سورہ بقرہ، نفیسی، حمیات قانون، شرح اسباب اول، شرح اسباب ثانی اور قانونچہ وغیرہ کتابیں پڑھیں اور شریک امتحان ہوئے، پھر اگلے سال ۱۳۶۵ھ میں مزید کتابیں مثلاً: ملا جلال، قاضی مبارک، صدرا، میر زاہد، حمد اللہ، طیبۃ النشر فی قرأت عشر اور ان کے علاوہ اور بھی دیگر کتابوں کو دوبارہ پڑھ کر امتحان دیا اور اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔

آپ نے جن حضرات اساتذہ سے علمی فیض حاصل کیا اُن میں خاص طور پر شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہیؒ، مولانا بشیر احمد خانؒ بلند شہری، حضرت مولانا حافظ عبد الرحمٰن صاحبؒ امروہیؒ، مولانا عبد الخالق ملتانیؒ، حضرت مولانا عبد الحق صاحب اکوڑہ خٹکؒ، حضرت مولانا قاضی شمس الدین گوجرانوالہؒ، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب پرتاب گڑھیؒ صدر شعبۂ قرأت، حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند، حضرت مولانا حکیم محمد عمر صاحبؒ استاد دار الشفاء دار العلوم دیوبند قابل ذکر ہیں، حضرت مولانا حکیم محمد عمر صاحبؒ سے آپ نے طب کی کتابیں پڑھیں۔ دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد جب حضرت شیخ تکمیلات کے مراحل میں تھے تو ان چند سالوں میں فن تجوید وقرأت سے آپ کو خصوصی دل چسپی پیدا ہوگئی تھی۔ چناں چہ آپ نے فن قرأت کی تمام کتب درسیہ، حفص، سبعہ اور عشرہ وغیرہ اپنے وقت کے امام الفن اور ماہر علوم قرأت حضرت مولانا المقری حفظ الرحمٰن صاحب پرتاب گڑھیؒ سے پڑھیں۔

درس وتدریس: دار العلوم دیوبند میں ۱۳۶۵ھ کے اواخر ماہ ذی الحجہ میں اعزازی ابتدائی مدرس کی حیثیت سے آپ کا تقرر رہوا، آپ اِسی طرح دو سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور ۱۳۶۷ھ میں ۲۸ رصفر المظفر کو باقاعدہ آپ کا تقرر کرلیا گیا۔ آپ کی حسن کارکردگی کی وجہ سے اُسی سال ۲۱ رذی الحجہ کو آپ کا استقلال بھی کر دیا گیا۔ آپ نے تدریس کا آغاز بالکل ابتدائی کتابوں سے کیا اور میزان سے لے کر آخر تک درس نظامی کی تقریباً تمام کتب آپ سے متعلق رہیں، مختلف فنون کے ساتھ علم ہیئت کا درس بھی ہمیشہ آپ سے متعلق رہا اس فن کی اہم کتاب التصریح ہمیشہ آپ کے زیر درس رہی، اللہ تعالیٰ نے اس فن میں آپ کو مخصوص ملکہ اور مہارت عطا فرمائی تھی۔ اس فن کے بلا شرکت

غیر آپ بے تاج بادشاہ تھے، آپ نہایت محنت اور پابندی سے اپنی ذمہ داری نبھاتے جس کی بناپر ترقیاں آپ کے قدم چومتی رہیں۔ چناں چہ آپ ابتدائی درجہ سے ترقی کرتے ہوئے درجہ علیا تک پہنچ گئے اور ۱۳۹۱ھ میں دورۂ حدیث شریف کی کتابوں کی تدریس بھی آپ سے متعلق ہونے لگی۔

۱۳۹۱ھ سے ۹۷ھ تک آپ طحاوی شریف، مسلم شریف جلد ثانی اور مؤطا امام مالک کا درس دیتے، طالبان علوم نبوت کو فیض یاب کرتے رہے۔ اور ۱۳۹۷ھ میں جب دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا شریف الحسن صاحب دیوبندیؒ وفات پاگئے تو بخاری شریف کا درس آپ سے متعلق ہوگیا اس کے بعد سے آپ مسلسل بخاری شریف کا درس دینے لگے ایک سال مکمل بخاری شریف (دونوں جلد) کا درس آپ سے متعلق رہا، اس کے بعد جلد اول متعلق رہی۔ جب ۱۴۲۹ھ میں شدید بیمار ہوگئے۔ گھٹنوں کی تکلیف، قلب کا عارضہ، آنت اترنے کی پریشانی اور ضعف سماع وبصر وغیرہ بیک وقت متعدد بیماریاں لاحق ہوگئیں تو پھر آپ نے درس اور مدرسہ کی حاضری سے معذوری ظاہر فرمادی۔

۱۳۹۱ھ سے ۱۴۲۹ھ تک تقریباً ۴۰ سال تک آپ مسند حدیث پر رونق افروز ہو کر تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے، اس دوران آپ سے ہزاروں کی تعداد نے شرف تلمذ حاصل کیا تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ انتظامی ذمہ داریاں بھی آپ نے بخوبی طور پر انجام دیں، ایک طویل عرصہ تک آپ ناظم دارالاقامہ رہے، ۱۶رصفر المظفر ۱۳۹۱ھ کو مجلس شوریٰ نے آپ کو دارالعلوم دیوبند کا نائب مہتمم تجویز فرمایا، عرصہ تک آپ اس منصب پر کام کرتے رہے، مولانا معراج الحق صاحب دیوبندیؒ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کی وفات کے بعد ۱۴۱۲ھ میں آپ کو بالاتفاق اراکین شوریٰ صدر المدرسین منتخب کرلیا گیا، ایک طویل

عرصہ آپ نے اس منصب کو زینت بخشی اور اخیر عمر میں تدریس سے معذرت کے ساتھ اس منصب سے بھی معذرت فرمالی۔ آپ نے تقریباً ۶۵ رسال دارالعلوم دیوبند میں درس دیا۔

راہ سلوک: آپ حضرت مدنیؒ سے بیعت تھے، بعد میں حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ سے رجوع فرمایا، اور انہیں سے ہی خلافت واجازت حاصل ہوئی۔

وفات: ۱۹ رصفر المظفر ۱۴۳۱ھ بروز جمعرات مطابق ۴ رفروری ۲۰۱۰ء کی شب میں دو بج کر دس منٹ پر اپنے صاحبزادے سے سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت سنی اور قبلہ رو ہو کر اپنے رب حقیقی سے جا ملے، ۹۶ رسال کی طویل عمر پائی۔ بعد نماز ظہر احاطہ مولسری میں نماز جنازہ ادا کی گئی، قاری سید محمد عثمان منصور پوری استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، اور دیوبند کے مشہور قبرستان مزارِ قاسمی میں آپ کو سپردِ خاک کردیا گیا۔

(ماہنامہ ندائے شاہی مراد آباد، مارچ ۲۰۱۰)

(۹۶)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ

آپ مشہور و معروف عالم، مبلغ اسلام، شیخ شریعت وطریقت، مولانا الیاس صاحبؒ (بانیٔ تبلیغ) کے خلفِ ارشد، تبلیغی جماعت بستی نظام الدین دہلی کے امیر تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۰/ مارچ ۱۹۱۷ء کو بدھ کے دن کاندھلہ، مظفر نگر (یوپی) میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت مولانا محمد الیاس اور دادا کا نام محمد اسماعیل تھا۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی، دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ مکمل کیا۔ حفظ کے بعد اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے مدرسہ کاشف العلوم بستی نظام الدین میں عربی پڑھنی شروع کی۔ فقہ کی کتابیں حافظ مقبول حسن گنگوہیؒ سے پڑھیں۔ ۱۳۵۴ھ میں مظاہر علوم سہارن پور میں آپ کے والد ماجد نے داخل فرمادیا، جہاں آپ نے دورۂ حدیث مکمل کیا۔

درس وتدریس: ۱۳۵۷ھ میں حجاز سے واپسی کے بعد آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز کیا اور ساتھ ہی تصنیف وتالیف کا مشغلہ اختیار فرمایا۔ آپ کے زیرِ درس عموماً ابوداؤد شریف رہا کرتی تھی۔ بقیہ اوقات کو تصنیفی کاموں میں صَرف کرتے تھے۔

راہِ سلوک: آپ اپنے والد ماجد کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور آپ ہی سے خلافت ونیابت حاصل کی۔

آپ کا علمی وتبلیغی کارنامہ: ۱۳۶۳ھ میں جب والد ماجد کی وفات ہوگئی تو آپ نے اُن کی جانشینی سنبھالی۔ اورشب وروز تبلیغی کاموں میں اپنے اوقات کوصَرف فرمایا، آپ نے ایسی محنت کی کہ غیر ممالک تک جماعت کی آمد ورفت شروع ہوگئی اور پوری دنیا میں جماعت کا چرچا ہونے لگا۔ الغرض آپ کی ذات سے جماعت کوکافی ترقی ملی۔ بہت سی گراں قدر کتابیں بھی تصنیف کیں جوآپ کا زبردست علمی کارنامہ ہے۔ ''امانی الاحبار فی حل شرح معانی الآثار، حیاۃ الصحابہ'' آپ کی بہترین تصانیف ہیں۔

وفات: ۲۹ رذی قعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۲ راپریل ۱۹۶۵ءکو جمعہ کے دن دو بج کر پچاس منٹ پر لاہور (پاکستان) میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، جنازہ لاہور سے دہلی لایا گیا اور دہلی میں ہی مدفون ہیں۔

(سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ ص ۱۵۷، مرتبہ مولانا ثانی حسنیؒ۔ تاریخ مظاہر ۲/ ۲۱۷)

(۹۷)

شیخ میوات حضرت مولانا نیاز محمد صاحبؒ

آپ اپنے وقت کے زبردست عالم دین، متعدد کتابوں کے مصنف، جمعیۃ علمائے گوڑ گانوہ (میوات) جمعیۃ علمائے صوبہ ہریانہ، پنجاب اور ہماچل پردیش کے صدر اور صوبہ ہریانہ، پنجاب اور ہماچل پردیش کے امیر شریعت بھی تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۹رمحرم الحرام ۱۳۳۷ھ مطابق 1918ء کو اپنے آبائی گاؤں موضع ''رانی کا''، تحصیل فیروز پور جھرکہ، ضلع گوڑ گانوہ (ہریانہ) میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام الحاج موج خاں ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے قرآن کریم ناظرہ ناٹولی میں پڑھا۔ اور پرائمری تعلیم چوتھی جماعت تک موضع آلی کے اسکول میں حاصل کی۔ اس کے بعد آپ مدرسہ سبحانیہ دہلی میں داخل ہوئے، جہاں ابتدائے فارسی سے کافیہ وشرح جامی تک حضرت مولانا عبد السبحان صاحبؒ سے پڑھی۔ پھر مظاہر علوم سہارن پور میں داخل ہوئے۔ سہارنپور سے واپسی کے بعد میوات کے مشہور مدرسہ ''حافظ الاسلام'' فیروز پور جھرکہ میں حافظ مشتاق صاحبؒ سے قرآن شریف تین ماہ کی قلیل مدت میں حفظ کیا۔ شوال المکرّم ۱۳۵۷ھ میں دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں لائق ترین اساتذۂ کرام سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھ کر ۱۳۶۱ھ میں فراغت حاصل کی۔

آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا اعزاز علی امروہیؒ اور حضرت علامہ ابراہیم بلیاویؒ جیسے نامور علماء شامل ہیں۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد حضرت نظام الدین (مدرسہ کاشف العلوم مسجد بنگلے والی) میں حضرت مولانا الیاسؒ کی زیر نگرانی تدریس وتبلیغ کا کام شروع کیا، دو سال تک آپ کی حیات میں اور تین سال تک آپ کے وصال کے بعد مرکز تبلیغ میں رہے۔ ۱۹۴۷ء میں میوات کے مدرسہ "معین الاسلام نوح" میں بہ حیثیت صدر مدرس مقرر ہوئے۔ آپ کی انتھک جدوجہد کی وجہ سے مشکوٰۃ وجلالین تک کی تعلیم ہونے لگی۔

راہِ سلوک: زمانۂ طالب علمی ہی میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ سے بیعت ہوئے، ان کی وفات کے بعد شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے دستِ حق پر بیعت ہوئے اور چند مہینوں کے بعد اجازت وخلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

آپ کا دینی، سیاسی وعلمی کارنامہ: آپ نے ۱۹۶۵ء میں مسجد بنگلے والی نوح میں "قاسم العلوم" کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم فرمایا، جس میں اس وقت دورۂ حدیث تک باقاعدہ تعلیم ہو رہی ہے جو آپ کا زبردست دینی وتعلیمی کارنامہ ہے۔

اس کے علاوہ آپ ساری زندگی جمعیۃ علمائے ہند سے وابستہ رہے۔ پہلے جمعیۃ علمائے ضلع گوڑگانوہ کے صدر رہے، پھر بعد میں جمعیۃ علمائے صوبہ ہریانہ، پنجاب اور ہماچل پردیش کے تاحیات صدر رہے۔ اِسی طرح امارتِ شرعیہ ہند کا قیام عمل میں آیا تو آپ ہریانہ، پنجاب اور ہماچل پردیش کے امیر منتخب ہوئے۔

آپ نے بارہا قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا ہے۔ آپ نے دینی، ملی، سیاسی، سماجی اور معاشرتی کاموں کے علاوہ علمی کارنامہ بھی انجام دیا۔ چناں چہ آپ نے کم وبیش اُنتیس (۲۹) کتابیں عربی واردو میں تصنیف کی ہیں، جن میں ابھی تین شائع ہوئی ہیں۔ بقیہ غیر مطبوعہ ہیں۔ کتابوں کی فہرست کے لیے جمعیۃ علمائے ضلع گوڑ گانوہ (ہریانہ) سے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ چند کتابوں کے نام یہ ہیں: الدر المنضد فی توضیح الادب المفرد للامام بخاری، عمدۃ اللبیب فی شرح شیم الحبیب، النجاۃ الکاملۃ تین حصے (متعلقہ طلاق ثلاثہ) وغیرہ۔

وفات: ۱۶؍جون ۱۹۹۳ء مطابق ۱۴۱۳ھ بدھ کے دن، نو بجے صبح دار فانی سے دار بقاء کی طرف کوچ فرمایا۔

(مکتوب جمعیۃ علمائے ضلع گوڑ گانوہ ہریانہ مولانا عبدالرحیم صاحب بڈیڈوی)

(۹۸)

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ

آپ دعوت وتبلیغ کے امیر، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے ممتاز خلیفہ اور مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور کے سرپرست تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۲۰/فروری بروز منگل ۱۹۱۸ء مطابق ۱۳۳۷ھ کو قصبہ کاندھلہ، ضلع مظفر نگر (یوپی) میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام مولانا محمد اکرام الحسنؒ اور دادا کا نام مولانا رضی الحسن کاندھلویؒ تھا۔

تعلیم وتربیت: آپ نے قرآن مجید حافظ منگتو صاحبؒ سے پڑھ کر فارسی کی ابتدائی کتابیں بوستاں تک اپنے نانا جان حکیم عبد الحمید صاحبؒ سے اور میزان، منشعب اور ہدایۃ النحو وغیرہ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ سے دہلی جا کر پڑھیں، ۱۳۵۲ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور میں داخل ہوئے، ابوداؤد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے، بخاری شریف حضرت مولانا عبد اللطیفؒ سے، مسلم شریف حضرت مولانا منظور خان صاحبؒ سے، ترمذی شریف مولانا عبد الرحمٰن کامل پوریؒ سے پڑھیں، دورۂ حدیث کی تکمیل سے قبل ہی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کی علالت کی بنا پر اُن کے ہمراہ واپس نظام الدین تشریف لے گئے اور باقی ماندہ حصہ کی تکمیل کے ساتھ صحاح کی دو باقی کتابیں ابن ماجہ اور نسائی، نیز شرح معانی الآثار (طحاوی) اور مستدرک حاکم حضرت مولانا الیاس صاحب سے پڑھیں، آپ کی فراغت مظاہر علوم سہارن پور سے نہیں ہو پائی۔

راہِ سلوک: حضرت اقدس مولانا الحاج محمد الیاس کاندھلویؒ کی طرف سے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد علالت کا ایک طویل عرصہ اپنے وطن کاندھلہ میں گزار کر پھر واپس مرکز نظام الدین چلے گئے اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کے دست راست اور اصلاح وتبلیغ کے دل ودماغ بن کر سفر وحضر میں ان کے رفیق بنے۔ نظام الدین پہنچنے پر دعوت وتبلیغ کے ساتھ درس وتدریس کا مشغلہ بھی اختیار فرمالیا اور متعدد فنون کی مختلف کتابیں پڑھائیں، سالہا سال تک حدیث پاک کا درس دیا۔

آپ کا تبلیغی کارنامہ: ۱۳۸۴ھ میں جب حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کا انتقال ہوگیا تو آپ کو باتفاقِ رائے آپ کا جانشین اور امیر التبلیغ منتخب کیا گیا، جب سے تادم حیات منصب امارت پر فائز رہے، آپ کی جد وجہد سے دعوت وتبلیغ میں نمایاں کامیابی ملی۔

وفات: ۱۰ر محرم الحرام ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۰ر جون ۱۹۹۵ء ہفتہ کی رات نو بجے ہوئی، مرکز نظام الدین دہلی میں جناب مولانا محمد یوسفؒ کے پہلو میں دفن کیے گیے۔

(بحوالہ تاریخ مظاہر ۲/۲۱۸، تحفۂ سعادت ص ۲۱)

(۹۹)

حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب شمسیؒ

آپ جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کے سب سے پہلے شیخ الحدیث، حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوریؒ کے خلیفہ اور محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کے شاگرد رشید تھے۔

ولادت: آپ کا نام محمد سلیمان شمسی ابن احمد علی بن شیخ عنایت اللہ ہے۔ (مشرقی یوپی) کے مشہور ومعروف مردم خیز علاقہ ضلع اعظم گڈھ میں ایک صنعتی بستی ''خیر آباد'' ہے، مسلمانوں کی اکثریت اور انہیں کی تہذیب وتمدن غالب ہے، جس کو راجہ سید نظام الدین، عُرف راجہ خیر اللہ مانک پوریؒ متوفی ۱۱۳۸ھ نے بسایا تھا، اسی بستی میں شوال المکرّم ۱۳۳۶ھ مطابق جولائی ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئے، آپ کے والد و دادا بزرگوار کا مذہبی پیشوا اور تاجروں میں شمار ہوتا تھا۔ آپ کا کوئی بھائی نہ تھا، ہاں! آپ کی چار بہنیں، تین آپ سے بڑی اور ایک چھوٹی تھیں، آپ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں کل پانچ اولاد ہیں، ان میں سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا شاہد جمال صاحب آپ کے ساتھ مہاراشٹر میں رہتے رہے اور یہیں آباد ہوگئے، جو جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا میں اب بھی تدریسی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

تعلیم وتربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم قاعدہ بغدادی تا فارسی وطن مالوف خیر آباد کے مدرسہ منبع العلوم میں ہوئی، پھر قریب کی ایک بستی پورہ معروف کے مدرسہ معروفیہ میں آپ نے عربی اول تا شرح جامی کا تعلیمی نصاب مکمل کیا، وہاں آپ کے

اساتذہ میں دو اہم شخصیت تھیں جو علم وعمل، تقویٰ وطہارت میں یگانۂ روزگار تھے، ایک تو وہاں کے صدر مدرس مولانا عبدالحی صاحب مئویؒ اور دوسرے نائب صدر مولانا حکیم محمد شبلی صاحب خیرآبادیؒ۔ پھر آپ نے دارالعلوم دیوبند کا قصد کیا، لیکن داخلہ کے کچھ دنوں بعد ہی سے طبیعت مسلسل علیل وناساز رہنے لگی، بالآخر دیوبند کی آب وہوا راس نہ آنے کی بنا پر سال مکمل کر کے خیرآباد واپسی ہوگئی، دوران قیام دارالعلوم دیوبند حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علیؒ کی زیارت کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا۔

پھر مقامی درس گاہوں میں اس وقت ''جامعہ مفتاح العلوم'' کا خوب شہرہ تھا اور تشنگان علوم نبوت کی آماجگاہ بنا ہوا تھا، جس کو محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ نے پروان چڑھایا تھا، اسی مدرسہ مفتاح العلوم میں داخلہ لے کر باطمینان تحصیل علم میں مصروف ہوگئے، وہاں حضرت محدث کبیرؒ کی خدمت میں رہنے اور اکتساب فیض کا خوب موقع ملا یہاں تک کہ وہاں سے ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء میں سند فراغت حاصل کی۔

وہاں آپ کے اساتذہ میں محدث کبیر، محقق عرب وعجم، معتمد اہل علم، ماہر فن رجال حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ، جامع المعقول والمنقول، مناظر بے بدل مولانا عبداللطیف صاحب نعمانیؒ اور واعظ خوش بیان، عالم شیریں زبان مولانا محمد ایوب صاحبؒ جیسی عظیم شخصیات ہیں۔ یہ اصحاب ثلاثہ وہ ہیں جو اُس وقت کے ہندوستان کے خلاصہ اور آسمان علم کے آفتاب وماہتاب تھے، جن پر اہل ہندوستان کو فخر وناز تھا۔

درس وتدریس: فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت محدث کبیرؒ کے ارشاد پر چند سال کے لیے مدرسہ مدینۃ العلوم رسولی، ضلع بارہ بنکی تشریف لے گئے اور

سات سال تک درس بخاری میں مصروف کار رہے۔ اس کے بعد حضرت محدث کبیرؒ کی ایما پر (مہاراشٹر) میں "مدرسہ بیت العلوم" مالیگاؤں میں بائیس برس تک شیخ الحدیث رہے، بعدہ اسی شہر مالیگاؤں میں ۱۹۸۰ء میں ایک نئی اقامتی درس گاہ بنام "دارالعلوم محمدیہ" قائم کی اور اس میں ۱۹۸۰ء تا ۱۹۸۷ء شیخ الحدیث وصدر مدرس رہے۔

بالآخر ۱۳؍ شوال المکرّم ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء میں (مہاراشٹر) کے شمالی کوہستانی علاقہ سَت پُڑا کے دامن میں واقع ایک عظیم الشان درس گاہ "جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم" اکل کوا میں منتقل ہوکر تادمِ آخر ۱۹۹۹ء تک شیخ الحدیث رہ کر اپنے فرض منصبی کو پورا کرتے رہے، اس ادارہ کی تاسیس بھی ۱۹۸۰ء میں ہوئی جو جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کے نام سے چہار دانگ عالم میں مشہور ومعروف ہے اور اِس کے بانی ومبانی اور روحِ رواں خادم القرآن والمساجد، بقیۃ السلف حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانویؔ دام اقبالہم ہیں۔

علمی کارنامے: جامعہ مفتاح العلوم سے فراغت کے بعد بغرض تربیت مناظر بے بدل، مبلغ اعظم، امام اہل سنت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ کی صحبت میں رہ کر ادارہ "دارالمبلغین" سے منسلک رہے۔ جہاں رضاخانیت، قادیانیت، غیر مقلدیت، شیعیت ورافضیت کی تردید اور کاٹ کی جاتی تھی، آپ نے وہاں رہ کر اُن سب سے بارہا کامیاب مناظرے کیے اور آپ نے غیر مقلدیت کے موضوع پر ایک نہایت دل چسپ کتاب "امام ابوحنیفہ اور ان کی فقہ" کے نام سے تالیف کی، مگر ابھی تک غیر طبع ہے۔ نیز جن مدارس میں بھی تدریسی خدمت انجام دی ہیں، ہر جگہ شیخ الحدیث ہی رہے، اور تقریباً نصف صدی تک مسند درس بخاری کو رونق بخشا۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین!

راہِ سلوک: آں محترم نے حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ سے بیعت ہوکر سلوک کی منزل طے کیا، آپ کو خلافت بھی عطا ہوئی، مگر کسی کو آپ بیعت نہیں کرتے تھے۔

وفات: عمر کے آخری ایام میں ایک طویل مرض میں مبتلا رہ کر ۲۸/دسمبر ۱۹۹۹ء مطابق ۱۹/رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بروز منگل ۸۲/برس کی عمر میں وفات پائی۔ اور شہر ناندیڑ کے گنج شہیداں قبرستان میں آرام فرماہیں۔

(مکتوب مولانا شاہد جمال ابن سلیمان شمسی صاحب/ استاذ جامعہ اکل کوا)

(۱۰۰)

حضرت مولانا

محمد طیب خاں صاحب کُمّاویؒ

آپ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد و مرید، حضرت مولانا محمد طیب صاحبؒ کنہواں کے خلیفہ اور بہار کے نامور علماء میں تھے۔

ولادت: آپ کی پیدائش ۱۰/محرم الحرام ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۶/اکتوبر ۱۹۱۸ء بروز چہارشنبہ موضع کھوٹھہ، ضلع سیتامڑھی (بہار) میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام عبدالرحمٰن خان تھا جو عوام وخواص میں دین دار اور پابندِ شرع سمجھے جاتے تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ کے آباء واجداد کھوٹھہ، بیل سنڈ ھ، سیتامڑھی سے منتقل ہو کر کُمّا سُر سَنڈ ھ سیتامڑھی میں آکر مقیم ہو گئے تھے، اس لیے آپ نے ابتدائی تعلیم کما میں ہی حاصل کی۔ پھر ۱۳۵۳ سے لے کر ۱۳۵۶ھ تک جامع العلوم مظفر پور میں تحصیل علم کیا۔ ۱۳۵۶ھ میں دار العلوم دیوبند تشریف لے گیے جہاں ۸/محرم الحرام ۱۳۶۲ھ تک (شرح جامی تا دورۂ حدیث) مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں اور وہیں سے فراغت پائی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد آپ نے دو سال تجارت کیا۔ اس کے بعد جامعہ گیا (بہار) میں دس سال تدریسی خدمت کی۔ آپ نے دورانِ تدریس ہی ایک

ماہ میں پورا قرآن مجید حفظ کیا۔ اُس کے بعد دس سال جامع مسجد سیتامڑھی، چار سال مدرسہ نور العلوم کُمّا، دوسال مدرسہ رحمانیہ مہسول، پھر ایک سال ''گیا'' پھر ۱۹۷۹ء سے آخر عمر تک مدرسہ اشرف العلوم کنہواں سیتامڑھی سے وابستہ رہے۔ راقم الحروف کو بارہا مدرسہ امدادیہ اشرفیہ راجوپٹی میں زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

راہِ سلوک: آپ ابتداءً حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہوئے، ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہٗ سے رجوع فرمایا، خلافت حضرت مولانا محمد طیب صاحب کنہواںؒ سے ملی۔ آپ کی ذات سے عوام وخواص کو بڑا فائدہ پہنچا۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ چناں چہ اشرف التصریف، اطیب البیان، شرح دیوان متنبّی، جوامع الکلم الطیب اور تعویذ الطیب مؤثر آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔ (یہ سب کتابیں ابھی غیر مطبوعہ ہیں)

وفات: ۱۶؍جمادی الثانی ۱۴۱۴ھ مطابق ۲؍نومبر ۱۹۹۳ء بروز بدھ کی شب سیتامڑھی میں آپ کا انتقال ہوا۔ کنہواں ''مزار طیبی،، میں مدفون ہیں۔

(مکتوب مولانا عبدالمنان صاحب بنام مرتب)

(۱۰۱)

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ

آپ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفۂ اجل اور ادارہ دعوۃ الحق ہردوئی کے بانی و مہتمم تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۷؍جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ مطابق ۲۰؍دسمبر ۱۹۲۰ء کو شہر ہردوئی میں ہوئی، اصل وطن پلول ہے جو دہلی کے قریب صوبہ ہریانہ میں واقع ہے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ سے جا ملتا ہے آپ کے والد ماجد کا نام محمود الحقؒ تھا جو حضرت تھانویؒ کے مجاز صحبت تھے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم عربی، فارسی اور اردو گھر پر ہی انجمن اسلامیہ ہردوئی کے مدرسہ میں ہوئی، آٹھ سال کی عمر میں حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہوئے، ۱۳۴۶ھ میں ہندوستان کی مشہور مرکزی درس گاہ مظاہر علوم سہارن پور تشریف لے گئے اور ۱۳۵۶ھ میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی اور سندِ حدیث حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں مولانا امیر احمد صاحبؒ، مولانا عبد الجبار صاحبؒ، مولانا نور محمد صاحبؒ، مولانا عبدالشکور، مولانا اسعد اللہ صاحبؒ، مولانا عبد اللطیف صاحبؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، مولانا منظور احمد خانؒ، مولانا عبد الرحمٰن صاحب کامل پوریؒ جیسے نامور علماء ہیں۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد اپنے شیخ ومرشد (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ) کی خواہش پر مدرسہ جامع العلوم کان پور میں بہ حیثیت مدرس تشریف لے گئے اور وہاں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، تقریباً دو سال قیام رہا، پھر فتح پور ہنسوہ تشریف لے گئے، وہاں بھی دو سال تدریسی خدمات انجام دیں، اس کے بعد حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے حکم سے اپنے وطن ہردوئی میں ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ سے کام شروع کیا، وہاں آپ نے اشرف المدارس کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا، جس سے آج عام مسلمان مستفید ہورہے ہیں۔

راہِ سلوک: دوران طالب علمی میں آپ حضرت تھانویؒ سے بیعت ہوچکے تھے آپ کو حضرت تھانویؒ نے کم عمری ہی میں خلافت کے لیے منتخب فرمالیا تھا اور فتح پور کے زمانۂ قیام میں آپ کو ۱۳۶۱ھ میں خلافت واجازتِ بیعت عطا فرمائی۔

آپ کا اصلاحی ،تجدیدی اور علمی کارنامہ:

آپ کا تجدیدی کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے بہت سی سنتوں کی طرف جو مردہ ہوچکی تھیں، توجہ کی اور اُس کا احیاء فرمایا اور قرآن مجید کی صحت وتجوید پر مضبوطی کے ساتھ لوگوں کو متوجہ کیا، آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ۱۳۵۸ھ میں ایک ادارہ ''مجلس دعوۃ الحق'' کے نام سے قائم فرمایا، جس کا بنیادی مقصد دینی مکاتیب کا اجراء اور دعوت وتبلیغ ہے، اس کے علاوہ آپ کا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ۲۱؍ سے زائد کتابیں اور رسائل تصنیف کئے، جن میں بہت سے تبلیغی واصلاحی رسائل کی شکل میں شائع ہوچکے ہیں، علاجِ بدنظری، اصلاح معاشرہ، ایک منٹ کا مدرسہ اور اصلاح معاملات، اشرف الہدایات لاصلاح المنکرات، اشرف الاصلاح الانفس والاتباع وغیرہ آپ کے اہم علمی کارنامے ہیں۔

وفات: ۸؍ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۷؍مئی ۲۰۰۵ء کی شب میں تقریباً پونے نو بجے اپنے وطن ہردوئی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور دوسرے روز یعنی چہار شنبہ ۹؍ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ ۱۸؍مئی ۲۰۰۵ء کو تقریباً ساڑھے دس بجے تدفین عمل میں آئی، آپ کی نماز جنازہ قاری امیر حسن صاحب (صدر مدرس مدرسہ اشرف المدارس وخلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ) نے پڑھائی، جس میں کئی لاکھ علماء، صلحاء، طلبہ اور مسلمانوں نے شرکت کی۔

(مکتوب مولانا افضال صاحب ہردوئی بنام مرتب، پس مرگ زندہ ص ۶۹۷، تاریخ مظاہر ۲/۲۵۳)

(۱۰۲)

جنید وقت حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ

آپ صاحب ارشاد شیخ، مدرسہ عربیہ ہتورا باندہ کے بانی اور ورع وتقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز بزرگ تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت بروز جمعہ ۱۱ر شوال المکرّم ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۹ر اپریل ۱۹۲۳ء کو اپنے گاؤں ہتورا، ضلع باندہ (یوپی) میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید احمد ہے، آپ کا سلسلۂ نسب سید قاضی محمد داؤد (سلطان شہاب الدین محمد غوری کے زمانہ میں عراق کے شہر واسط سے ۶۱۱ھ میں ہندوستان وارد ہوئے تھے) کے واسطے سے امام زین العابدین بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے حفظ کی تکمیل اپنے جد امجد قاری عبد الرحمٰنؒ تلمیذ قاری عبد الرحمٰن صاحب پانی پتیؒ اور اپنے ماموں مولانا سید امین الدینؒ کے پاس رہ کر کی، اس کے بعد کان پور تشریف لے گئے اور وہاں ماہر اساتذہ سے عربی وفارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، بعد میں پانی پت تشریف لے گئے اور وہاں شرح جامی بحث فعل تک تعلیم درس نظامی حاصل کر کے قرأت سبعہ وعشرہ کی تکمیل بھی فرمائی۔ ۱۳۵۹ھ میں اصول الشاسی اور میر قطبی وغیرہ کی جماعت میں مظاہر علوم سہارن پور میں داخلہ لیا۔ ۱۳۶۰، ۶۱ اور ۶۲ھ کے اوائل تک مظاہر علوم سہارن پور میں مسلسل قیام رہا، پھر ۵ر جمادی الاولیٰ

۱۳۶۲ھ کو مدرسہ شاہی مراد آباد میں داخل ہوئے، اِس سال مشکوٰۃ شریف، مُلا حسن اور ہدایہ آخرین وغیرہ کتابیں پڑھیں اور ساتھ میں استاذ القراء حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحبؒ سے قرأت میں شرفِ تلمذ بھی حاصل فرمایا پھر ۱۳۶۳ھ میں مظاہر علوم سہارن پور سے فارغ ہوئے۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد تدریسی زندگی کا سلسلہ شروع ہوا، چند ماہ گونڈہ مدرسہ فرقانیہ اور چند سال فتح پور مدرسہ اسلامیہ میں تدریسی فرائض انجام دیے، اسی زمانہ میں علاقے میں فتنۂ ارتداد اٹھ کھڑا ہوا، حفاظت دین کے جذبے نے تقاضا کیا کہ اِس فتنے کا قلع قمع کرنے کے لیے کمر بستہ ہوں، چناں چہ آپ نے فتح پور چھوڑ دیا اور اپنے وطن میں آکر فتنے کا مردانہ وار مقابلہ کیا، دن رات کی جدوجہد اور سعی، خدا کے فضل سے مقبول ہوئی اور فتنہ فرو ہوگیا، جو لوگ ارتداد کا شکار ہوگیے تھے از سرنو اسلام کے دامن میں آگیے۔

راہِ سلوک: آپ نے سلوک وتصوف کے مراحل حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مظاہر علوم سہارن پور، خلیفہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے پاس رہ کر طے کیے اور انہیں سے اجازت بیعت وخلافت حاصل کی۔

آپ کا علمی واصلاحی کارنامہ: آپ نے علاقے کی بددینی، لوگوں کی اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت، بدعت وجہالت کی پھیلی ہوئی تاریکی، کفر والحاد اور ارتداد کے روز افزوں حملوں اور علاقے میں اسلامی تعلیمی ادارے کی عدم موجودگی کو دیکھتے ہوئے ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں اپنے گاؤں ہتورا میں ایک مدرسہ جامعہ عربیہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔

آپ نے اِس مدرسے کے قیام کے علاوہ دور دراز کے گاؤں میں بھی دینی تعلیم کے لیے بہت سے مکاتب قائم کیے، آپ نے بندوں کی اصلاح، نیز بدعت وجہالت اور مسلم معاشرے میں پھیلے ہوئے ہندوانہ رسوم ورواج کے قلع قمع کے لیے اپنی پوری کوشش صرف کردی اور پیغام اسلام کی اشاعت، خدمت خلق، تزکیۂ اخلاق اور اسلامی وعربی علوم کی تعلیم وتدریس میں اپنی تمام تر توانائیاں لگادیں۔

اس کے علاوہ آپ کے علمی کارناموں میں "تسہیل التجوید، احکام المیت، آداب المعلمین، آداب المتعلمین، اسعاد الفہوم شرح سلم العلوم، تسہیل الصرف، تسہیل المنطق، حق نما، فضائل نکاح، تسہیل النحو، فضائل علم، قواعد فارسی، سیرت نبوی پر سنین کی ترتیب سے واقعات کا بیان، نماز کے موضوع پر ایک عمدہ کتابچہ منظوم مجموعہ کلام، تسہیل السامی شرح شرح جامی وغیرہ آپ کی مشہور ومعروف تصانیف ہیں۔

وفات: ۲۳؍ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۸؍اگست ۱۹۹۷ء بروز جمعرات دن میں ۱۰؍بج کر ۱۰؍منٹ پر لکھنؤ کے ایک نرسنگ ہوم میں ہزاروں جاں نثاروں کو روتا بلکتا چھوڑ کر اپنے محبوب حقیقی سے جاملے، آپ ہتورا باندہ میں مدفون ہیں۔

(تاریخِ شاہی ص ۵۷۵، پس مرگ زندہ)

(۱۰۳)

حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحیؒ

آپ ایشیا کی عظیم دینی درس گاہ دار العلوم دیوبند کے وسیع النظر مفتی، فتاویٰ دار العلوم دیوبند کے مرتب، درجنوں کتابوں کے مصنف اور آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے اساسی ممبروں میں تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۲۱/ شعبان المعظم ۱۳۴۴ھ مطابق ۷/ مارچ ۱۹۲۶ء کو موضع پورہ نوڈیہا، ضلع دربھنگہ (بہار) میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام محمد شمس الدین ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم گھر ہی پر حاصل کی، پھر مدرسہ محمودیہ راجپور (نیپال) تشریف لے گئے، جہاں ابتدائی کتابیں پڑھیں، مدرسہ وارث العلوم چھپرہ (بہار) تشریف لے جاکر آپ نے فارسی ومتوسطات عربی سے لے کر شرح وقایہ تک کی کتابیں پڑھیں، درسیات کی تکمیل جامعہ مفتاح العلوم مئوناتھ بھنجن میں کی، آپ کے اساتذہ میں امیر الہند محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ، مجاہد جلیل استاذ العلماء مولانا عبد اللطیف نعمانیؒ، مولانا محمد یحیٰ اعظمیؒ، مولانا شمس الدین مئویؒ، مولانا عبد الرحمٰن صاحبؒ امیر شریعت بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ وغیرہم جیسے نامور علماء شامل ہیں۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد جامعہ مفتاح العلوم مئو، مدرسہ معدن العلوم نگرام ضلع لکھنؤ اور دار العلوم معینیہ سانہہ، ضلع مونگیر (بہار) میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیے۔ اس کے بعد دار العلوم دیوبند میں ۹/ستمبر ۱۹۵۶ء، ۳/صفر ۱۳۷۶ھ کو دار العلوم میں شعبۂ تصنیف وتالیف سے منسلک ہوئے، اور ۲۹/شعبان ۱۴۲۹ھ ۲۱/اگست ۲۰۰۸ء بروز جمعرات تک مختلف شعبوں میں مفوضہ امور انجام دیتے رہے، بیماری اور پیرانہ سالی کے باعث خود ہی ۲۲/اگست ۲۰۰۸ء کو سبکدوش ہو گئے۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ کے علمی کارناموں میں سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ فتاویٰ دار العلوم دیوبند کی تحقیق وتنقیح، استخراج مسائل اور ترتیب میں آپ نے زبردست محنت کی، تمام مسائل کے حوالجات لکھے، ابواب قائم کیے، اب تک بارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اِسی طرح دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے کتب خانہ دار العلوم دیوبند کی جدید ترتیب وتزئین فرمائی اور طلبہ کے لیے مطالعہ کا انتظام فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ کے علمی کارناموں میں: نظام مساجد، نظام عفت وعصمت، نظام تربیت، نظام تعمیر سیرت، اسوۂ حسنہ (مصائب سرورکونینؐ)، تذکرہ مولانا عبد اللطیف نعمانیؒ، تذکرہ مولانا عبد الرشید رانی ساگریؒ، دینی جدوجہد کا روشن باب (امارت شرعیہ)، حکیم الاسلام اور ان کی مجالس، مشاہیر علماء دیوبند، دار العلوم کا قیام اور اس کا پس منظر، تعارف مخطوطات، فتاویٰ دار العلوم دیوبند مدلل ومکمل، حیات مولانا گیلانیؒ، جرم وسزا کتاب وسنت کی روشنی میں، اسلامی حکومت کے نقش ونگار اور دیگر کتب بہت ہی مشہور ومعروف ہیں۔

راہِ سلوک: آپ لکھتے ہیں کہ تصوف کا ذوق استاذ محترم مولانا عبد الرحمٰن صاحبؒ امیر شریعت بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کی تدریس سے پیدا ہوا، اس کو سید الملت

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنے خطوط اور نصیحتوں کے ذریعے جلا بخشی، پہلے شیخ الاسلام مدنیؒ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا، جنہوں نے پاس انفاس تک تعلیم دی، حضرت مدنیؒ کے وصال کے بعد حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند سے بیعت ہوئے جنہوں نے مراقبہ وغیرہ کی تعلیم کی تکمیل فرمائی اور بیعت کرنے کی اجازت دی، اس سے پہلے حضرت مولانا فضل اللہ صاحبؒ نے بطور خود اجازت عطا کی تھی، گو بیعت وارشاد کا کام نہیں کرتا کہ اپنے کو اس لائق نہیں سمجھتا۔

وفات: ۳۱/ مارچ ۲۰۱۱ء جمعرات کو اپنے آبائی وطن پورہ نوڈیہا، ضلع دربھنگہ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور وہیں مدفون ہوئے۔

(ندائے شاہی مئی ۲۰۱۱ء)

(۱۰۴)

حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ

آپ ایک بڑے عالم وفاضل، عظیم محقق، متکلم ومنتظم، ادیب وخطیب، محدث ومفسر، مسلم پرسنل لاء بورڈ کے نائب صدر، دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مجلس منتظمہ، مظاہر علوم (وقف) کی مجلس شوریٰ اور مسلم یونی ورسٹی علی گڈھ کے کورٹ کے رکن اور دارالعلوم وقف کے مہتمم ہیں۔

ولادت: آپ دیوبند ضلع سہارن پور یوپی میں جمادی الاخری ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) شہرۂ آفاق محقق اور عالم وفاضل تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ علمی گھرانے کے چشم وچراغ ہیں، اِسی لیے بچپن ہی سے علمی ماحول میسر آیا اور اکابر علم وفضل کی آغوش میں تعلیم وتربیت پائی، آپ نے ابتدا تا انتہا مادرعلمی دارالعلوم دیوبند میں تعلیم مکمل کی۔۱۹۴۸ء مطابق ۱۳۶۷ء میں فارغ ہوئے۔شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ، مولانا اعزاز علی امروہیؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور قاری محمد طیب قاسمیؒ جیسے اساطین علم وفضل آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔

درس وتدریس: دارالعلوم دیوبند میں حضرت حکیم الاسلامؒ ہی کی زیر نگرانی درس وتدریس اور نیابتِ اہتمام کی خدمت پر مامور ہوئے۔۱۹۸۲ء مطابق ۱۴۰۳ھ

میں دار العلوم میں پیدا ہونے والے اختلاف کے بعد دار العلوم وقف کے مہتمم منتخب ہوئے، اِس وقت آپ ایک بڑے عالم وفاضل، عظیم محقق، متکلم ومنتظم، ادیب وخطیب، محدث ومفسر اور قابل ترین مدرس ومدبر ہیں، علوم عقلیہ ونقلیہ کے بڑے ماہر اور جامع اوصاف شخصیت ہیں آپ کو مصری حکومت کئی سال پہلے برصغیر کے ممتاز عالم کے نشانِ امتیاز سے نواز چکی ہے۔

راہِ سلوک: آپ نے اصلاح وتربیت کا سلسلہ اپنے والد ماجد حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ سے قائم کیا تھا اور دوسرے بزرگوں سے بھی اصلاح باطن کا تعلق رہا، بچپن ہی میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی زیارت وصحبت کی سعادت بھی حاصل کی اور عربی نصاب دار العلوم دیوبند کی اولین کتاب میزان الصرف حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، اپنے والد حضرت حکیم الاسلامؒ کی رحلت کے بعد دیوبند میں آپ ہی حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے علوم ومعارف کے ترجمان ہیں اور حضرت حکیم الامتؒ کی تعلیمات وارشادات کے مطابق تبلیغ واصلاح میں مصروف ہیں۔

علمی کارنامہ: متعدد کتب بھی تالیف فرما چکے ہیں جو مختلف موضوعات پر بڑے محققانہ انداز میں لکھی گئی ہیں، حق تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

(سو بڑے علماء ص ۱۴۳، پس مرگ زندہ ص ۱۷۳)

(۱۰۵)

حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحبؒ

آپ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے خلیفۂ اجل، محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئیؒ کے دست راست اور مظاہر علوم کے فرزندِ ارجمند تھے۔

ولادت: آپ ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۶ء میں رِی پورہ ضلع سیوان (بہار) کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے، والد ماجد کا نام نامی مظفر حسین تھا۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی دینی تعلیم وہیں کے مکتب میں حاصل کی، پھر ۱۳۵۵ھ میں مظاہر علوم سہارن پور تشریف لائے، یہاں کئی سال تک درجہ بہ درجہ حصول علم میں مصروف رہنے کے بعد ۱۳۶۰ھ میں فارغ ہوئے، اس کے بعد ایک سال فنون میں داخلہ لیا اور تجوید وقرأت، فقہ اور حدیث کی کئی کتابیں پڑھیں، کچھ عرصہ سہارن پور کے مشہور طبیب اور مدرسہ مظاہر علوم کے سرپرست حکیم مولانا محمد ایوبؒ سے طب وحکمت کی بعض کتابیں پڑھیں، مظاہر علوم میں بطور خاص حضرت مولانا سید عبد اللطیفؒ، مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ، استاذ الکل مولانا عبد الرحمٰن کامل پوریؒ، مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی سعید احمد اجراڑویؒ اور حضرت مولانا عبد الشکور کیمل پوریؒ وغیرہ کا شمار آپ کے اہم اساتذہ میں ہوتا ہے۔

درس وتدریس: حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ جو قاری صاحب کے اہم استاذ اور مشفق مربی تھے، فراغت کے بعد فرمایا کہ تم ہردوئی چلے جاؤ، جہاں مولانا

ابرار الحقؒ کام کر رہے ہیں، آپ حسبِ ایماء وہاں تشریف لے گئے اور اخیر وقت (۷۰ سال) تک نہایت سادگی، بے نفسی اور محنت ومحبت کے ساتھ مدرسہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔

آپ کا علمی واصلاحی کارنامہ: آپ کے دو کتابچے نظر سے گزرے ہیں جن میں پہلا کتابچہ ۱۸۸ر صفحات پر مشتمل ہے، جس کا نام ''کلمات صدق وعدل'' ہے، یہ کتابچہ آپ کے دوارادت مندوں مولانا احمد علی اور مولانا محمد وسیم نے جمع کیا ہے جس میں آپ کے قیمتی ملفوظات کو سلیقے کے ساتھ یکجا کر دیا گیا ہے، دوسرا کتابچہ محترم مولانا محمد عبد القوی حیدر آبادی مدظلہ کا جمع فرمودہ ہے جو صرف ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے اس کتابچہ میں حضرت کے چند اہم، مختصر اور جامع بیانات ہیں۔ جن کو پڑھ کر روح کو تازگی ملتی ہے۔ اول الذکر کتابچہ میل وشارم سے اور مؤخر الذکر کتابچہ حیدر آباد سے شائع ہوا ہے۔

راہِ سلوک: ۲۸ر رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ بروز جمعہ، بوقت اذان عصر، حضرت شیخ نے آپ کو بذریعہ بھائی ابوالحسن بلوایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ جبہ پہنو اور چوں کہ وہ جبہ حضرت کا مستعملہ تھا جس میں بے انتہا خوشبو تھی، جو کئی ماہ رہی، حسبِ ارشادِ مربی پہن لیا پھر فرمایا کہ میں آج سے تمہیں بیعت کی اجازت دیتا ہوں۔ یہ امانت ہے حفاظت کرنا۔

وفات: یکم ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ مؤرخہ ۲۴ر فروری ۲۰۱۲ء بوقت تہجد، جمعہ کی شب میں انتقال ہوا۔

(ماہنامہ اشرف العلوم الجرائد حیدر آباد قاری امیر حسن نمبر اپریل مئی کا مشترکہ شمارہ، تاریخ مظاہر ص ۲۲۶)

(۱۰۶)

حضرت مولانا

سید نظام الدین صاحب مدظلہٗ

آپ اِس وقت مسلم پرسنل لاء بورڈ کے جنرل سکریٹری، امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ اور جھارکھنڈ کے امیر شریعت، دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مجلس شوریٰ کے ممبر اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے سرپرست ہیں۔

ولادت: آپ کی ولادت ۳۱/مارچ ۱۹۲۷ء میں آبائی وطن گھوری گھاٹ ضلع گیا (بہار) میں ہوئی، والد کا نام مولانا سید حسینؒ ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ ایک علمی گھرانے کے چشم وچراغ ہیں۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار ہی سے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ اس کے بعد ایک سال کے لیے ۱۹۴۱ء میں مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء میں اعلیٰ تعلیم کی غرض سے دیوبند تشریف لے گئے جہاں سے آپ نے ۱۹۴۷ء میں دروۂ حدیث مکمل کیا۔

درس وتدریس: دیوبند سے فراغت کے بعد مولانا نے تدریس کی لائن اختیار کی اور سب سے پہلے بحیثیت صدر مدرس مدرسہ ریاض العلوم ساٹھی چمپارن (بہار) میں چودہ سالوں تک (۱۹۴۹ء تا ۱۹۶۲ء) فرائض انجام دیتے رہے۔ پھر مدرسہ رشید العلوم چترا آگئے یہاں ۶۴، ۱۹۶۳ء یعنی دوسال تک رہے، امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید

شاہ منت اللہ رحمانیؒ کی دوربین نگاہ نے آپ کو امارت شرعیہ کے لیے منتخب کرلیا۔ چناں چہ ۱۹۶۵ء میں آپ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ امیر کے حکم کی تعمیل میں بحیثیت ناظم مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ۱۹۹۱ء میں حضرت امیر شریعت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ کے وصال کے بعد بالاتفاق ارکانِ بورڈ نے آپ کو بورڈ کا جنرل سکریٹری منتخب کیا، اس عہدۂ جلیلہ پر آج تک آپ فائز ہیں۔ اس کے بعد مولانا عبدالرحمٰن صاحب امیر شریعت خامس کی وفات کے بعد ۱۹۹۸ء میں آپ امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ اور جھارکھنڈ کے امیر شریعت منتخب ہوئے۔

راہِ سلوک: آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بیعت اور ان کے شاگرد بھی ہیں۔

آپ کے کارنامے: آپ نے اِن اہم عہدوں پر رہتے ہوئے دینی، قومی، ملی اور سیاسی بڑے کارنامے انجام دیے ہیں اور دے رہے ہیں، تادم تحریر باحیات ہیں، اللہ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

(حج میگزین ماہ اپریل ۲۰۱۲)

(۱۰۷)

حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحبؒ

آپ جمعیۃ علمائے ہند کے صدر، دارالعلوم دیوبند اور جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد کی مجلس شوریٰ کے رکن اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے صاحب زادے تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۶/ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۷/اپریل ۱۹۲۸ء بروز جمعہ دیوبند میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کی جو ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں فوت ہوگئیں، اُس وقت آپ ۹/سال کے تھے، والد صاحب سے بھی ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر والد صاحب کے خادمِ خاص قاری اصغر علی سہس پوریؒ نے آپ کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری سنبھالی، پھر آپ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر سارے تعلیمی مراحل طے کئے، ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۴۶ء میں فارغ ہوئے۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند ہی میں بہ حیثیت مدرس آپ کا تقرر ہوا اور شوال المکرّم ۱۳۷۰ھ سے ۱۳۸۲ھ تک مسلسل بارہ سال باقاعدہ متوسط کتابوں کا درس دیا، اس کے بعد ملی ضرورتوں اور قومی خدمات کے پیشِ نظر درس و تدریس کا سلسلہ موقوف ہوگیا، ابتداءً آپ جمعیۃ علمائے اتر پردیش کے صدر منتخب کئے گئے، پھر ۱۹۶۳ء میں جمعیۃ علمائے ہند کے عمومی ناظم بنا دیے گئے اور ۱۹۷۲ء میں جمعیۃ علمائے ہند کا بالاتفاق آپ کو صدر منتخب کیا گیا، جب سے تاحیات اِسی منصب پر فائز رہے متعدد بار

راجیہ سبھا پارلیمنٹ کے ممبر بنے۔

راہِ سلوک: حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خلفاء سے آپ کو اجازت بیعت وخلافت حاصل تھی۔

آپ کا اہم کارنامہ: آپ کی زندگی کا ایک اہم کارنامہ کل ہند امارتِ شرعیہ کا قیام ہے، جس کے اولین اجلاس منعقدہ ۱۹۸۶ء میں محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ کو امیر الہند اور آپ کو نائب امیر الہند منتخب کیا گیا۔ ۱۹۹۲ء میں امیر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ کے انتقال کے بعد ۹؍مئی ۱۹۹۲ء کے عظیم الشان نمائندۂ اجلاس نے آپ کو امیر الہند منتخب کیا، جس وقت سے لے کر تا وفات امیر الہند کے عہدہ پر فائز رہے اور دینی، قومی، ملی، سماجی، سیاسی اور معاشرتی خدمات انجام دیتے رہے۔

وفات: ۵؍نومبر ۲۰۰۵ء مطابق ۲؍شوال المکرّم ۱۴۲۶ھ بروز شنبہ کو آپ وہیل چیئر پر دار العلوم کی مسجد رشید سے دیوبند میں اپنے گھر واپس آرہے تھے کہ اُس سے پھسل گئے، جس کے نتیجے میں دماغ میں گہرا زخم آیا، دماغ کی رگیں ناکارہ ہوگئیں اور آپ ملفوج ہوگئے، دہلی اپولو ہسپتال میں داخل کیے گئے، جہاں اعلیٰ سے اعلیٰ علاج ہوتا رہا۔ لیکن آپ مسلسل تین ماہ تک بے ہوش رہے، وقتِ آخر آچکا تھا، اس لیے ساری تدبیریں ناکام ثابت ہوئیں اور آپ نے بروزِ دوشنبہ ۷؍محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۶؍فروری ۲۰۰۶ء کی شام کو ۵؍بج کر ۳۵؍منٹ پر جان جان آفریں کے سپرد کردی، سہ شنبہ ۸؍محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۷؍فروری کو صبح تقریباً ۸؍بجے آپ کی نماز جنازہ دار العلوم میں ادا کی گئی، جس میں ایک لاکھ سے زائد علماء، مشائخ، طالبان علومِ نبوت اور عام مسلمانوں نے شرکت کی اور مقبرۂ قاسمیہ دیوبند میں سپردخاک ہوئے۔ (تاریخ شاہی ص ۲۸۸، پس مرگ زندہ ص ۲۶۴)

(۱۰۸)

حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ

آپ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے فرزندارجمند، دارالعلوم وقف دیوبند کے شیخ الحدیث، جامعہ معہدالانور کے مہتمم اور بے نظیر مقرر ومحدث تھے۔

ولادت: آپ شنبہ ۱۴؍شعبان المعظم ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۹؍دسمبر ۱۹۲۸ء میں شاہ منزل، محلہ خانقاہ، دیوبند میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت: پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے عصری تعلیم کی مختلف قسم کی ڈگریاں حاصل کیں، پھر عربی تعلیم از اول تا آخر دیوبند میں حاصل کیا۔

درس وتدریس: دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی امروہویؒ (۱۳۰۰ھ ۱۸۸۲ء۔۱۳۷۴ھ ۱۹۵۴ء) جن کی، آپ کی دینی تعلیم وتربیت میں خصوصی توجہ رہی تھی کی سفارش سے ۱۳۷۲ھ ۱۹۵۳ء میں دارالعلوم میں مدرس ہوئے اُس وقت سے ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء تک دارالعلوم میں فلسفہ کے سواہر فن کی کتاب پڑھائی۔ دارالعلوم میں تقریباً ۴؍سال تک صحیح بخاری اور جامع ترمذی کی جلد ثانی پڑھائی، اسی دوران دار الاقامہ کے ناظمِ اعلیٰ اور مددگار ناظمِ تعلیمات، پھر ناظم تعلیمات اور قائم مقام مہتمم بھی رہے۔

۲۲؍مارچ ۱۹۸۲ء مطابق ۲۴؍جمادی الاخری ۱۴۰۲ھ کو دارالعلوم میں دوسرے انتظامیہ کی عمل داری قائم ہوئی، اس کے بعد آپ نے حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ

کے ساتھ حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ (۱۳۱۵ھ ۱۸۹۷ء ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء) کی سرپرستی میں جامع مسجد دیوبند میں دارالعلوم وقف کے نام سے دوسرا دارالعلوم قائم کر لیا۔ کئی سال بعد یہ دارالعلوم عیدگاہ دیوبند کے جنوب مغرب میں وسیع قطعۂ اراضی پر نو تعمیر شدہ عمارت میں منتقل ہوگیا، آپ نے اِس کی تعمیر و ترقی میں بڑی دل چسپی لی، اس دارالعلوم میں رسمی طور پر آپ شیخ الحدیث تھے، لیکن عملاً وہ اس کے فعّال منتظم بھی تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں اُن سے ۱۶۵۷ طلبہ نے بخاری و ترمذی پڑھی، جب کہ دارالعلوم وقف میں ۳۱۸ طلبہ نے اُن سے اِن کتابوں کا درس لیا۔

آپ کا دینی و علمی کارنامہ: ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۷ء میں آپ نے دارالعلوم وقف ہی کے بغل میں ''معہد انور'' کے نام سے (جو بعد میں جامعہ امام انور سے موسوم ہوا) ایک الگ ادارہ قائم کر لیا لیکن دارالعلوم وقف میں ان کا شیخ الحدیث کا عہدہ برقرار رہا، معہد انور کو آپ نے بڑی محنت، جستجو اور شوق سے ترقی دی، اس مدرسے میں انہوں نے ایک خوب صورت مسجد اور ایک ہال بھی تعمیر کیا۔ یہاں کی ابتدائی و متوسط تعلیم کی اچھی شہرت کی وجہ سے طلبہ کا اس کی طرف رجوعِ عام ہوا، ان کی وفات کے بعد یہ مدرسہ حسب سابق سرگرم کار رہے اور ان کے فرزندِ ارجمند مولانا احمد شاہ خضر کشمیری اپنے عظیم خاندان کے موروثی صفات کی وجہ سے خوب صورتی سے اس کو نہ صرف چلا رہے ہیں، بل کہ والد کے چھوڑے ہوئے سارے کاموں اور ان کے دیکھے ہوئے خوب صورت خوابوں کی تعمیر و تکمیل میں جی جان سے لگے ہوئے ہیں۔

آپ کے علمی کارناموں میں تقریر شاہی، تفسیر قرآن، اسمائے حسنیٰ کی برکات، الفیض الجاری، تراجم ابواب، تفردات کشمیری، لالۂ و گل، نقش دوام، تذکرۃ الاعزاز،

خطباتِ کشمیری، فروغ سحر، گل افشانیٔ گفتار، ربنا، فردوسِ درود وسلام اور فردوسِ صلاۃ وسلام شامل ہیں، اور جن عربی اور فارسی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا، وہ یہ ہیں:

تعلیم المتعلم تفسیر ابن کثیر، تفسیر مدارک، تفسیر طنطاوی، تفسیر جلالین، تفسیر مظہری، تشریح وتوضیح تفسیر حقانی، تکمیل الایمان اور کشف الحاجہ۔

وفات: آپ نے شنبہ ۱۹؍ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۶؍اپریل ۲۰۰۸ء کو دہلی میں جان جانِ آفریں کے سپرد کردی، ایک بجے دن میں ان کی نعش دہلی سے روانہ ہوئی اور ۵؍بجے شام کو دیوبند پہنچی۔ تجہیز وتکفین کے بعد ساڑھے سات بجے دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث تحتانی میں اُن کا جنازہ دیدار کے لیے رکھا گیا اور دس بجے شب میں ممتاز ومشہور عالم دین حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب مہتمم دارالعلوم وقف نے نمازِ جنازہ پڑھائی، جس میں ہزاروں لوگوں، علماء اور طلبہ وعوام نے شرکت کی۔ ۱۱؍بجے شب میں اپنے عظیم والد علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔

(پس مرگ زندہ ص ۷۹۸ تا ۸۱۸)

(۱۰۹)

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ

آپ مظاہر علوم (وقف) کے ناظم اعلیٰ، حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحبؒ (خلیفۂ اجل حضرت تھانویؒ) کے خلیفہ اور صاحب علم و فضل شخصیت تھے۔

ولادت: آپ کی پیدائش ۱۱ر ربیع الاول ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۷ر اگست ۱۹۲۹ء جمعرات کو اجراڑہ ضلع میرٹھ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: آپ نے چار سال کی عمر میں مظاہر علوم میں داخلہ لے کر حفظ قرآن پاک شروع کیا۔ ۱۳۵۸ھ میں حفظ کی تکمیل کے بعد آپ نے دینی تعلیم شروع کی، ۱۳۶۹ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد مجلس شوریٰ کے فیصلے کے مطابق استاذ مقرر ہوئے، بعدہ مجلس شوریٰ نے مزید ترقیاتی عہدوں پر فائز کرتے ہوئے یکم ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ میں معین مفتی اور یکم رمضان ۱۳۷۱ھ میں نائب مفتی بنا دیا۔ ۱۳۷۷ھ میں صدر مفتی کے عہدے پر فائز کے گئے، ۱۳۸۵ھ میں نظامت کا منصب سپرد کیا گیا۔ مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کے انتقال کے بعد باتفاق رائے مجلس شوریٰ مستقل طور پر آپ کو مظاہر علوم کا ناظم اعلیٰ بنایا گیا، آپ تاحیات مظاہر علوم (وقف) کے ناظم و مہتمم و متولی رہے۔

راہِ سلوک: آپ نے سلوک کے منازل حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوریؒ خلیفۂ اجل حضرت تھانویؒ کے پاس رہ کر طے کئے اور اُنہیں سے اجازت

وخلافت حاصل ہوئی۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ کے علمی کارناموں میں ”حاشیہ عقود رسم المفتی علامہ ابن عابدین شامی کی مشہور زمانہ تالیف شرح عقود پر بیش قیمت حاشیہ ہے، جس میں نفس مطلب کی توضیح وتشریح موجود ہے، فضائل الاعمال یعنی بخشش کے وعدے حافظ ابن حجر کی تالیف الخصال المفکرۃ للذنوب المتقدمۃ والمتاخرۃ کا سلیس اردو ترجمہ مع اضافات کثیرہ، فضائل تہجد (تہجد کے فضائل اور آداب قرآن پاک احادیث کی روشنی میں اس کے علاوہ حضور اقدس ﷺ، صحابہ تابعین اور علمائے امت کے تہجد کے واقعات بھی اس میں لکھے گئے ہیں) فضائل جماعت (جماعت کے فضائل ومناقب اور اس کی تاکید واہمیت قرآن واحادیث کی روشنی میں)، فضائل مسواک اور مودودی جماعت کے عقیدۂ تنقید پر تبصرہ“ وغیرہ کتابیں شامل ہیں۔

وفات: ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۴ نومبر ۲۰۰۳ء دوشنبہ کے دن دہلی کے اسپتال میں واصل بحق ہوگئے، سہارن پور میں مدفون ہیں۔

(تاریخ مظاہر علوم ص ۲۲۴، تذکرۂ فقیہ الاسلام، تحفۂ سعادت ص ۷۰، ذکر رفتگاں)

(۱۱۰)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؔ

آپ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش، رابطہ ادب اسلامی کے صدر باوقار، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، آل انڈیا ملی کونسل کے سرپرست، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ، سنٹر فار اسلامک اسٹڈیز آکسفورڈ یونی ورسٹی لندن، اسلامک یونی ورسٹی اسلام آباد (پاکستان) کے رکن، مختلف دینی و علمی مراکز اور دانش گاہوں کے سرپرست اور ذمہ دار ہیں۔

ولادت: آپ ۲۹/ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں رائے بریلی (یوپی) میں پیدا ہوئے، آپ کے والد محترم سید رشید احمد حسنیؒ تھے۔ جب کہ والدہ خانوادہ حسنی کے چشم و چراغ، حکیم سید عبدالحی حسنیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء کی دختر امۃ العزیز صاحبہ تھیں، آپ کا سلسلۂ نسب بارہ واسطوں سے سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ نیز آپ اپنے بھائیوں میں چوتھے نمبر پر ہیں اس لیے رابع کہے گئے۔

تعلیم وتربیت: رائے بریلی کے قریب دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں میں سادات کا یہ گھرانہ عرصہ سے آباد ہے، شرافت و بزرگی، علم و فضل، زہد و تقویٰ کے لحاظ سے ہمیشہ معروف اور ممتاز رہا ہے، اسی علمی و دینی گھرانے میں آپ کی تربیت ہوئی، یہیں پروان چڑھے، ابتدائی تعلیم کے بعد دار العلوم ندوۃ العلماء میں تفسیر، حدیث، فقہ اور ادب کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی، اپنے اساتذہ بطور خاص مفتی سعید ندویؒ، شیخ الحدیث مولانا حلیم

عطاؒ، شیخ التفسیر مولانا محمد اویس نگرامی ندویؒ، مولانا ناظم ندویؒ، مولانا اسحاق سندیلوی ندویؒ اور اپنے خال محترم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے کسب فیض کیا۔

بعدۂ ۱۹۴۶ء میں دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ساتھ تقریباً ایک سال کا تعلیمی عرصہ گزارا، آپ کے رفقاء میں مولانا سلیم اللہ خان کراچی (ناظم جامعہ فاروقیہ) اور مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلیؒ کے فرزند مولانا منظور نعمانیؒ ہیں۔ آپ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کی صحبت سے بھی مستفید ہوئے، ان سے حدیث کا درس لیا اور مسلسلاتِ حدیثِ نبوی میں اجازت حاصل کی۔

راہِ سلوک: آپ کا روحانی تعلق حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ سے تھا، آپ نے ان سے خصوصی فیض اٹھایا۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد آپ دار العلوم ندوۃ العلماء میں عربی ادب کے استاذ مقرر ہوئے، اور یہیں سے آپ نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا، جب سے آج تک باوجود ندوۃ العلماء کی نظامت، مختلف درس گاہوں اور اداروں کی ذمہ داری، علمی مشغولیات اور دینی وملی سرگرمیوں کے تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ کے چند مشہور وممتاز تلامذہ میں مولانا سید محمد الحسنی (بانی ایڈیٹر البعث الاسلامی) مولانا ناصر علی ندویؒ (شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء) ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی (مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر اجتباء ندوی، شیخ عبد الوہاب زاہد حلبی ندوی (کوریا) ڈاکٹر مزمل حسین ندوی (امریکہ) شیخ احمد فہمی زمزم (انڈونیشیا) مولانا ڈاکٹر ضیاء الحسن ندوی اور مولانا ڈاکٹر محسن عثمانی ندویؒ جیسے اساطین علم وتحقیق شامل ہیں۔

آپ کے علمی وملی کارنامے: آپ کے علمی کارناموں میں منثورات کا مجموعہ ہے، جسے ادبی حلقوں میں ایک مقام حاصل ہے، جو ہندو پاک کے علاوہ عربی ممالک کی بہت سی درس گاہوں اور جامعات میں داخل نصاب ہے۔ اسی طرح عربی ادب کی تاریخ کے موضوع پر ''تاریخ الادب بین عرض ونقد'' اور ''الادب العربی العصر الاسلامی'' بھی آپ کی عمدہ تالیف ہے، یہ دونوں کتابیں اپنے موضوع پر نہایت اہم اور وقیع سمجھی جاتی ہیں، اس کے علاوہ آپ نے جغرافیہ عالم اسلام کے موضوع پر ''جزیرۃ العرب'' لکھی، یہ بھی اپنے موضوع اور فن کے لحاظ سے جامع ترین کتاب ہے۔ آپ کو فن فقہ سے بھی بڑی دل چسپی ہے۔ چناں چہ اس موضوع پر بھی آپ نے کئی کتابیں اور مقالات لکھے ہیں۔ ان میں ''حج ومقامات حج اور بحوث فقہیہ'' وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ (سابق صدر مسلم پرسنل لاء بورڈ) کے انتقال کے بعد جون ۲۰۰۲ء میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے اجلاس حیدر آباد میں آپ کو اتفاق رائے سے بورڈ کا چوتھا صدر منتخب کیا گیا۔ بحیثیت صدر مسلم پرسنل لاء بورڈ کے، ہمیشہ دینی وملی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں، حکومت کی طرف سے مسلمانوں پر اگر کسی قسم کی ظلم وزیادتی یا مسلمانوں کے عائلی وتعلیمی قوانین پر شکنجہ کسی کی بات ہوتی ہے تو آپ کھل کر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

آپ کی صدارت میں الحمد للہ مسلم پرسنل لاء بورڈ اپنے مقصد میں کامیابی کی طرف گامزن ہے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ کے انتقال کے بعد یکم جنوری ۲۰۰۱ء کو آپ ندوۃ العلماء کے ناظم مقرر ہوئے۔ ماشاء اللہ آپ کی سرپرستی ونگرانی میں ادارہ ترقی کی طرف محوگام ہے۔

(ندوۃ العلماء کا فقہی مزاج اور ابنائے ندوہ کی فقہی خدمات، مصنف منور سلطان ندوی ص ۳۲۳ تا ۳۲۶)

(۱۱۱)

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ

آپ تبلیغی جماعت کے مقبول ترین رہنما، معروف مبلغ، لسان التبلیغ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے اجل خلفاء میں تھے۔

ولادت: آپ بمبئی میں ۱۱، ۱۲/ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۵، ۱۶/ستمبر ۱۹۲۹ء بروز اتوار دوشنبہ کی درمیانی شب میں پیدا ہوئے، (سوانح مولانا محمد عمر پالن پوری میں ۵/ستمبر مذکور ہے)

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد مرحوم نے حنیفیہ اسکول بمبئی میں ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۵/جون ۱۹۳۹ء کو داخلہ لیا، جمادی الاولیٰ ۱۳۶۱ھ مطابق جولائی ۱۹۴۲ء میں گرمی کی چھٹی گزارنے اپنے آبائی وطن، گھٹامن پالن پور تشریف لائے اور گھر والوں کے ایماء پر، دنیوی تعلیم کی بساط لپیٹ کر دینی تعلیم کا رخ کیا۔ ۶/شوال المکرّم ۱۳۶۱ھ مطابق ۷/اکتوبر ۱۹۴۲ء میں دینی تعلیم کا آغاز کیا، دوسال کے دوران ابتدائی اور ثانوی درجات کی کتابیں پڑھ کر اعلیٰ تعلیم کے لئے ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں شوال المکرّم ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں داخل ہوئے، لیکن ایک ناگہانی مرض نے تعلیمی سلسلہ منقطع کرنے پر مجبور کردیا، چناں چہ شعبان المعظم ۱۳۶۴ھ مطابق اگست ۱۹۴۵ء میں دارالعلوم سے چلے گئے، صحت یابی کے بعد گھر والوں نے کوئی ذریعۂ معاش تلاش کرنے کی ترغیب دی، تاکہ بوڑھی ماں کا بوجھ ہلکا ہوسکے، جو اب تک گھر کا خرچ

سنبھالے ہوئے تھیں یہ دور مرحوم پر بڑی تنگی کا گزر رہا تھا۔ چناں چہ بمبئ کی ایک مسجد میں امام وخطیب بن گئے اور کئی سال تک اس پر فائز رہے، اتفاقاً مرکزِ جماعتِ تبلیغ دہلی کی ایک جماعت نے بمبئ کا دورہ کیا اور گھوم پھر کر وہ اُسی مسجد میں پہنچ گئی، جہاں مرحوم مامور تھے، وہ جماعت کے مؤثر دعوتی انداز واسلوب سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، چناں چہ اس میں شامل ہوکر اس کی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا شروع کر دیا، اس وقت جماعت تبلیغ کے سربراہ مولانا محمد یوسفؒ تھے، ان کو جب علم ہوا کہ بیماری کے سبب دارالعلوم چھوڑ دیا تھا اور فضیلت نہ کر سکے تھے تو دوبارہ داخل ہوکر فراغت حاصل کرنے کا مشورہ دیا، دارالعلوم کو خیر باد کہے دس سال گزر چکے تھے، اس طویل انقطاع کے بعد موصوف دوبارہ ۱۱/جون ۱۹۵۵ء کو دارالعلوم میں داخل ہوئے اور ۸/اپریل ۱۹۵۶ء میں فارغ ہوئے۔

درس وتدریس: تکمیل تعلیم اور تبلیغ کے لمبے سفر کے بعد ۱۹۵۷ء کے اخیر میں اپنے وطن گھٹامن تشریف لے گئے تو گاؤں والوں نے ماحول کی مناسبت سے گفتگو کی اور کہا گاؤں کا مدرسہ ویران ہو رہا ہے اور آپ کو باہر کی فکر ہے، چناں چہ جب گاؤں والوں نے مجبور کیا تو آپ تیار ہوگئے اور گاؤں میں درس وتدریس کے ساتھ دعوت کے کام میں بھی مصروف رہے۔

راہِ سلوک: آپ سب سے پہلے حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ سے بیعت ہوئے، ان کے انتقال کے بعد مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے، پھر انؒ کے ہی مشورہ سے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔

آپ کی تبلیغی خدمات: دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد تبلیغی جماعت سے وابستہ ہوگئے اور پوری زندگی دعوت وتبلیغ کے لیے وقف کردی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان میں بڑی تاثیر عطا فرمائی تھی، آپ کی تقریروں سے ہزاروں انسانوں کی زندگی میں انقلاب آیا، مرکز نظام الدین میں بعد فجر ہونے والا طویل اور مفصل بیان ہمیشہ غیر معمولی اہمیت وحیثیت کا حامل رہا ہے، مولانا محمد یوسف صاحبؒ اوران سے قبل مولانا محمد الیاس صاحبؒ یہ بیان خود فرماتے تھے، لیکن مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے اپنے دورامارت میں یہ بھاری ذمہ داری خود نہ قبول کرتے ہوئے، مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کوسونپ دی تھی اور مولانا پالن پوریؒ نے اپنی رفاقت کا حق بھرپور طریقے سے ادا کرتے ہوئے اس بیان کو متواتر تیس سال تک جس عزم واستقلال اور ہمت کے ساتھ جاری رکھا، اوراس امانت کا حق ادا کیا وہ دعوت وتبلیغ کی تاریخ میں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے انتقال کے بعد مرکز نظام الدین میں فجر کے بعد والا طویل بیان جب مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کے ذمہ آیا تواس کی ابتداء میں یہ نوعیت ہوئی کہ مرکز میں مولانا کے بیان کے وقت ایک جانب شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ تشریف فرما ہوتے اور دوسری طرف حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ تشریف فرما ہوتے، دونوں بزرگوں نے پندرہ دن تک بیان سنا، پھر تین دن تک دونوں بزرگ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی قبر کے پاس بیان ختم ہونے تک مراقب رہے، جب حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سہارن پور تشریف لے جانے لگے تو حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے فرمایا کہ مولوی عمر کے بیان میں تمہیں چالیس روز تک اہتمام سے بیٹھنا ہے، جب چالیس دن پورے ہوئے تو حضرت شیخ سہارن پور سے

تشریف لے آئے تھے، پھر ایک ہفتہ تک دونوں بزرگوں نے مراقب ہو کر بیان سنا، اس کے بعد حضرت جیؒ سے فرمایا کہ اب بیان سننے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ نے بات دنیا میں چلادی، وفات کے وقت مرحوم ۶۸ ؍سال کے تھے، بیس بار حج وزیارت سے مشرف ہوئے اور دعوت تبلیغ کے سلسلے میں آپ نے بیرون ملک کے ۸۱ ؍سفر کیے، اندرون ہند کے اسفار کی تعداد ناقابل شمار ہے، حرمین شریفین اور سعودی عرب کے مختلف شہروں کے علاوہ مرحوم نے جن ممالک کا دورہ کیا ان میں بیت المقدس، بحرین، دبئی، ابوظہبی، لبنان، شام، کویت، مصر، اردن، قطر، الجزائر، تیونس، مغرب اقصیٰ، ترکی، یوگوسلاویہ، بلغاریا، فرانس، امریکہ، کناڈا، جنوبی افریقہ، ری یونین، موریشش، آسٹریلیا، فیجی، سنگاپور، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، فلپائن، سوڈان، پاکستان، بنگلہ دیش، انگلینڈ اور روم وغیرہ۔

وفات: ۱۳ ؍محرم الحرام ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۱ ؍مئی ۱۹۹۷ء بارہ بج کر ۳۵ ؍منٹ پر آپ نے داعیٔ اجل کو دہلی میں لبیک کہا، نماز عشا کے معاً بعد مرکز سے قریب مقبرہ ہمایوں سے متصل میدان میں نماز جنازہ ادا کی گئی، جس میں ہزارہا ہزار خلقِ خدا نے شرکت کی، مقبرہ پنج پیراں، میں مرحوم کا جسد خاکی دفن کیا گیا، اللہ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، ان پر اپنی رحمتوں، نوازشوں اور بخششوں کی بارش کرے، ان کی پیہم جدوجہد اور انتھک سعی کا اپنی شایان شان جزا دے۔

(پس مرگ زندہ ص ۴۷۶، مختصر سوانحی نقوش، سوانح حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ)

(۱۱۲)

حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کیرانویؒ

بقول مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب مدظلہ (عربی و اردو کے بے نظیر ادیب اور الداعی کے اڈیٹر) آپ بیک وقت عبقری معلم، جلیل القدر مربی، بے نظیر مصلح، مفید تر اور انوکھے موضوعات کے مصنف، نیز منجملہ کار وقلم گر، نئے سمت کے صحافی وصحافی ساز، مدبر عالم، منظّم ذمہ دار، لدنی انجینئر و آرکٹکٹ، خوش نوا و پُر جوش و سحر خیز مقرر، فن کا روپُر کار تعلیم یافتہ اور اس کے علاوہ بہت کچھ تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۷ رفروری ۱۹۳۰ء مطابق ۲۷ر شوال المکرّم ۱۳۴۹ھ کو قصبہ کیرانہ، ضلع مظفر نگر (یوپی) میں ہوئی، آپ ایک علمی خاندان میں پیدا ہوئے، آپ کے والد، دادا اور پردادا سبھی عالم دین تھے۔ آپ کی دادی نواب قطب الدین مصنف مظاہر حق کی نواسی تھیں، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم مدرسہ عربیہ جامع مسجد کیرانہ میں ہوئی، ۱۹۴۶ء میں بہ غرض تعلیم حیدر آباد گئے اور ایک سال قیام رہا، لیکن تقسیم ہند کی بنا پر تعلیم کا کوئی نظام نہیں بن سکا، ۱۹۴۸ء میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۹۵۲ء میں فارغ ہوئے۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ (۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء/ ۱۳۷۶ھ ۱۹۵۶ء) کے پرائیویٹ سکریٹری رہے۔ ۱۹۶۳ء میں دار العلوم دیوبند میں بہ حیثیت استاذِ عربی تقرر ہوا، (آپ نے اس کے لیے کوئی درخواست نہیں کی تھی، بل کہ قاری محمد طیبؒ صاحب اور علامہ ابراہیم بلیاویؒ نے ازخود تقرر کیا تھا) ایک سال بعد استقلال کے ساتھ درجۂ وسطیٰ (ب) میں آپ کا نام درج کیا گیا، چند سال بعد درجۂ وسطیٰ (الف) میں ترقی دی گئی۔ ۱۹۷۵ء میں درجۂ علیا میں ترقی دی گئی اور ۱۹۷۶، ۱۹۷۷ء میں عربی زبان وادب کے ساتھ حدیث کی دو مشہور کتابوں ''طحاوی شریف اور نسائی شریف'' کا درس بھی دیا، دار العلوم کی تدریس کے دوران، النادی الادبی کے نام سے طلبہ کی ایک عربی انجمن قائم کی، جس سے ہر سال تقریباً تین سو طلبہ وابستہ ہو کر عربی زبان کی تقریری اور تحریری مشق کرتے تھے، اس کے تحت بہت سے قلمی پرچے بھی نکالے گئے اور اس کے ذریعے طلبہ کو علمی پروگراموں کے ساتھ، انتظامی امور کی بھی تربیت دی گئی۔

آپ کا علمی کارنامہ: مولانا کو اللہ تعالیٰ نے بے مثال صلاحیتوں سے نوازا تھا، دار العلوم دیوبند میں عربی ادب کا احیاء اور جدید عربی زبان کی بزم آرائیاں، حضرت مولانا کی اَن تھک محنت ہی کی رہین منت ہیں، دار العلوم کے واسطہ سے عربی ادب کا جو بھی فیض موجودہ زمانہ میں پہنچا ہے، وہ مولانا اور اُن کے لائق وفائق شاگردوں ہی کی جد وجہد کا ثمرہ ہے۔ آپ نے اردو سے عربی اور عربی سے اردو لغت ''القاموس الجدید'' کے نام سے تیار کی، جو برصغیر میں اپنی نوعیت کا منفرد کارنامہ ہے، جس میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا ہے، اِس وقت اِس سلسلہ کی پانچ کتابیں مطبوعہ ہیں، جن سے اس

زمانہ میں برصغیر کا شاید ہی کوئی عالم مستغنی ہو، اسی طرح تمرین عربی کے لیے ''القراءۃ الواضحۃ کے تین اجزاء'' آپ کا لازوال کارنامہ ہے، اور ''نفحۃ الادب'' کے عنوان سے مختصر رسالہ (جو دارالعلوم کے درسی نصاب میں شامل ہے) بھی آپ کی یادگار ہے، اس کے علاوہ دار العلوم دیوبند کے ابتدائی تدریسی دور میں آپ کے قلم سے سہ ماہی عربی جریدہ ''دعوۃ الحق'' اور جمعیۃ علمائے ہند کے عربی ترجمان ''الکفاح'' میں لکھی جانے والی تحریریں بھی آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں، آپ نے اپنے نجی ادارے ''دارالمؤلفین'' اور کتب خانہ حسینیہ سے تقریباً ۳۰؍مفید کتابیں شائع کرائیں اور عربی اردو لغت کا ایک عظیم الشان ذخیرہ تیار کیا جو ''القاموس المحیط'' کے نام سے بڑی تقطیع کے ۱۸۰۰؍صفحات پر مشتمل ہے اور دو ضخیم جلدوں میں اب شائع ہو چکا ہے، اسی طرح اخیر عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''جواہر المعارف'' کے نام سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی مشہور تفسیر معارف القرآن کے مختلف علمی اور تاریخی مضامین کی جمع وتلخیص کی توفیق بخشی جو آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہے۔ اس کے علاوہ دیگر کتابیں یہ ہیں۔ تقسیم ہند اور مسلمان، خدا کا انعام، اسلامی آداب، انسانیت کا پیغام، آخرت کا سفر نامہ، شرعی نماز، اچھا خاوند اور اچھی بیوی۔

دارالعلوم سے ۲۷؍سالہ وابستگی کے دوران مختلف النوع کے عظیم الشان کارنامے انجام دیے جن میں عربی زبان وادب کی ترویج واشاعت، اجلاس صد سالہ کے لیے بنائی گئی مختلف کمیٹیوں کی سربراہی، دارالعلوم کی مختلف عمارتوں کی ترمیم وتزئین، تعمیر جدید اور اجلاس کے بعد تحریک اصلاح وانقلاب کی کامیاب قیادت شامل ہے، انقلاب کے بعد ۱۹۸۳ء میں ناظم مجلسِ تعلیمی اور ۱۹۸۵ء میں معاون مہتمم کے عہدے پر فائز کیے گیے، ۱۹۸۸ء میں دارالمؤلفین کے نام سے ایک علمی ادارہ قائم کیا جس سے تقریباً دو درجن سے

زائد کتابیں شائع ہوئیں۔ صحافتی خدمات میں اردو ماہنامہ القاسم، سہ ماہی عربی مجلّہ دعوۃ الحق، پندرہ روزہ عربی الداعی اور پندرہ روزہ عربی الکفاح کا اجرا وادارت شامل ہیں۔

وفات: آپ کا انتقال ۱۵/اپریل ۱۹۹۵ء مطابق ۱۵/ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ دہلی میں ہوا، آپ کی نماز جنازہ ۱۶/اپریل کو صبح ۱۱ بجے دارالعلوم دیوبند کے احاطہ مولسری میں ادا کی گئی، محدث کبیر حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی، مزار قاسمی میں مدفون ہیں۔

(وہ کوہ کن کی بات ص ۳۲۶، پس مرگ زندہ ص ۲۹۴، ذکر رفتگاں ص ۱۸۳ تا ۱۸۵،
ترجمان دارالعلوم جدید مولانا وحید الزماں نمبر ۱)

(۱۱۳)

حضرت مولانا

عبداللہ صاحب کاپودروی مدظلہ

آپ اِس دور کے عالم کامل، مفکر قوم وملت، فلاحِ دارین ترکیسر (گجرات) کے سابق رئیس اور جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کے سرپرست ہیں۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۹۳۳ء، ۱۳۵۲ھ یا ۱۳۵۳ھ میں رنگون (برما) میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت: ۱۹۳۷ء میں اپنے والد محترم کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے، ابتدائی تعلیم کا آغاز آبائی گاؤں ''کاپودرا'' میں ہی حافظ ابراہیمؒ کے پاس کیا۔ ۱۹۴۴ء میں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں داخل ہوئے، یہاں آپ نے عربی دوم تک کی کتابیں مولانا عبدالحئیؒ بسم اللہؒ اور صوفی محمد ابراہیمؒ سے پڑھیں، ۱۹۴۹ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، آپ نے دارالعلوم میں متوسطات کی تعلیم حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحبؒ، حضرت مولانا معراج الحق صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالجبار صاحبؒ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ سے حاصل کی، دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۵۳ء میں فراغت حاصل کرنے کے بعد دوبارہ ۱۹۵۹ء میں دیوبند آکر مولانا فخرالدین احمد مرادآبادیؒ سے حدیث شریف کا درس لیا۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد ۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۵ء تک گجرات کے مشہور مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل میں آپ نے درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا۔ ۱۹۶۵ء میں دار العلوم فلاح دارین ترکیسر سورت کے مہتمم بنائے گئے، یہاں آپ نے تقریباً ۲۷/سالوں تک درس وتدریس کے فریضہ کو بحسن وخوبی انجام دینے کے ساتھ تصنیف وتالیف کے کام میں بھی مشغول رہے۔ نیز مدرسہ کے انتظامی امور کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ دعوتی فریضہ بھی انجام دیتے رہے، دعوتی فریضہ کو مزید عام کرنے کے لیے آپ نے ہندوستان کو خیر باد کہہ دیا اور ۱۹۹۴ء میں کنیڈا تشریف لے گئے۔

راہِ سلوک: آپ کا اصلاحی تعلق شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے رہا۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ نے دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر گجرات کو اپنی علمی، تعلیمی، تربیتی اور انتظامی لیاقت کے سبب گجرات ہی نہیں بل کہ ہندوستان کے بہترین مدارس کی صف میں لا کھڑا کیا، آپ فی الحال ہم عصر علماء میں علمی ذوق، تصنیف وتالیف کے مذاق، تاریخ وسیر کے گہرے مطالعہ اور عربی زبان وادب سے بے پایاں شغف کے حوالے سے نمایاں مقام رکھتے ہیں، آپ کنیڈا میں ہی مقیم ہیں اور اپنی علمی وتالیفی سرگرمیوں کو جاری وساری رکھے ہوئے ہیں، آپ کے افادات میں یہ کتابیں شامل ہیں۔ اضواء علیٰ تاریخ الحرکۃ العلمیۃ والمعاہد الاسلامیۃ فی غجرات، علامہ بدر الدین عینی اور علم حدیث میں ان کا نقش دوام، صدائے دل، دیوان امام شافعیؒ، افکارِ پریشاں اور چالیس احادیث (عربی، گجراتی اور انگلش)۔

(ذکرُا قائماص ۱۲۸، شاہراہِ علم جامعہ نمبر ص ۳۲)

(۱۱۴)

حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولہ مدظلہٗ

آپ داعی الی اللہ شخص اور مرکز نظام الدین دہلی کے اہم ذمہ داروں میں ہیں۔

ولادت: آپ کی پیدائش اپنے آبائی وطن دیولہ، تحصیل جمبوسر، ضلع بھروچ (گجرات) میں ۲۰/ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۵/اپریل ۱۹۳۳ء میں ہوئی۔ آپ کا نام ابراہیم رکھا گیا۔

تعلیم وتربیت: آپ نے قرآن کریم ناظرہ اور دینیات کی ابتدائی، نیز فارسی کی تعلیم اپنے وطن کے بنیادی درس گاہ مدرسہ تعلیم الاسلام دیولہ میں حاصل کی، ابتدائی تعلیم آپ نے سید احمد قادری صاحبؒ، جناب یعقوب خاں صاحبؒ اور مولانا ابراہیم کاویؒ جیسے اساتذہ سے حاصل کی، پانچویں جماعت تک عصری تعلیم بھی پرائمری اسکول دیولہ میں گجراتی زبان میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ کے والد نے آپ کو دارالعلوم اشرفیہ راندیر سورت میں داخل فرمایا، یہاں فارسی مولانا شیر محمد خراسانیؒ سے اور عربی علوم حضرت مولانا مفتی عبدالغنی کاویؒ، مولانا عبدالصمد کاچھویؒ، مولانا عبدالخالق پشاوریؒ، مولانا اشرف راندیریؒ اور گجرات کی مایۂ ناز شخصیت شیخ الحدیث مولانا رضا اجمیریؒ سے حاصل کیے۔ مزید علمی شوق نے آپ کو دارالعلوم دیوبند پہنچادیا، ۱۹۵۴ء میں داخل ہوکر شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، علامہ ابراہیم بلیاویؒ، شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ اور حضرت مولانا ظہور الحسنؒ جیسے اساطین علم سے اکتساب فیض کیا۔

درس وتدریس: آپ نے فراغت کے بعد ۱۹۵۵ء سے ۱۹۷۱ء تک مدرسہ تعلیم الاسلام دیولہ میں خدمت انجام دیا، ساتھ ہی دعوت وتبلیغ کا بھی کام انجام دیتے رہے، اُس وقت سے لے کر آج تک تقریباً ۳۵/سال سے دعوت وتبلیغ کے ساتھ درس وتدریس میں مصروف ہیں۔

راہِ سلوک: آپ حضرت قاری امیر حسنؒ سے بیعت ہوئے اوران ہی کے مجازِ صحبت ہیں۔

آپ کی دعوتی محنت: آپ کو زمانۂ طالب علمی ہی سے اس کام سے والہانہ شغف تھا، راندیر کے قیام کے دوران چھٹی کے دن، نیز روزانہ عصر کے بعد اساتذہ کرام کی نگرانی میں گشت فرماتے، یہ سلسلہ روزافزوں جاری رہا، فراغت کے بعد بمبئی کی ایک جماعت کی بات سن کر، جس میں ایک نومسلم عبدالرحمٰن ملنگ صاحب تھے، دل میں اِس کام کا داعیہ موج زن ہوا اور باہمہ جان وتن اس کام کی طرف متوجہ ہوگئے، آپ کا پہلا چلّہ ۱۹۵۸ء میں اعظم گڑھ میں لگا، وہاں سے کلکتہ کے تبلیغی اجتماع میں شرکت فرمائی وہاں سے مرکز نظام الدین تشریف لے گئے، وہاں حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ سے تفصیلی ملاقات ہوئی، اس وقت حیات الصحابہؓ زیر کتابت تھی، حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ نے مولانا ابراہیم صاحب زیدمجدہ کو اس کا مسودہ بھی عنایت فرمایا، اکابرین مرکز کی صحبت اورامت کے احوال وضروریات کو دیکھ کر تبلیغ ودعوت کا جذبہ آپ کے دل ودماغ پر چھا گیا اورآپ ہمہ تن دعوت تبلیغ میں لگ گئے۔ چناں چہ ۱۹۶۶ء میں آپ نے چار ماہ حیدرآباد میں لگایا۔

اس کے بعد ۱۹۶۶ء میں سات ماہ کے لیے عراق وشام کا سفر ہوا، اسی سفر میں آپ پہلی مرتبہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے، پھر ۱۹۶۹ء میں ترکی اُردن اور عراق کا انیس ماہ کا طویل سفر ہوا، جس میں آپ کو دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۱۹۷۲ء میں ملیشیا، تھائی لینڈ، سنگاپور وغیرہ کا سفر حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتھ ہوا، اور ۱۹۷۲ء ہی سے مع اہل خانہ مستقل قیام مرکز نظام الدین دہلی پر ہوگیا۔ اس کے بعد تو تقاضے اور مشورہ کے مطابق عراق، کویت، سعودیہ، امارات میں (دبئی، ابوظہبی اور شارجہ) اردن، ترکی، انگلینڈ، امریکہ، بنگلہ دیش اور پاکستان وغیرہ مختلف ملکوں کے سفر کا مبارک سلسلہ مستقل جاری ہوگیا، جو الحمد للہ تاہنوز عافیت وتسلسل کے ساتھ جاری وساری ہے، اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے اور اس چشمۂ فیض سے عالم کو مستفیض فرمائے۔

(بیانات مولانا ابراہیم دیولوی از تعارف نامہ، ماہنامہ الجرائد قاری امیر حسن نمبر حیدر آباد، اپریل مئی مشترکہ شمارہ)

(۱۱۵)

حضرت مولانا

شاہ محمد قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی مدظلہٗ

آپ بقول حضرت قاضی اطہر مبارکپوری: ''شریعت وطریقت کے جامع عالم ہیں، مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے روحانی جذب وجلال اور بقیۃ السلف مولانا محمد احمد صاحبؒ کے احسانی حسن وجمال کے فیضان وعرفان کے امین ہیں''۔

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ مطابق دسمبر ۱۹۳۳ء ضلع مئو (سابق اعظم گڑھ) کے موضع ''کاری ساتھ'' میں ہوئی، والد محترم کا اسم گرامی جناب سلطان احمد خاں ولد نذیر خاں صاحب ہے۔

تعلیم وتربیت: ابتدا میں گاؤں کے ایک اسلامی مکتب میں زانوئے تلمذ تہہ کیا، درجہ دوم تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد، پھر مڈل، یعنی اس زمانہ کے درجہ سات تک قصبہ ''گھوسی'' میں زیر تعلیم رہے۔ اس بنیادی اور انتہائی مفید اور ضروری عصری تعلیم کے بعد اصلی تعلیمی منزل کی تلاش میں دار العلوم مئو کی راہ پر گامزن ہوئے اور یہاں خالص دینی تعلیم کا آغاز فارسی سے کیا، یہاں کے تین سالہ طالب علمانہ دوران قیام میں فارسی کی ابتدائی کتاب آمدنامہ سے گلستاں، بوستاں، اخلاق محسنی، انوار سہیلی وغیرہ اور عربی کی ابتدائی کتاب میزان، منشعب، علم الصیغہ، نور الایضاح، کفایۃ المتحفظ تک پڑھیں۔

شعبان المعظم ۱۳۷۰ھ میں مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہاں کے طویل دورانِ قیام میں ہدایۃ النحو، نور الایضاح اور مراقی الفلاح وغیرہ سے لے کر بخاری شریف تک تعلیم حاصل کی، بل کہ اس کے ساتھ تصوف کی کتابیں بھی حضرت مصلح الامت سے پڑھیں۔ مثلاً: تفہیمات الٰہیہ، القول الجمیل، ارشاد الطالبین، قصد السبیل، ترصیع الجواہر المکیہ، مثنوی مولانا روم وغیرہ۔

حضرت مصلح الامت نے آپ پر کامل اعتماد کر کے بخاری شریف اور جملہ حدیث کی روایت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ چناں چہ شوال المکرّم ۱۳۸۷ھ تا شعبان ۱۳۸۸ھ میں مدرسہ وصیۃ العلوم میں بخاری شریف پڑھائی۔

درس وتدریس: حضرت مصلح الامت نے اثنائے تعلیم ہی میں دوران قیام گورکھپور باقاعدہ وظیفہ کے ساتھ تدریس کی خدمت سپرد فرمادی، پڑھنے پڑھانے کا شغل مسلسل جاری رہا، یہاں تک کہ مدرسہ وصیۃ العلوم الہ آباد میں توضیح وتلویح، مشکوٰۃ، جلالین اور ہدایہ وغیرہ جیسی اہم کتابوں کے اسباق آپ کے ذمے تھے۔ آپ کا ہی قائم کردہ مدرسہ عربیہ بیت المعارف بخشی بازار الہ آباد ہے، جس کی بنیاد ۲۸/ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۷۶ء کو رکھی گئی تھی، یہاں علاوہ حفظ قرآن کے مشکوٰۃ شریف تک باقاعدہ تعلیم ہوتی ہے، اِسی مدرسہ میں حضرت کی خانقاہ اور درس گاہ دونوں ہے، ابھی بھی مشکوٰۃ شریف وغیرہ حسب ضرورت آپ کے زیر درس رہتی ہے۔

راہِ سلوک: حضرت مصلح الامت کی خدمت میں مستقل قیام کے مقصد کے ساتھ ہی اصلاح باطن اور تزکیۂ نفوس کی غرض سے حضرت مصلح الامت سے بیعت ہوگئے اور حضرت مصلح الامت نے بھی آپ کی طرف خاص توجہ فرمائی، تصوف کی

مرقومۃ الصدر کتابیں بھی پڑھائیں، تعلیم وتذکیر اور تلقینِ اذکار کی اجازت مرحمت فرمائی، حضرت مصلح الامت کے وصال کے بعد اس دور کے ایک دوسرے ولیٔ کامل عارف باللہ ،شیخ فنافی اللہ مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی نقشبندی مجددیؒ کی طرف رجوع فرمایا، کچھ ہی دنوں کے بعد تذکیر وتلقین کی اجازت کے ساتھ ساتھ بیعت کی اجازت اور خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت مصلح الامت کی خدمت میں سترہ سال اور شاہ پرتاب گڈھی کی خدمت میں چوبیس سال کی طویل مدت تک شرف صحبت جاری رہا اور حضرت اقدس ہر دو بارگاہ کے مقرب رہے۔

آپ کا اصلاحی وتصنیفی کارنامہ: مسترشدین اور مریدین کے تزکیۂ نفوس، تلقین اذکار اور اصلاح باطن کے علاوہ ہر صادر و وارد کے ساتھ خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا اور مناسب پند ونصیحت سے نوازنا آپ کا طرۂ امتیاز ہے، مقامی طور پر یہ سلسلہ دوران قیام الٰہ آباد جاری ہی رہتا ہے، غیر مقامی طور پر تقریباً ۲۱، ۲۲ر سال سے مسلسل گجرات کے دار العلوم کنتھاریہ (بھروچ) کی وسیع مسجد میں نظام خانقاہ اور اعتکاف کے لیے اخیر شعبان المعظم میں تشریف لے جاتے ہیں اور پورا رمضان المبارک وہیں قیام رہتا ہے۔ اس موقع پر ملکی وغیر ملکی منسلکین ومسترشدین، علماء ومشائخ اور عوام کا عظیم اجتماع ہوتا ہے، کئی سو حضرات پورے مہینے معتکف رہتے ہیں اور حضرت والا کے مسلسل بیانات ہوتے رہتے ہیں، جس میں کتاب وسنت، اتباع سنت، خشیت ومحبت الٰہی اور تزکیۂ نفوس کے مضامین بیان فرماتے ہیں، متعلقین، معتقدین اور مریدین ومسترشدین کی دعوت پر اندرون ملک، مختلف مقامات کے لیے اسفار ہوتے رہتے ہیں، بیرون کے اسفار کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ حضرت والا دامت برکاتہم کے مواعظ سے گجرات، مہاراشٹر

، کرناٹک، آندھرا پردیش، مدھیہ پردیش، بہار اور بنگال کے متعلقین بھی مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ بیرون ملک میں برطانیہ، باربڈوز، ٹرینی ڈاڈ، گرینیڈا، پناما، کناڈا، ساؤتھ افریقہ، زامبیا، زمبابوے، ری یونین، موریشش، ملاوی، نیپال اور خلیجی ممالک میں سعودی عرب، کویت، بحرین اور قطر وغیرہ قابل ذکر ہیں، جہاں آمد ورفت رہتی ہے۔

آپ کا قلم رواں دواں ہے، کئی ہزار صفحات پر مشتمل چند وقیع تصانیف منصۂ شہود پر آچکی ہیں جن میں چند یہ ہیں: اقوال سلف ؒ کی چھ ضخیم جلدیں، تربیت اولاد کا اسلامی نظام، ریاض السالکین من احادیث سید المرسلین ملقب بہ گلدستۂ اذکار، تذکرہ مصلح الامت، فیضان محبت، وصیۃ الآداب، معارف صوفیہ، نقوش وآثار، مفکر اسلام ؒ، نکاح کی شرعی حیثیت، حقیقی حج، درس قرآن، تطہیر القلوب ملقب بہ طہارت قلب اور گناہوں کا وبال اور اس کا علاج وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(الافاضات الاحسانیہ ۱/۱۳ تا ۲۳)

(۱۱۶)

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب سیتامڑھیؒ

آپ اپنے زمانے کے زبردست واعظ وخوش گفتار مقرر اور مدرسہ قاسمیہ بالاساتھ سیتامڑھی کے مہتمم تھے۔

ولادت: آپ ۳؍جنوری ۱۹۳۴ء مطابق ۱۶؍رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ کو اپنے گاؤں بالاساتھ، ضلع سیتامڑھی، سابق ضلع مظفر پور، (بہار) میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا نام حسن توحید تھا۔

تعلیم وتربیت: قرآن پاک ناظرہ اور ابتدائی اردو فارسی تعلیم اپنے والد سے گھر پر ہی حاصل کی، پھر مدرسہ محمود العلوم موضع دملہ، ضلع مدھوبنی، سابق ضلع دربھنگہ، نیز مدرسہ امدادیہ لہریا سرائے دربھنگہ میں تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، جہاں سے ۱۹۵۷ء مطابق ۱۳۷۷ھ میں فارغ ہوئے، مولانا نے دورۂ حدیث شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھا، آپ کے دیگر اساتذہ میں علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ، مولانا فخر الحسن مرادآبادیؒ، مولانا سید فخر الدین احمد ہاپوڑی ثم المرادآبادیؒ، مولانا حسین بہاریؒ، مولانا معراج الحق دیوبندیؒ اور حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب دیوبندیؒ ہیں۔

درس وتدریس: تدریس کا آغاز آپ نے مظفر نگر (یوپی) کے قصبہ ''مورنا'' سے کیا۔ یہاں ایک ابتدائی مدرسہ قائم فرمایا، دو سال تک اس کی ترقی واستحکام

کے لیے سرگرداں رہے، اس کے بعد اپنے مشفق استاذ مولانا فخر الحسن صاحبؒ کے حکم سے انہیں کے آبائی وطن قصبہ عمری کلاں مرادآباد (یوپی) تشریف لے گئے، جہاں دو مدرسوں کے درمیان نااتفاقی اور خلفشار تھا، آپ نے اپنی حکمت وتدبیر سے دونوں کو ضم کرکے ایک متحدہ مدرسہ اور مضبوط درس گاہ بنادیا۔ ۱۹۶۲ء مطابق ۱۳۸۱ھ میں مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ کے حکم پر امارتِ شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں ایک سال تک اس کی تنظیم وترقی کے لیے کام کیا، لیکن بہ وجوہ چند یہاں ایک سال سے زیادہ قیام نہ کرسکے، ۱۹۶۲ء مطابق ۱۳۸۲ھ اور ۱۹۷۳ء مطابق ۱۳۹۳ھ کے عرصے میں مولاناؒ نے کم وبیش ۱۲ر سال تک دارالعلوم چھاپی (گجرات) میں تدریسی فرائض انجام دیے، یہاں انہوں نے فقہ، حدیث وتفسیر وغیرہ علوم پڑھائے اور شہرت اور قبولیت حاصل کی۔ اکتوبر ۱۹۷۳ء مطابق ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ میں وہاں سے مستعفی ہوگئے۔ نومبر ۱۹۷۳ء مطابق ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ سے شنبہ ۲۱ر نومبر ۱۹۹۸ء مطابق یکم شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ تک مولانا نے دارالعلوم ماٹلی والا، شہر بھروچ (گجرات کی مشہور درس گاہ) میں استاذِ حدیث وتفسیر وفقہ کی حیثیت سے نہ صرف تدریسی فرائض انجام دیے، بل کہ اس کی شہرت، تعمیری وتعلیمی ترقی میں بنیادی اور ٹھوس کردار ادا کیا۔ آپ نے تقریباً ۴۰ر سال تک درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا۔

راہِ سلوک: فراغت کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ پھر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا بن یحیٰ کاندھلویؒ سے بیعت ہوئے اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحقؒ سے بھی اصلاحی تعلق قائم رہا۔

آپ کا علمی، دینی واصلاحی کارنامہ: دارالعلوم ماٹلی والا میں قیام کے دوران علاقۂ گجرات میں آپ کے محبین ومعتقدین کی تعداد میں بے

شمار اضافہ ہوا، آپ کی تقریروں اور مواعظہ حسنہ سے لوگوں کو بے انتہا فائدہ ہوا، شہر اور دیہات کا کوئی چپہ ایسا نہیں، جہاں کا آپ نے دورہ نہ کیا ہو، ماٹلی والا سے مستعفی ہونے کے بعد اپنے مدرسہ جامعہ اسلامیہ قاسمیہ بالا ساتھ کی خدمت کے لیے ہمہ تن فارغ ہوگئے، آپ نے یہ مدرسہ ۶ / جون ۱۹۸۰ء مطابق ۹ / رجب المرجب ۱۴۰۰ھ میں قائم کیا، اپنی جانفشانی، تقریری لیاقت، دلوں میں گھر کر جانے کی صلاحیت کے ذریعہ بہت جلد اِس مدرسہ کو بام عروج تک پہنچادیا اور وفات سے پہلے ہی اس مدرسہ کے قرب وجوار میں بہت سی شاخیں قائم ہوگئیں، جن میں ابتدائی عربی، فارسی اور اردو کے ساتھ ساتھ قرآن پاک ناظرہ اور بنیادی تعلیم کا نظم قائم ہوا۔ مرکزی مدرسہ جامعہ قاسمیہ میں دوتین سال سے دورۂ حدیث شریف کی تعلیم کا بھی نظم ہو چکا ہے، اس کے ساتھ اسی مدرسہ سے ملحق وسیع قطعۂ اراضی میں انگلش میڈیم اسکول کی عمارت اور ہاسٹل بھی تعمیر کروایا۔ جواُن کی زندگی میں ہی مصروف کار ہو چکا تھا، مولاناؒ کے بعض مواعظ وخطبات کے مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے رسائل بھی انہوں نے اصلاح معاشرہ سے متعلق آسان اردو میں تالیف کیے تھے، جو اپنے وقت پر شائع ہوتے رہے ہیں، امارتِ شرعیہ بہار واڑیسہ، مسلم پرسنل لاء بورڈ اور علاقے کے کئی ایک مدرسوں کے ذمہ دار اور رکن کی حیثیت سے مولاناؒ نے اپنا ذمہ دارانہ کردار ادا کیا، مولانا نے بہت سے ملکوں کا بار بار دورہ کیا اور کئی بار حج وعمرہ سے شرف یاب ہوئے، اُن ملکوں میں سعودی عرب، یوکے، امریکا، کناڈا، پناما، باربدوز، ویسٹ انڈیز، فیجی یاما، نیوزی لینڈ، جنوبی افریقہ، ری یونین، زامبیا، موریشش، ملاوی پاکستان اور نیپال سرفہرست ہیں۔

وفات: آپ کی وفات اپنے وطن بالاساتھ میں ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۴/ مئی ۲۰۰۹ کو ایک بج کر ۲۰/ منٹ پر واقع ہوئی اور تدفین دوسرے روز تقریباً دس بجے دن میں بروز جمعرات ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۵/ مئی ۲۰۰۹ء کو عام قبرستان میں عمل میں آئی، نماز جنازہ مولاناؒ کے بڑے صاحب زادے مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحب نے پڑھائی، علماء، فضلاء وطلبہ اور عام مسلمانوں کے جم غفیر نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

(پس مرگ زندہ، سوانحی نقوش ص ۸۴۷ تا ۸۷۶)

(۱۱۷)

حضرت مولانا خورشید عالم صاحب دیوبندیؒ

آپ پختہ عالم باعمل اور دارالعلوم (وقف) دیوبند کے شیخ الحدیث تھے۔

ولادت: مولانا خورشید عالم بن ظہور احمد بن منظور احمد بن تحسین علی بن امام علی بن کریم اللہ بن خیر اللہ بن شکر اللہ۔ محلّہ بھائیان، دیوبند (جو جامع مسجد سے جانب مشرق شمال میں اونچائی پر واقع ہے) میں ۱۵/ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ ۲۱/ جنوری ۱۹۳۵ء کو پیدا ہوئے۔

آپ نے ایک ایسے سعادت مند گھرانے میں آنکھیں کھولیں جن میں کئی پشت سے حصولِ علم دین اور حفظ کلام اللہ کا بابرکت مشغلہ رہا تھا۔ جدّ امجد مولانا منظور احمدؒ دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ فارسی میں ریاضی کے باکمال استاذ تھے، والد ماجد حضرت مولانا ظہور احمدؒ، علامہ کشمیریؒ کے شاگرد اور دارالعلوم دیوبند میں حدیث وفقہ کے بڑے اساتذہ میں تھے، مفتیٔ اعظم پاکستان، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا خورشید عالمؒ کے والد مولانا ظہور احمدؒ چچا زاد بھائی تھے، برصغیر کی عالم گیر شہرت کے مالک، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ پاکستانی اُسی عظیم المرتبت گھرانے کے فرد اور مولانا خورشید عالم کے اَبنائے عم میں سے ایک ہیں۔

تعلیم وتربیت: مولانا خورشید عالم ۵/ سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز کیا اور دیوبند کے رشتے کی ایک بابرکت دادی محترمہ اَمۃ الحنانؒ سے قرآن پاک ناظرہ پڑھا، حفظ قرآن پاک آپ نے دارالعلوم دیوبند میں قاری محمد کامل صاحبؒ سے کیا اور حفظ کے

بعد یک سالہ دور اپنے نانا حافظ ناظم علیؒ سے کیا، آپ کی ساری تعلیم ،حتیٰ کہ حفظ قرآن پاک بھی دارالعلوم دیوبند ہی میں ہوئی ، اردو، فارسی اور ریاضی کی تعلیم بھی آپ نے دارالعلوم دیوبند ہی میں مکمل کی، اس کے بعد ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں آپ دارالعلوم کے درجۂ عربی اول میں داخل ہوئے۔ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں آپ نے دورۂ حدیث شریف کا امتحان دیا۔ ازعربی تا دورۂ حدیث شریف آپ نے ہر کتاب میں عموماً امتیازی نمبرات حاصل کیے۔

درس وتدریس: ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم کراچی (پاکستان) میں تدریسی خدمت انجام دی، جوانہی کے عم زاد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں کراچی میں قائم کیا تھا۔ ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۳ء میں والد ماجد حضرت مولانا ظہور احمدؒ کے انتقال کے بعد وہ کراچی سے ہندوستان واپس آگئے اور اسی موقع سے شش ماہی امتحان کے بعد آپ کا بہ حیثیت استاذ دارالعلوم دیوبند میں تقرر ہوا، لیکن تعلیمی خدمت آپ نے شوال المکرم ۱۳۸۳ھ مطابق جنوری ۱۹۶۴ء سے انجام دینی شروع کی، کیوں کہ والد کے انتقال کے بعد عائلی مسائل کی تدبیر اور غم زدہ خاندان کی اشک سوئی کی صورت حال سے نمٹنے کی وجہ سے فوری تدریس کے لیے فرصت نہیں ملی، نہ ہمت جٹ سکی۔ انہوں نے دارالعلوم کی ۵۰ رسالہ تدریسی زندگی میں از اول تا آخر، یعنی دورۂ حدیث شریف تک کی ہر علم وفن کی کتابیں پڑھائیں۔ انہوں نے نحو وصرف، عقائد، علم معانی وبیان، منطق وفلسفہ، فقہ وتفسیر اور علم حدیث ے ساتھ، عربی زبان کی کتابوں کا درس بھی دیا۔ اسی کے ساتھ وہ مختلف انتظامی عہدوں پر فائز ہوئے اور لیاقت، تن دہی اور بیدار مغزی کے ساتھ اُن سے اِس طرح عہدہ

برآمد ہوتے رہے کہ لوگوں کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل رہا کہ وہ اچھے مدرس ہیں یا باکمال منتظم۔ انہوں نے دارالاقامہ کے ناظم، مطبخ کمیٹی کے نگراں، دارالافتا کمیٹی کے رکن، دار القضا کمیٹی کے رکن، مجلس تعلیمی کے رکن اور اہتمام کمیٹی کے رکن جیسی ذمہ داریوں کو انجام دیا، اس کے علاوہ مولانا سید اختر حسین میاں صاحب دیو بندیؒ (۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء۔ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹۷۷ء) کی نظامتِ تعلیمات کے زمانے میں تمام تعلیمی درجات کی نگرانی بھی آپ کے سپرد رہی۔ کئی موقعوں سے رمضان المبارک میں حضرت حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحبؒ (۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۷ء۔ ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء) کے اسفار کے دوران قائم مقام مہتمم بھی رہے۔

آپ کا انتظامی وتدریسی کارنامہ:

۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء میں دارالعلوم کی شوریدگی کے ماحول کے بعد جامع مسجد دیوبند میں دارالعلوم وقف دیوبند کا قیام عمل میں آیا، حقیقت یہ ہے کہ اُس کے قیام سے لے کر اُس کے استحکام تک ساری بنیادی سرگرمیوں میں آپ کا خاصا مرکزی اور فعّال کردار رہا، حکیم الاسلامؒ نے نیابت اہتمام کی اس وقت کے حالات کے اعتبار سے کانٹوں بھری ذمہ داری سپرد کی، انہوں نے انتشار بے سروسامانی اور ہر طرح کی پریشانی کے اس عالم میں جس طرح دارالعلوم وقف دیوبند کو استوار کیا اور تعلیمی وانتظامی دونوں اعتبار سے اس کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا یارا عطا کیا، وہ ان کی ہمہ گیر عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء میں وہ انتظامی ذمے داریوں سے مستعفی ہوگئے، آپ نے حدیث شریف کی دو کتابوں، مسلم شریف اور بخاری شریف کا سال ہا سال درس دیا۔ آپ نے مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ (۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۴۸ء۔ ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۶ء) کے فارسی اور عربی فتاویٰ کا

اردو میں ترجمہ وتشریح کی جو مطبوعہ شکل میں مُتداوَل ہے، اس کے علاوہ ابوداؤد شریف کے ترجمے پر تحقیقی کام کیا جو پاکستان میں شائع ہوکر مقبول ومُروَّج ہے۔

وفات: دوشنبہ، سہ شنبہ ۱۳، ۱۴/ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ۶، ۷/فروری ۲۰۱۲ء کی شب میں تقریباً ایک بجے سرزمین دیوبند میں تقریباً اسّی سال کی عمر میں دل کے عارضہ کے بعد داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

(ماہنامہ ندائے دارالعلوم (وقف) ۶/اپریل ۲۰۱۲ء تحریر: مولانا نورعالم صاحب خلیل امینی مدظلہ)

(۱۱۸)

حضرت مولانا قاضی

مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ

آپ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر، فقہ اسلامی اکیڈمی انڈیا کے بانی وجنرل سکریٹری، آل انڈیا ملی کونسل کے بانی وسرپرست، امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کے قاضی القضاۃ، نائب امیر شریعت اور مختلف تنظیموں اور تحقیقی اداروں کے رکن تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۵۵ھ مطابق ۹/ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو جالہ، ضلع دربھنگہ (بہار) میں ہوئی، آپ کے والد کا نام مولانا عبدالاحد صاحب قاسمیؒ تھا، آپ کے والد محترم حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے خاص شاگردوں میں تھے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد اور حضرت مولانا محمد اسحاق خان صاحبؒ سے حاصل کی، پھر مدرسہ محمود العلوم دملہ، مدھوبنی، مدرسہ امدادیہ لہریا سرائے دربھنگہ اور دارالعلوم مئوناتھ بھنجن میں متوسطات کی کتابیں پڑھیں، اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں ۴/سال رہ کر مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں اور ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں فراغت حاصل کی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے آپ نے بخاری شریف پڑھی، حضرت مولانا محمد اعزاز علی امروہیؒ، علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ، مولانا عبدالحفیظ بلیاویؒ،

مولانا محمد حسین بہاریؒ، مولانا فخر الحسن مرادآبادیؒ، مولانا بشیر احمد خانؒ، مولانا نصیر احمد خانؒ اور مولانا معراج الحقؒ سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد جامعہ رحمانی مونگیر میں آٹھ سال تک مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں (آپ کا ۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۲ء تک جامعہ رحمانی مونگیر میں قیام رہا) ۱۹۶۳ء میں آپ کو مرکزی دار القضاء امارتِ شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کا قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) منتخب کیا گیا، جب سے تاحیات اِسی عہدہ جلیلہ پر فائز رہے، اسی دوران ۱۹۶۹ء میں جامعہ رحمانی مونگیر میں استاذ حدیث شریف کے اعلیٰ منصب پر بھی فائز ہوئے۔

آپ کے کارنامے:

(۱) امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ کی تحریک پر حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے ذریعہ ۱۹۷۲ء میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ قائم ہوا، جس کے قیام میں آپ کا اہم رول رہا، ۲۲ر اپریل ۲۰۰۰ءر کو حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے انتقال کے بعد آپ کو مسلم پرسنل لاء بورڈ کا صدر منتخب کیا گیا۔

(۲) اپریل ۱۹۸۹ء میں انہوں نے فقہ اکیڈمی قائم کی، جس کا پہلا فقہی اجلاس یکم تا ۳ر اپریل ۱۹۸۹ء نئی دہلی میں ہمدرد یونی ورسٹی کے سمینار ہال میں ہوا، جس کا مقصد فقہ میں عصر حاضر کے مسائل کو موضوع بحث بنانا اور حالات حاضرہ کے تحت مسائل کو مدوّن کرنا تھا تاکہ نت نئے مسائل کا حل ہوسکے۔

(۳) ۱۹۹۲ء میں آپ نے اتحاد ملت کے جذبے سے آل انڈیا ملی کونسل کی بمبئی کے اجلاس منعقدہ ۲۳، ۲۴ر مئی ۱۹۹۲ء کو بنیاد ڈالی تاکہ ہندی مسلمانوں کے مسائل کو متحدہ

پلیٹ فارم کے ذریعے مؤثر طور پر پیش کیا جاسکے۔

(۴) امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کی تعمیر وترقی میں آپ کا زبردست ہاتھ رہا۔

(۵) ''اسلامی عدالت'' نام کی ایک کتاب تصنیف کی۔ جس میں قضا کیا ہے؟ قاضی کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اور اسلامی عدالت کا طریقِ کار کیا ہونا چاہیے، پر روشنی ڈالی گئی ہے، آپ کی یہ کتاب آپ کے پچیس سالہ تجربہ اور مطالعہ کا نچوڑ ہے، آپ کی دوسری کتابیں یہ ہیں: مسلم پرسنل لاء کا مسئلہ تعارف وتجزیہ، مباحث فقہیہ، خطبات بنگلور، فتاویٰ امارت شرعیہ، کتاب الفسخ والتفریق ، مآثر سجاد کی بازیافت، فقہی مجلّات، حضرت امیر شریعت نقوش وتأثرات، آداب قضاء، موسوعہ فقہیہ (کے اردو ترجمے کا اہتمام) صِنوان القضاء وعنوان الافتاء، فقہ المشکلات، النظام القضائی الاسلامی، فقہی مجلّات کے عربی تراجم وغیرہ شامل ہیں، اِس کے علاوہ مسلم پرسنل لاء بورڈ کی صدارت کے بعد آپ کا اہم کارنامہ مجموعہ قوانین اسلام (اردو اور انگریزی) کی اشاعت ہے، اس کتاب پر عرصۂ دراز سے کام ہورہا تھا، مسودہ کی حد تک محدود تھا، آپ نے خصوصی توجہ دے کر اس کی اشاعت کرائی جو مسلم پرسنل لاء سے متعلق مسائل میں ہندوستانی عدالتوں کے لیے مآخذ کی حیثیت رکھتی ہے، آپ کو مختلف ایوارڈس واعزازت، عہدے اور مناصب سے بھی نوازا گیا۔

ایوارڈس واعزازات: '' الامین ایجوکیشنل ٹرسٹ'' کی جانب سے کمیونٹی لیڈر شپ ایوارڈ، انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز نئی دہلی کی طرف سے شاہ ولی اللہ ایوارڈ، افمی یعنی امریکن فیڈریشن آف مسلم کی طرف سے مولانا سید ابوالحسن ندویؒ ایوارڈ، میسی یعنی مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن آف ساؤتھ انڈیا کی جانب سے بہترین اسلامی شخصیت ایوارڈ، احکام شریعت اسلامی کی تطبیق کے لیے قائم حکومتِ کویت کی اعلیٰ مشاورتی

کمیٹی کی طرف سے فقہی ایوارڈ،حکومت مراکش کی جانب سے بہترین اسلامی اور علمی خدمات پر گولڈ میڈل (جوعین اسی دن اکیڈمی کے دفتر کوموصول ہوا،جس دن آپ کی وفات ہوئی)۔

عہدے ومناصب: صدرآل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ،صدر ومؤسس آل انڈیا ملی کونسل،صدرومؤسس اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا،قاضی القضاۃ ونائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار،اڑیسہ وجھارکھنڈ،صدر وفاق المدارس الاسلامیہ فی القضاء والافتاء،صدر مولانا منت اللہ رحمانیؒ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ،رکن گورننگ باڈی آف انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز،رکن شرعیہ بورڈ آف الامین اسلامک فائنانشیل فاؤنڈیشن بنگلور،رکن اسلامک فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ،اکسپرٹ ممبر انٹرنیشنل اسلامک فقہ اکیڈمی جدہ، رکن المجمع العلمی العالمی دمشق،رکن اعزازی الہیئۃ الخیریۃ الاسلامیۃ العالمیۃ کویت،تاسیس جالہ ایجوکیشنل کیمپ۔

وفات: ۲۰رمحرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۴راپریل ۲۰۰۲ءکودہلی اپولو اسپتال میں سات بج کر پانچ منٹ پر آپ کا انتقال ہوا،نماز جنازہ دربھنگہ C.M کالج کے وسیع وعریض میدان میں پڑھی گئی،جس میں تقریباً ۲ رلاکھ کے مجمع نے شرکت کی،جنازے کی امامت مولانا کے برادرزادے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے کی،اور ساڑھے گیارہ بجے شب میں تدفین ان کے سسرال ''مہدولی''میں ہوئی۔

(پس مرگ زندہ ص ۶۱۹ تا ۶۲۲،ذکر رفتگاں ص ۵۰۳)

(۱۱۹)

حضرت مولانا

شیخ یونس صاحب جونپوری مدظلہٗ

آپ اِس وقت ہندوستان کے نامور محدث، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے خلیفہ اور مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور کے شیخ الحدیث ہیں۔

ولادت: آپ کی ولادت ۲۵؍ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲؍ اکتوبر ۱۹۳۷ء بروز شنبہ صبح سات بجے جونپور (یوپی) میں ہوئی آپ کے والد کا نام شبیر احمد تھا۔

تعلیم وتربیت: قرآن پاک اپنے والد صاحب سے پڑھ کر ابتدائی اردو کتب اپنے گاؤں میں پڑھیں، اس کے بعد مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں آئے اور کتب فارسی سے لے کر مختصر المعانی تک یہیں پڑھا، اس کے بعد ۱۳۷۸ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور تشریف لے گیے، جہاں جلالین ومشکوٰۃ شریف سے تعلیم کا آغاز کیا اور ۱۳۸۰ھ میں فراغت حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوریؒ، حضرت مولانا منظور خان صاحبؒ، حضرت مولانا امیر احمد خان صاحبؒ جیسے اساطین علماء شامل ہیں۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد ایک سال فنون کی مختلف کتابیں پڑھیں اور ۱۳۸۲ھ میں آپ کا تقرر بہ حیثیت ابتدائی مدرس مظاہر علوم سہارن پور میں ہوا،

جہاں ۱۳۸۴ھ تک مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں۔ ۱۳۸۵ھ میں استاذ دورۂ حدیث کے عہدہ پر فائز ہوئے، اور ابوداؤد شریف، نسائی شریف، نور الانوار کا درس دیا، ۱۳۸۸ھ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نزولِ آب کی وجہ سے پڑھانے سے معذور ہوگئے تو بخاری شریف آپ کو سونپ دی گئی اور ۱۳۸۹ھ میں باقاعدہ شیخ الحدیث بنائے گئے۔ اُس وقت سے تادم تحریر اِسی عہدۂ جلیلہ پر فائز ہیں۔

راہِ سلوک: بیعت وسلوک کا تعلق حضرت شیخ زکریا صاحب کاندھلویؒ سے ہے۔ ۹رمحرم الحرام ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۰رجنوری ۱۹۷۶ء پنجشنبہ کو حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ اور ۱۱رذیقعدہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۴رنومبر ۱۹۷۶ء بروز جمعرات حضرت شیخ زکریا صاحبؒ نے آپ کو بیعت وخلافت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ کے علمی کارناموں میں جزء معراج، جزء قراءت، جزء رفع الیدین، جزء المحراب، ارشاد اللبیب الیٰ حدیث النجیب، مقدمہ ابی داؤد، مقدمہ مشکوٰۃ، تخریج احادیث اصول الشاشی، ترجمہ عبداللہ بن زبیر، ارشاد القاصد الیٰ ما تکرر فی البخاری باسناد واحد، جزء حیات الانبیاء، جزء عصمۃ انبیاء، الیواقیت واللآلی، نوادر الحدیث اور نوادر الفقہ جیسی کتابیں شامل ہیں۔

(بحوالہ تاریخ مظاہر ۲/ ۲۵۹، ۶۰۔ مکتوب حضرت شیخ یونس صاحب مدظلہ بنام مرتب)

(۱۲۰)

حضرت مولانا محمد حنیف صاحب ملیؒ

آپ معہد ملت مالیگاؤں کے شیخ الحدیث، مسلم پرسنل لاء بورڈ اور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔

ولادت: آپ کا آبائی وطن مبارک پور ضلع اعظم گڑھ ہے، آپ کے والد جناب عبد الرحیم تلاشِ معاش کی فکر میں مالیگاؤں آبسے تھے۔یہیں آپ کی پیدائش ۱۶/جون ۱۹۴۰ء کو ہوئی۔

تعلیم وتربیت: سرکاری اسکول میں جماعت ہفتم تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد معہد ملت میں داخل کیئے گئے،قبل اس کے ناظرہ قرآن حافظ شمس الضحیٰؒ (نئی مسجد بیل باغ) کے پاس ختم کیا۔۱۹۵۸ء تا ۱۹۶۰ء دار العلوم دیوبند میں قیام کیا اور اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد آپ ۱۹۶۱ء سے مادر علمی معہد ملت میں ہی تدریسی فرائض انجام دینے لگے،معہد ملت سے تادم آخر جڑے رہے۔

آپ کا علمی، دینی، وصحافتی کارنامہ: آپ نے کئی کتابیں لکھیں، ان میں نقش تحریر، نقش حریت، حضرت شاہ ولی اللہ اور علم حدیث، فیوض اربعین، دعوت کا قرآنی اسلوب، نقوش چین (سفر نامہ) نقوش نعمانی اور نقوش عثمان شامل ہیں، اس کے علاوہ مہاراشٹر کے مختلف علاقوں اور تقریباً ۱۲/اضلاع میں ملت

کی ۴۵ر سے زائد شاخیں آپ کی تحریک اور عملی کوششوں سے ابنائے ملت نے قائم کیں، آپ نے معہد ملت سے شائع ہونے والے جریدہ ''گلشن''میں بھی مستقل مضامین لکھے، سنگم نیر سے شائع ہونے والے دینی رسالہ ماہ نامہ ''دعوت انسانیت'' کی دس سال تک سرپرستی فرمائی، ۱۹۹۳ء میں ماہ نامہ ''العدل'' جاری کیا، جو ایک سال چل کر بند ہوگیا، اس کے علاوہ مقامی ہفتہ روزہ ''سٹی زن ٹائمز''، ملی بیداری اور البیان میں بھی مستقل اصلاحی مضامین شائع ہوتے رہے۔ روزنامہ اور شامنامہ میں بھی آپ کے کم وبیش پچاس اہم مضامین شائع ہوئے۔

وفات: ۱۱ر فروری ۲۰۰۰ء کو آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، مالیگاؤں میں مدفون ہیں۔

(فیضان ملت ص ۸۶)

(۱۲۱)

حضرت مولانا

سید ذوالفقار احمد قاسمی نَروریؒ

آپ بقول حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی نہایت کامیاب مدرس، مخلص مربی، شخصیت کی تعمیر میں مہارت کے حامل، بلند اخلاق، بلند نگاہ، محبت وشفقت کے پیکر، صاحبِ ذوق اور صاحبِ قلم عالم دین، استاذ، داعی اور مربی تھے۔

ولادت: آپ کے والد جناب سید مختار احمد ملازمت کی وجہ سے نَرور سے ۴۰/ کلومیٹر دور، تحصیل کَریرا، ضلع شیوپوری، (ایم پی) میں مقیم تھے، وہیں ۱۳/ ذیقعدہ، مطابق ۱۴/ دسمبر ۱۹۴۰ء سنیچر کے دن پیدا ہوئے۔ (ایسے آپ کا وطن اصلی نَرور رہے)

تعلیم وتربیت: ۴/ سال کی عمر سے ناظرہ قرآن پاک پڑھنا شروع کیا، قرآن کی تکمیل کے بعد اپنے دادا حافظ ریاض احمدؒ سے اردو اور فارسی کی کتابیں پڑھیں، ۱۹۵۷ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، اور فارسی سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۶۷ء میں فارغ ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ، حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا معراج الحق صاحبؒ، حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحبؒ، جیسے اساطین علم وفضل شامل ہیں۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد تعلیم جاری رکھنے کے شوق نے آپ کو دوبارہ دیوبند پہنچا دیا، لیکن ایک رات کے خواب نے آپ کو فلاحِ دارین ترکیسر، گجرات میں درس وتدریس پر لگا دیا، آپ کے صاحبزادے مفتی محمد جنید صاحب دامت برکاتہم اپنی مرتب کردہ کتاب دُرِّ یسیر میں اس خواب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''۱۹۶۷ء میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد تعلیم جاری رکھنے کا اشتیاق دوبارہ دیوبند لے گیا، ابھی کچھ ہی روز ہوئے تھے کہ ایک رات خواب دیکھا، کوئی کہہ رہا تھا کہ ذوالفقار گجرات میں ایک مدرسہ ہے، جسے ایک ہی شخص چلاتا ہے، وہ بلائیں تو چلے جاؤ، اور وہیں کے ہو کر رہو، دوسرے روز دارالعلوم فلاح دارین کے جوہر شناس مہتمم حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم دیوبند پہنچے، جنہیں متوسطات کے لیے ایک ایسے استاذ کی ضرورت تھی جو صالحیت کے ساتھ ساتھ زبان وقلم کی صلاحیتوں سے آراستہ ہو، بعض اساتذہ اور طلبہ کی نشاندہی پر والد صاحب تک رسائی ہوئی، اور قاری اصغر علی صاحب کے مکان میں حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم کی موجودگی میں دونوں کی ملاقات ہوئی، اپنے گذشتہ خواب اور مدنی خاندان کے اکرام میں اجنبی جگہ کے لیے اجنبی لوگوں سے ہونے والا معاہدہ بلا شرط تمام ہوا، ۱۳؍فروری ۱۹۶۷ء پیر کے روز ترکیسر میں حاضری ہوئی، ۱۵۰؍روپے مشاہرہ مقرر رہا، شرح وقایہ و دیگر کتب کا درس متعلق ہوا''۔

جب سے تاحیات تقریباً ۴۳؍سال تک آپ نے اسی ادارے میں رہ کر درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا، اور نحو میر سے لے کر بخاری شریف کے اسباق آپ سے متعلق رہے۔

راہِ سلوک: ۱۹۸۱ء میں مدینہ منورہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا، ان کے انتقال کے بعد آپ نے حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندیؒ سے رجوع فرمایا اور آخر تک انہیں سے منسلک رہے۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ نے ۴۳ر سالہ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی فریضہ انجام دیا، چناں چہ ۹ر کتابیں آپ کی علمی شاہکار ہیں، ان کتابوں کے نام یہ ہیں:

(۱) نیکی کا موسم

(۲) مہمانِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) مدارس ومکاتب اسلامیہ کے لیے رہنما اصول

(۴) اولاد کی تعلیم وتربیت

(۵) دینی مکالمات

(۶) حج سیکھئے حج کیجئے

(۷) کشکول

(۸) چمکتے موتی دمکتے ستارے

(۹) برطانیہ میں مقیم مسلمانوں سے کچھ مفید باتیں، مفید مشورے۔

وفات: ۱۹ر ربیع الآخر، ۱۴۳۲ھ مطابق ۵ر اپریل ۲۰۱۰ء، بروز پیر، تقریباً دوپہر بڑودہ ہسپتال میں آپ نے داعئ اجل کو لبیک کہا، ۲۰ ربیع الآخر کو اپنے آبائی وطن نَرْوَرْ، ضلع شیوپوری، ایم پی میں مدفون ہوئے۔

(دُرِّ یسیر، تذکرہ حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب قاسمی نَرْوِری)

(۱۲۲)

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہٗ

آپ اِس وقت دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، صدر المدرسین اور علمی دنیا میں شہرۂ آفاق شخصیت کے مالک ہیں۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں موضع کالیڑہ ضلع بناس کانٹھا (شمالی گجرات) میں ہوئی۔ کالیڑہ پالن پور سے تقریباً تیس میل کے فاصلہ پر جنوب مشرق میں واقع اور علاقہ پالن پور کی مشہور بستی ہے، آپ کے والد کا اسم گرامی یوسف، دادا کا نام علی ہے جو احتراماً علی جی کہلاتے تھے آپ کا خاندان ڈُھکّا اور برادری مومن ہے۔

تعلیم وتربیت: جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو والد صاحب نے جو ڈبھاڈ کے کھیتوں میں رہتے تھے آپ کی تعلیم کا آغاز فرمایا، لیکن کھیتی باڑی کے کاموں کی وجہ سے آپ کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دے سکتے تھے اس لیے آپ کو کالیڑہ کے مکتب میں بٹھا دیا۔ مکتب کے اساتذہ یہ ہیں: مولانا داؤد چودھریؒ، مولانا حبیب اللہ چودھری زید مجدہم اور حضرت مولانا ابراہیم جونکیہؒ۔ تعلیم مکمل کرکے آپ اپنے ماموں مولانا عبد الرحمٰن صاحب کے ہمراہ چھاپی تشریف لے گئے اور دار العلوم چھاپی میں اپنے ماموں اور دیگر اساتذہ سے فارسی کی ابتدائی کتابیں چھ ماہ تک پڑھیں، اس کے بعد آپ کے

ماموں تدریس چھوڑ کر گھر آ گئے تو آپ بھی ماموں کے ہمراہ جونی سینڈھی آ گئے چھ ماہ تک اپنے ماموں سے فارسی کی کتابیں پڑھتے رہے۔اس کے بعد مصلح الامت مولانا نذیر میاں پالن پوری قدس سرہٗ کے مدرسہ، جو پالن پور شہر میں واقع ہے داخلہ لیا اور چار سال تک مولانا مفتی محمد اکبر میاں پالن پوری اور مولانا محمد ہاشم بخاریؒ سے عربی کی ابتدائی اور متوسط کتابیں پڑھیں، شرح جامی تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لیے آپ ۱۳۷۷ھ میں سہارن پور (یوپی) کا سفر کیا۔مظاہر علوم میں داخلہ لے کر تین سال امام النحو والمنطق مولانا صدیق احمد جموی قدس سرہٗ سے نحو اور منطق وفلسفہ کی اکثر کتابیں پڑھیں۔ نیز مولانا محمد یامین صاحبؒ، مولانا مفتی یحیٰ صاحب سہارن پوریؒ، مولانا عبد العزیز صاحب رائے پوریؒ اور مولانا وقار علی صاحب بجنوریؒ سے بھی پڑھیں، پھر فقہ وحدیث، تفسیر اور فنون کی اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۳۸۰ھ میں دار العلوم دیوبند کا رخ کیا، دار العلوم دیوبند میں داخل ہو کر پہلے سال مولانا نصیر احمد خان صاحب بلند شہریؒ سے تفسیر جلالین مع الفوز الکبیر، مولانا سید اختر حسین صاحب دیوبندیؒ سے ہدایہ اولین اور مولانا بشیر احمد خان صاحب بلند شہریؒ سے تصریح بست باب، چغمینی، رسالہ فتحیہ، رسالہ شمسیہ اور علم ہیئت کی کتابیں پڑھیں اور دوسرے سال مشکوٰۃ شریف، ہدایہ آخرین، تفسیر بیضاوی پڑھیں۔اور ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں دورۂ حدیث کی تکمیل فرمائی۔دار العلوم دیوبند میں جن حضرات اکابر سے پڑھا وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

مولانا سید اختر حسین دیوبندیؒ، مولانا بشیر احمد خان بلند شہریؒ، مولانا اسلام الحق اعظمیؒ، حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب دیوبندیؒ، مولانا فخر الحسن مرادآبادیؒ، مولانا محمد ظہور صاحب دیوبندیؒ، مولانا فخر الدین احمد صاحب مرادآبادیؒ، مولانا محمد ابراہیم صاحب

بلیاویؒ، مفتیِ اعظم مولانا سید مہدی حسن صاحب شاہجہاں پوریؒ، شیخ محمود عبد الوہاب محمود مصریؒ۔ فراغت کے بعد آپ نے شوال المکرّم ۱۳۸۲ھ میں تکمیل افتاء کے لیے درخواست دی، یکم ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ کو آپ کا دار الافتاء میں داخلہ ہوگیا، مفتی سید مہدی حسن صاحب شاہجہاں پوریؒ کی نگرانی میں کتب فتاویٰ کا مطالعہ اور فتوی نویسی کی مشق کا آغاز فرمایا۔

درس وتدریس: ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ سے شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ تک (۹ سال) دار العلوم اشرفیہ راندیر (سورت) میں آپ نے ابوداؤد، ترمذی، طحاوی، شمائل، مؤطین، نسائی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف، جلالین مع الفوز الکبیر، ترجمہ قرآن کریم، ہدایہ آخرین، شرح عقائد نسفی اور حسامی وغیرہ پڑھائیں اور تصنیف وتالیف میں مشغول رہے۔

آپ کے استاذ مولانا محمد ہاشم بخاریؒ نے جو پہلے جامعہ حسینیہ راندیر میں پڑھاتے تھے، پھر دار العلوم دیوبند میں اُن کا تقرر ہوگیا تھا، خط سے مطلع کیا کہ دار العلوم دیوبند میں ایک مدرس کی جگہ خالی ہے، لہٰذا آپ تدریس کی درخواست بھیجیں، موصوف نے مولانا حکیم محمد سعد رشید اجمیریؒ کے مشورہ سے درخواست بھیج دی، اسی سال شعبان المعظم میں مجلس شوریٰ کا انعقاد ہوا، درجات عربیہ کے لیے ایک مدرس کے تقرر کا تذکرہ آیا تو مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے آں محترم کا نام پیش کیا اور اسی مجلس میں آپ کا تقرر ہوگیا، موصوف کو شعبان المعظم ہی میں اطلاع دی گئی، رمضان المبارک کے بعد آپ دار العلوم دیوبند تشریف لے آئے اس وقت سے آج تک دار العلوم دیوبند میں تدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں، اب ادھر چند سالوں سے شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کے عہدۂ جلیلہ پر بھی فائز ہو چکے ہیں۔

راہِ سلوک: آپ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سے بیعت ہیں اور دیگر بزرگانِ دین سے بھی فیض یافتہ ہیں، خاص طور پر حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری کی مجالس میں مظاہر علوم کی طالب علمی کے زمانہ میں شرکت کرتے رہے ہیں اور حضرت مفتی مظفر حسین صاحب مظاہریؒ سے مجاز بیعت وارشاد ہیں۔

آپ کا علمی کارنامہ: موصوف کی جو تصانیف شائع ہو کر مشرق ومغرب میں پھیل چکی ہیں وہ یہ ہیں:

تفسیر ہدایت القرآن، الفوز الکبیر کی تعریب جدید، العون الکبیر، یہ الفوز الکبیر کی عربی شرح ہے، فیض المنعم، تحفۃ الدرر، مبادئ الفلسفہ، معین الفلسفہ، مفتاح التہذیب، آسان منطق، آسان صَرف، آسان نحو (دو حصے)، محفوظات، آپ فتویٰ کیسے دیں؟ کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟ حیات امام ابو داؤد، مشاہیر محدثین وفقہائے کرام اور تذکرہ راویان کتبِ حدیث، حیات امام طحاوی، اسلام تغیر پذیر دنیا میں، نبوت نے انسانیت کو کیا دیا؟ ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں، حرمت مصاہرت، تسہیل ادلہ کاملہ، حواشی وعناوین ایضاح الادلہ، حواشی امداد الفتاویٰ، زُبدۃ الطحاوی، یہ امام طحاوی کی شہرۂ آفاق کتاب شرح معانی الآثار کی عربی تلخیص ہے اور رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ (کامل ۵ جلدیں) وغیرہ۔

(ماخوذ رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ جلد ا ص ۸۲۲، شارح کے مختصر حالات / مفتی محمد امین صاحب پالن پوری)

(۱۲۳)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ

آپ مفتیِ اعظم پاکستان، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے فرزندِ ارجمند، بین الاقوامی شہرت کے حامل، ایک جید ترین عالم و محقق، مفسر و مدبر، محدث وفقیہ اور بہترین متکلم اور شیخ کامل ہیں۔

ولادت: آپ ۵؍شوال المکرّم ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء بروز شنبہ دیوبند ضلع سہارن پور (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کی بسم اللہ وہیں ہوئی، پھر رجب المرجب ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء کو والد محترم کے ساتھ پاکستان ہجرت کی۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم مختلف اساتذہ سے حاصل کی، جب ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں آپ کے والد مکرم نے دارالعلوم کراچی کی بنیاد رکھی تو آپ نے اسی دارالعلوم میں پورے درس نظامی کی تکمیل کی۔ شعبان ۱۳۷۹ھ میں بعمر سترہ سال دورۂ حدیث سے فراغت ہوئی، دورۂ حدیث میں آپ اول آئے، آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد شفیع صاحبؒ، مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ، مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ، مولانا قاری رعایت اللہؒ، مولانا اکبر علی صاحبؒ اور مولانا سبحان محمودؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

سولہ سال کی عمر میں آپ نے پنجاب یونی ورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پہلی پوزیشن میں پاس کرلیا تھا، پھر دارالعلوم کراچی ہی کے شعبۂ تخصص فی الافتاء میں داخلہ لے کر باقاعدہ دو سال میں فتویٰ کی تربیت حاصل کی، پھر پنجاب بورڈ سے میٹرک، جامعہ

کراچی سے بی، اے، سندھ مسلم کالج کراچی سے ایل، ایل، بی اور جامعہ پنجاب سے ایم، اے عربی کے امتحانات امتیازی نمبرات سے پاس کیے۔ لاء کے امتحان میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔

درس وتدریس: شوال المکرّم ۱۳۷۹ھ سترہ سال کی عمر میں دارالعلوم کراچی میں ابتدائی عربی کتب کی تدریس شروع کی۔ ۱۵؍ برس کی مدت میں مختلف علوم وفنون کی تقریباً ساری کتب زیرِ درس رہیں اور اِس وقت ترمذی زیرِ درس ہے، فقہ وتفسیر وحدیث آپ کا شب وروز کا مشغلہ ہے۔

آپ کا علمی کارنامہ: آپ نے تدریس کے ساتھ تصنیف کا بھی زبردست کام کیا ہے، متعدد تصانیف آپ کے قلمِ فیضِ رقم سے منصۂ شہود پر آئی ہیں جن میں الادب العربی، تجارتی سود، بائبل سے قرآن تک، عیسایت کیا ہے؟، حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، ضبط ولادت اور ہمارے عائلی مسائل، احکام اعتکاف، آسان نیکیاں، اسلام اور جدت پسندی، علوم القرآن، مقدمہ معارف القرآن، بائبل کیا ہے؟، جہان دیدہ، تقلید کی شرعی حیثیت، اصلاح معاشرہ، اسلام اور سیاست حاضرہ، تراشے، حجیت حدیث، دنیا مرے آگے، اصلاحی خطبات، اسلام اور جدید معیشت وتجارت، اکابر دیوبند کیا تھے؟، پرنور دعائیں، فرد کی اصلاح، عدالتی فیصلے اور اس کے مسائل، میرے والد میرے شیخ، ملکیت زمین اور اس کی تحدید، نقوش رفتگاں، نفاذ شریعت اور اس کے مسائل، ہمارا تعلیمی نظام، تبصرے، ہمارا معاشی نظام، درس ترمذی، فقہی مقالات، حکیم الامتؒ کے سیاسی افکار، تکملہ فتح الملہم، اسلام اور ہماری زندگی اور بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ وغیرہ علمی واصلاحی شاہ کار ہیں۔

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ دار العلوم کراچی کے ترجمان ماہنامہ ''البلاغ'' کے آپ ۱۹۶۷ء سے مدیر اعلیٰ چلے آرہے ہیں اور حضرت مفتی صاحبؒ کی رحلت کے بعد برادر معظم حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب دار العلوم کراچی کے مہتمم اور آپ ۱۹۷۶ء سے نائب مہتمم کے عہدہ پر فائز ہیں۔ دار العلوم کے شعبۂ تصنیف وتالیف کے نگرانِ اعلیٰ بھی آپ ہی ہیں، غالباً ۱۹۷۸ء سے شریعت بنچ سپریم کورٹ آف پاکستان کے آپ جج بھی ہیں علاوہ ازیں عالم اسلام کی متعدد دینی تنظیموں کے معزز رکن اور پاکستان کے کئی بڑے دینی مدارس کی شوریٰ کے رکن اعلیٰ بھی ہیں، حق تعالیٰ شانہ آپ سے علم ودین کا کام لے رہے ہیں، ہزاروں افراد آپ کے فیض علمی وروحانی سے سیراب وشاداب ہو چکے ہیں۔

راہِ سلوک: آپ کا روحانی سلسلہ حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب عارفیؒ سے منسلک ہے اور انہیں سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل ہوا، ان کے بعد آپ نے حضرت شاہ مسیح اللہ خان صاحبؒ سے رجوع کیا اور انہوں نے بھی آپ کو اجازت وخلافت سے نوازا۔

(سو بڑے علماء ص ۲۶۵ تا ۲۶۷)

(۱۲۴)

حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ

آپ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے صدر مفتی، دار العلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن اور حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے اجل خلفاء میں ہیں۔

ولادت: آپ کی پیدائش ۲۷ر شوال المکرّم ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۴ر ستمبر ۱۹۴۶ء بروز منگل رات کو ۱۰ر بجے قریۂ خانپور جس کو خانپوردہ بھی کہا جاتا ہے میں ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام محمد تھا جو کہ عالم نہیں تھے، مگر نیک اور پرہیزگار تھے، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بیعت تھے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم خانپور کے ہی مکتب میں حافظ ابراہیم قاضیؒ اور حافظ حسن شاہ خانپوریؒ سے حاصل کی، ابتدائی عربی سے لے کر دورۂ حدیث تک کی تعلیم جامعہ اشرفیہ راندیر میں حاصل کی، یہاں آپ کے مشہور اساتذہ میں مولانا اشرف راندیریؒ، مولانا عبدالغنی کاویؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد رضا اجمیریؒ قابل ذکر ہیں۔ جامعہ اشرفیہ سے فراغت کے بعد آپ ۱۳۶۶ھ میں اکتساب فیض کے لیے ازہر ہند دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے، دار العلوم دیوبند میں مفتی صاحب نے مولانا نصیر احمد خانؒ، مولانا محمد حسین بہاریؒ، مولانا وحید الزماں کیرانویؒ اور حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ (سابق مہتمم دار العلوم دیوبند) سے استفادہ کیا۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد آپ ہندوستان کی مشہور درس گاہ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل کے منصبِ تدریسِ حدیث پر فائز ہوئے، جب سے اب تک اسی مسند پر فائز ہیں۔

آپ کا علمی کارنامہ: محمود الفتاویٰ آپ کا عظیم علمی کارنامہ ہے جو تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، جسے مولانا عبدالقیوم راجکوٹی نے مرتب کیا ہے۔ اِس کے علاوہ آپ کے فتاوے ملک کے مختلف اخباروں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

آپ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے صدر مفتی کے عہدے پر فائز ہیں، جدید فارغین کی ایک اچھی کھیپ آپ کے ہاتھوں تیار ہوئی ہے، آپ کے خصوصی تلامذہ میں مفتی عباس داؤد بسم اللہ نائب مفتی جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل اور مفتی محمود سلیمان بارڈولی استاذِ حدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل کے علاوہ ایک طویل فہرست ہے، جو گجرات سمیت ملک وبیرون ملک میں علمی ودینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

راہِ سلوک: آپ کو حضرت مفتی محمود حسن دیوبندیؒ سے اجازت وخلافت حاصل ہے، تدریس کے ساتھ ساتھ بیعت وارشاد کے ذریعہ بھی ہزاروں روحانی مریضوں کی مسیحائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ تادم تحریر باحیات ہیں۔

(ذکرِ اقائماًص ۱۳۴)

(۱۲۵)

خادم القرآن والمساجد حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانویؔ مدظلہٗ

آپ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا کے بانی و مہتمم، دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم، دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارن پور اور جامعہ عربیہ ہتورا باندہ کی مجلس شوریٰ کے رکن، حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کے خلیفۂ اجل، اور وسیع القلب ووسیع النظر عالم دین ہیں۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۷۰ھ مطابق یکم جون ۱۹۵۰ء کو ضلع سورت کے مشہور ومعروف قصبہ کوساڑی میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام محمد اسماعیل، دادا کا نام محمد ابراہیم اور پردادا کا نام محمد ہے۔ آپ کا خاندان ''رندیرا'' کہلاتا ہے، آپ کے خاندان کا تعلق ہمیشہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بہت گہرا رہا ہے اور اب بھی آپ کے احباب و متعلقین سے اچھے روابط وضوابط ہیں۔

آپ کے آباء واجداد نے ۱۹۵۲ء یا ۱۹۵۳ء میں کوساڑی سے منتقل ہو کر ''وستان'' میں بود وباش اختیار کر لی تھی، جس کی وجہ سے آپ وستانوی سے مشہور ہو گئے۔ وستان ضلع سورت (گجرات) ہی کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو قصبہ کوساڑی سے متصل ہے، جہاں صرف پانچ یا چھ گھر کی آبادی ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے قرآن مجید اپنے وطن کوساڑی ہی میں رہ کر پڑھا، اس کے بعد نانہال ہتھورن (سورت) اور مدرسہ شمس العلوم بڑوڈہ میں بھی ابتدائی کتابیں مختلف اساتذۂ کرام سے پڑھیں۔

۱۹۶۴ء میں گجرات کے مشہور ومعروف مدرسہ فلاحِ دارین ترکیسر میں داخل ہوئے اور مسلسل آٹھ سال رہ کر ۱۹۷۲ء کے اوائل میں سندِ فراغت حاصل کی۔

آپ کے اساتذۂ فلاحِ دارین ترکیسر میں حضرت مولانا مفتی احمد صاحب بیماتؒ، حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی، حضرت مولانا شیر علی افغانیؒ اور حضرت مولانا ذوالفقار علیؒ جیسے نامور علماء شامل ہیں۔

فلاحِ دارین سے فراغت کے بعد مزید علمی پیاس بجھانے کے لیے ۱۹۷۲ء کے اواخر میں مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور گئے۔ وہاں حضرت مولانا شیخ محمد یونس جونپوری مدظلہٗ سے بخاری شریف اور دیگر اساتذۂ دورۂ حدیث سے دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھ کر ۱۹۷۳ء میں فراغت حاصل کی۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد قصبہ بوڈھان (ضلع سورت کا ایک گاؤں) میں دس دن آپ نے پڑھایا، اس کے بعد ۱۹۷۳ء کے اواخر میں دار العلوم کنتھاریہ (بھروچ) تشریف لے آئے اور وہاں فارسی سے لیکر متوسطات تک کی مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں۔

راہ سلوک: ۱۹۷۰ء میں جب کہ آپ فلاح دارین ترکیسر میں ہدایہ وغیرہ پڑھ رہے تھے، تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے اصلاحی تعلق قائم فرمالیا، حضرت شیخ الحدیثؒ کی بڑی عنایتیں اور توجہ آپ کے ساتھ رہیں۔

۱۹۸۲ء میں حضرت شیخ الحدیثؒ کا انتقال ہو گیا تو آپ نے حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ سے رجوع فرمایا اور آپ ہی سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔ نیز آپ کو محدثِ دَوراں، ولیٔ کامل جناب حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارن پور سے بھی خلافت واجازت حاصل ہے۔

آپ کا علمی، دینی، سیاسی وسماجی کارنامہ:

آپ نے قیام دارالعلوم کنتھاریہ کے زمانے میں بعض احباب کی درخواست پر اکل کوا کا دورہ کیا، آپ نے بہ چشم خود یہاں کے لوگوں کے حالات دیکھے، بدعات وخرافات اور رسم ورواج سے لوگوں کی حالت کا اندازہ لگایا، حرام وناجائز امور کی کثرت، دین سے لوگوں کی بے پرواہی، جہالت اور نہ جانے ایسی ایسی کتنی باتیں سنیں اور دیکھیں، جن سے آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور دل میں بے چینی کی کیفیت پیدا ہوگئی اور اُسی وقت ارادہ فرمالیا کہ کیوں نہ یہاں ایک دینی مدرسہ قائم کر کے اِن بدعات وخرافات کی بیخ کنی کی جائے اور اسلام کی صحیح اور سچی تعلیمات کو عوام وخواص میں عام کیا جائے۔

چناں چہ زمانۂ قیام کنتھاریہ ہی میں ۱۹۸۰ء میں جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کی بنیاد ڈالی، جس کی ابتدا ''مکرانی پھلی محلّہ'' سے کی گئی، ابتدا میں آپ کا قیام کنتھاریہ میں ہی رہا، اس دوران حضرت مولانا یعقوب صاحب خانپوریؒ (ناظم مکاتب وناظم تعمیرات) اور آپ کے برادر محترم حضرت حافظ اسحاق صاحب (نائب مہتمم) نظامت سنبھالتے رہے۔

لیکن جب آپ نے دیکھا کہ یہاں رہتے ہوئے مکمل نظم وضبط دشوار ہوگا، تو پھر استعفیٰ دے کر مستقل اکل کوا تشریف لے آئے، جب سے تادم تحریر رئیس الجامعہ کے عہدے پر فائز ہیں اور اِس ۳۲ رسال کی مختصر مدت میں جامعہ نے آپ کے اخلاص وللّٰہیت

اور غیر معمولی محنت کی برکت سے وہ ترقی حاصل کی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

آج ۱۳۱۰۸ر طلبہ اور تقریباً ۵۷۰ر اساتذہ کرام جامعہ میں مقیم ہیں۔ اِس کے علاوہ اَطراف واَکناف میں آپ نے تین ہزار مکاتب قائم کئے ہیں، ۵۶۵ر مساجد کی تعمیر کرائیں، ۳۲۳۲ر کنویں بنوائے۔

آپ نے علوم دینیہ کے ساتھ علوم عصریہ کو بھی اپنا میدان عمل بنایا۔ چناں چہ آپ نے اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کے ایماء پر ۱۹۹۳ء میں دینی ماحول میں عصری تعلیم کا آغاز I.T.I. سے فرمایا۔

الحمدللہ جامعہ میں پچیس سے زائد کالجز قائم ہو چکے ہیں، جس میں سے چند یہ ہیں: B.U.M.S، M.B.B.S (بدنا پور) بی اِی انجینئرنگ، ڈپلوما انجینئرنگ، بی فارمیسی، ڈی فارمیسی، بی ایڈ، ڈی ایڈ، ڈپلوما عربی کورس، آفس آٹومشین کورس، ٹیلرنگ کورس، امبرائڈری کورس، جِلد سازی کورس، آپٹیکل کورس، مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ور سٹی اسٹڈیز سینٹر، سافٹ ویر ڈیولپمنٹ، ہائی اسکول اور جونیر کالج وغیرہ۔

اس کے علاوہ سماجی خدمات میں آپ نے اہم رول ادا کیا، سماجی خدمات میں بورویل، خدمت بیوگان، حجاج کے قافلے، امدادِ مدارس، غریبوں کی شادی میں تعاون، مکانات کی تعمیر، معذوروں کا تعاون، افطار وسحری کا انتظام، عید الاضحیٰ میں قربانی، مساجد، مکاتب، عبادت خانوں، ہسپتالوں کی تعمیر وغیرہ شامل ہیں۔

اپنے تعلیمی رفاہی منصوبوں کو جامعہ تک ہی محدود رکھنا پسند نہیں کیا، بل کہ روزِ اول سے اس کی فکر دامن گیر رہی کہ تعلیمی اور رفاہی دائرہ کار وسیع سے وسیع تر ہو، اِس لیے اکل کوا سے باہر بھی بے شمار مقامات پر بے شمار تعلیمی مکاتب ومراکز اور ہسپتال قائم کئے

، چناں چہ اِس وقت تک ۸۲/رہائشی مراکز تعمیر ہو چکے ہیں، ۶۶/میں طلبہ رہتے ہیں اور ۱۶/میں طالبات۔ بنین کے ۶۶/مراکز میں قیام پذیر طلبہ کی تعداد ۱۹۱۸۵/اور بنات کے ۱۶/مراکز میں ۱۷۰۶/طالبات سکونت پذیر ہیں۔

آپ نے تین ہزار مکاتب قائم کیے، جس میں تعلیم پانے والے بچوں کی تعداد ایک لاکھ پچیس ہزار ہیں، اِسی طرح مختلف مقامات پر۱۴/ہسپتال قائم کیے، جس میں بڑے پیمانے پر مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے، جہاں پر ہر طرح کی سہولیات دستیاب ہیں، آپ نے تصحیح قرآن کی غرض سے مسابقۃ القرآن الکریم کا سلسلہ جاری فرمایا، اس سے پورے ہندوستان میں تصحیح قرآن پر بیداری پیدا ہوئی اور آج ہر ادارہ دوسرے ادارہ پر تصحیح قرآن میں سبقت لے جانا چاہتا ہے، یہ روح آپ ہی کی دوڑائی ہوئی ہے۔

الغرض! آپ کے کارناموں کی یہ ایک مختصر سی جھلک ہے جسے آپ نے اپنی کم عمری میں انجام دیا ہے، اللہ آپ کا سایہ ہم پر تادیر قائم رکھے، اِنہیں کارناموں اور دارالعلوم دیوبند سے عشق نے آپ کو دارالعلوم دیوبند کے منصب اہتمام تک پہنچا دیا، حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب بجنوری مہتمم دارالعلوم دیوبند کے انتقال ۸/دسمبر ۲۰۱۰ء کے بعد ۱۰/جنوری ۲۰۱۱ء کو آپ بحیثیت دسویں مہتمم کے دارالعلوم کے اہتمام پر فائز کیے گئے، ۶/مہینے ۱۳/دن اس عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے، (آپ کا دورِ اہتمام ۱۰/جنوری ۲۰۱۱ء تا ۲۴/جولائی ۲۰۱۱ء رہا) ۱۱، ۱۲/سال سے مجلس شوریٰ کے رکن ہیں۔

۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۷ء تک جمعیۃ علمائے بھروچ کے سکریٹری رہے، اسی طرح ۱۹۷۶ء سے ۱۹۷۸ء تک مجلس تحفظ اسلام گجرات کے نائب سکریٹری بھی رہے، اس دوران آپ نے زبردست ملی، سیاسی اور سماجی کارنامے انجام دیے۔ الغرض آپ کے

کارناموں کی ایک لمبی فہرست ہے اگر صرف آپ کے کارنامے بیان کئے جائیں تو ایک ضخیم رسالہ تیار ہوسکتا ہے، اِنہیں کارناموں سے متأثر ہوکر لجنۃ الخیر یہ کویت نے آپ کو چند سال پہلے گولڈ میڈل اور سلور میڈل سے نوازا ہے، اسی طرح کم مدت میں اتنے بڑے خدمات کو دیکھتے ہوئے مولانا علی میاں فاؤنڈیشن اورنگ آباد (مہاراشٹر) نے آپ کو علی میاں ایوارڈ سے سرفراز فرمایا، تادم تحریر آپ کے جذبات وعزائم اس قدر بلند رہیں کہ یہ شعر اُن کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کرسکتا ہے۔

میں کہاں رکتا ہوں عرش وفرش کی آواز سے
مجھ کو جانا ہے بہت اونچا، حد پرواز سے

اللہ آپ کی عمر دراز فرمائے اوران کا سایہ ہم پر تادیر قائم رکھے۔

(تفصیلی حالات کے لیے دیکھئے! ذرّہ سے آفتاب)

(۱۲۶)

حضرت مولانا

محمد طاہر خان صاحب مالیگانویؒ

آپ ایک خوش گفتار وسحر بیان مقرر، حضرت مولانا قمر الزماں صاحب مدظلہ کے مجاز اور جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کے استاذ حدیث تھے۔

ولادت: نام محمد ابن یوسف ابن منور ابن قاسم خان، آپ ۱۹۵۲ء مطابق ۱۳۷۲ھ بمقام سلوڑ، اورنگ آباد (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے فضیلت تک کی پوری تعلیم مدرسہ اسلامیہ بڑا قبرستان مالیگاؤں میں حاصل کی۔

درس وتدریس: آپ نے اپنے اساتذہ اور بزرگوں کے حکم کے مطابق تقریباً پندرہ سال اُسی ادارہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، درمیان میں یہ سلسلہ تجارت کی وجہ سے منقطع ہوگیا، مگر مشیتِ ایزدی کچھ اور تھی۔

چناں چہ رئیس الجامعہ ہمدرد قوم وملت حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم کی نظر انتخاب آپ پر پڑی اور آپ کو استاذ حدیث بنا کر جامعہ اکل کوا لے آئے، آپ نے جامعہ اکل کوا میں تقریباً چودہ سال فقہ، اصول فقہ، ترجمہ وتفسیر اور حدیث نبوی ﷺ کا درس دیا۔

راہِ سلوک: آپ پیرِ طریقت، متبع شریعت حضرت علامہ مولانا قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم کے مجاز تھے۔

آپ کے اصلاحی بیانات: حضرت مولاناؒ تادمِ آخر ادارہ اصلاح المسلمین (مالیگاؤں) کے رکنِ اساسی رہے اور تدریس کے ساتھ ساتھ بکثرت اصلاحی بیانات فرماتے رہے، جو قرآنی آیات، احادیث رسول، اور واقعات اسلاف پر مشتمل ہونے کے ساتھ انتہائی سہل اور مؤثر ہوا کرتے تھے۔

آپؒ اکثر اپنے بیانوں میں لوگوں کو فکرِ آخرت یاد دلاتے ہوئے فرمایا کرتے تھے ''زندگی اللہ کی نعمت ہے اس میں آخرت کی کچھ تیاری کرلو، ورنہ پتہ نہیں کس گلی میں زندگی کی شام ہوجائے اور پھر کفِ افسوس ملنا پڑے، کہ اے کاش! کچھ کارِ خیر کرتے جو ہمارے لیے توشۂ آخرت ثابت ہوتا، مگر اُس وقت کا یہ افسوس کچھ کام نہیں آئے گا''۔

حضرت مرحوم کی یہ بات کہ ''نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہوجائے'' خود آپ پر صادق آ گئی، وہ اِس طرح کہ آپ اخیر عمر تک جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم (اکل کوا) میں فقہ، حدیث اور تفسیر کی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

وفات سے ایک دن پہلے شام تک درس وتدریس میں مشغول رہنے کے بعد اپنے چھوٹے بچے کے پاسپورٹ کے سلسلہ میں تھانہ (ممبئی) کے لیے عازمِ سفر ہوئے جو آپ کے لیے آپ کا سفرِ آخرت ثابت ہوا۔

وفات: آپ نے شہر تھانہ ہی میں ۲۹ راگست ۲۰۰۲ء جمعرات کو زبان پر کلمۂ طیبہ اور ذکر واذکار کے ساتھ جان، جان آفریں کے سپرد فرمائی۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔ پھر آپ کے جسد خاکی کو بذریعہ ایمبولنس تھانہ سے مالیگاؤں لایا گیا۔

آپ کے انتقال کی خبر سنتے ہی آپ کے دور ونزدیک کے تمام تلامذہ، اساتذۂ جامعہ، متعلقین اور آپ کے چاہنے والے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے مالیگاؤں پہنچ گئے۔ نماز جنازہ رئیس جامعہ خادم القرآن والمساجد حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم نے پڑھائی اور مالیگاؤں کے بڑے قبرستان میں سابق شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ حضرت مولانا عبدالستار صاحب اعظمیؒ کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔

(مکتوب حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی، صدر مفتی جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا)

(۱۲۷)

حضرت مولانا
خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہٗ

آپ اِس وقت آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے رکن تاسیسی، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے جنرل سکریٹری، امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش کے قاضیٔ شریعت، المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد کے ناظم اور مختلف دینی وعصری درس گاہوں کے سرپرست ہیں۔

ولادت : آپ کا اسم گرامی خالد سیف اللہ، تاریخی نام نور خورشید، جائے پیدائش قاضی محلّہ جالہ، ضلع دربھنگہ (بہار) ہے۔۴/ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ مطابق نومبر ۱۹۵۶ء کو آپ پیدا ہوئے، آپ کا خاندان ایک علمی خاندان ہے آپ کا علاقہ علاء الدین خلجی کے زمانہ میں فتح ہوا اور مسلم مملکت کا حصہ بنا، اسی وقت اس خاندان کے مورث اعلیٰ قاضی مقرر ہوئے آپ کے دادا حضرت مولانا عبدالاحد صاحبؒ اپنے عہد کے بڑے علماء میں تھے آپ کے والد حضرت مولانا حکیم زین العابدینؒ تھے، آپ کے چچا حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ تھے جن کے علمی تفقہ کا شہرہ آج بھی عرب وعجم میں گونج رہا ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے قرآن مجید اور ابتدائی اردو وغیرہ کی تعلیم اپنی دادی، والدہ اور پھوپھا مولانا وجیہ احمدؒ سے حاصل کی، فارسی اور عربی زبان کی ابتدائی کتابیں والد ماجد سے پڑھیں نیز ایک دوسال مدرسہ قاسم العلوم حسینیہ دوگھرا (ضلع

دربھنگہ) میں بھی زیر تعلیم رہے یہاں حضرت مولانا عبدالحمید قاسمیؒ (نیپالی) آپ کے خاص استاد تھے، متوسطات سے دورۂ حدیث تک جامعہ رحمانی مونگیر میں کسب فیض کیا، جہاں امیر شریعت رابع مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ کی آپ پر خصوصی شفقت تھی یہاں آپ نے حضرت مولانا سید شمس الحق صاحبؒ (سابق شیخ الحدیث جامعہ رحمانی مونگیر) مولانا اکرام علی صاحبؒ (سابق شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات) مولانا حسیب الرحمٰن صاحب (حال شیخ الحدیث دارالعلوم حیدرآباد) اور مولانا فضل الرحمٰن رحمانیؒ (سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بھٹکل) نیز دوسرے کہنہ مشق مدرسین سے استفادہ کیا، مونگیر کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے آئے اور یہاں دوبارہ دورہ کیا، بخاری جلد اول مولانا شریف حسین دیوبندیؒ اور جلد ثانی مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے پڑھی، ان کے علاوہ مولانا محمد حسین بہاریؒ، مولانا معراج الحق صاحبؒ، مولانا نصیر احمد خان صاحبؒ (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)، مولانا مفتی نظام الدین صاحب، مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ (شیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند) مولانا نعیم صاحبؒ (دارالعلوم وقف دیوبند) اور مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ (مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند) سے بھی کتب حدیث پڑھنے کا موقع ملا، دیوبند سے فراغت کے بعد دو سال امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں رہے، اور یہیں قضاء وافتاء کی تربیت حاصل کی یہاں آپ کو حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ سے استفادہ کا خصوصی موقع ملا، اور تربیت قضا میں آپ نے محترم جناب محمد شفیع صاحب پھلوارویؒ سے بھی بہت نفع اٹھایا جو حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ کے وقت سے قضاء کی خدمت کر رہے تھے۔

درس وتدریس: آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز حیدرآباد سے ہی ہوا، آپ حضرت مولانا حمید الدین حسامی عاقل امیر امارت ملت اسلامیہ آندھراپردیش کی دعوت پر شوال المکرّم ۱۳۹۷ھ میں دارالعلوم حیدرآباد تشریف لائے، اس وقت یہ دارالعلوم ایک معمولی سی خستہ حال عمارت میں قائم تھا اور شرح جامی تک تعلیم تھی، چناں چہ اس سال رحمتِ عالم، شرح مائۃ عامل، قدوری اور شرح تہذیب وغیرہ کے اسباق آپ سے متعلق ہوئے اور ابتدا ہی میں آپ نے ایک کامیاب اور طلبہ کے دل میں گھر کر لینے والے استاذ کی حیثیت حاصل کر لی، مگر ماحول کی اجنبیت کی وجہ سے یہاں آپ کی طبیعت نہیں لگی اور حضرت مولانا عاقل صاحب کی اجازت سے شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ میں سال پورا کر کے دارالعلوم سبیل السلام منتقل ہو گئے۔

الحاج سید ضیاء الرحمٰن صاحبؒ صدر دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد کی دعوت واصرار اور حضرت مولانا محمد رضوان القاسمیؒ کی تائید، آپ کے دارالعلوم سبیل السلام حیدر آباد آنے کا باعث ہوئی، شوال المکرّم ۱۳۹۹ھ میں آپ اس درس گاہ کے صدر مدرس بنائے گئے اور شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ تک آپ یہیں درس اور تعلیمی وتربیتی انتظام وانصرام کی خدمت کرتے رہے اور دوسرے انتظامی امور میں بھی مولانا محمد رضوان القاسمی صاحبؒ کا دست وبازو بن کر کام کیا، قریب ۲۲ رسال کے طویل عرصہ میں آپ نے رحمت عالم سے بخاری شریف تک، درس نظامی کی قریب قریب تمام کتابوں اور تمام فنون کے درس دیے۔ شوال المکرّم ۱۴۰۹ھ میں آپ کی تحریک پر تخصص فی الفقہ کا شعبہ قائم ہوا، اُس کے نصاب اور نظام کی تشکیل اور اس کی علمی صورت گری آپ نے ایسی لیاقت اور محنت کے ساتھ کی کہ اس نے پورے ملک میں شہرت حاصل کر لی، شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ میں آپ نے

دارالعلوم سبیل السلام سے مستعفی ہوکر فضلائے مدارس کی تربیت کے لیے ایک مستقل ادارہ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد قائم فرمایا، جس میں چھ سات اسباق آپ ہی سے متعلق ہیں، نیز دارالعلوم حیدرآباد کی انتظامیہ کے اصرار پر ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ سے ۱۴۲۲ھ تک، وہاں آپ ترمذی کا درس دینے کے علاوہ صدر شعبۂ تخصصات کے فرائض بھی انجام دیتے رہے، بعد میں کثرت اشغال کے باعث دارالعلوم کی جزوی خدمت سے سبک دوش ہوگئے۔

آپ کا علمی کارنامہ: فقہ کے موضوع پر آپ کی مطبوعہ تحریریں، دس ہزار صفحات سے زائد پر مشتمل ہیں جن میں: جدید فقہی مسائل، حلال وحرام، کتاب الفتاوی، اسلام کا نظام عشر وزکوۃ، طلاق وتفریق، نیا عہد نئے مسائل، خواتین اور انتظامی مسائل، مسجد کی شرعی حیثیت، قاموس الفقہ، آسان اصول فقہ، اصول فقہ پر محاضرات کا مجموعہ، تحقیق وتعلیق اور مختارات النوازل شامل ہیں۔اور فقہ کے علاوہ دوسرے موضوعات پر آپ کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تالیفات اس طرح ہیں:

قرآنیات: قرآن ایک الہامی کتاب، ۲۴ر آیتیں، فقہ القرآن۔

حدیث: آسان اصول حدیث، علم الحدیث، تکملہ آثار السنن اول۔

فرق ومذاہب: راہِ اعتدال، مروجہ بدعات فقہائے اسلام کی نظر میں، یہودیت وعیسائیت ایک مطالعہ، مسلم پرسنل لاء ایک نظر میں، حقائق اور غلط فہمیاں، عورت اسلام کے سائے میں۔

سیرت وتذکرہ: مختصر سیرت ابن ہشام، خطبات بنگلور دوم (پیغمبر انسانیت) حیات محمدی کے نقوش، حیات مجاہدؒ وہ جو بیچتے تھے دوائے دل۔

دعوت وتذکیر: نقوش موعظت، عصر حاضر کے سماجی مسائل، دینی وعصری تعلیمی مسائل اور حل، آسان دینیات، شمع فروزاں، مولانا کے غیر مطبوعہ فتاویٰ، غیر مطبوعہ فقہی ودعوتی مقالات اور دار القضاء میں آپ کے قلم سے ہونے والے سیکڑوں فیصلے اس کے علاوہ ہیں، رسائل وجرائد کی ترتیب وغیرہ اس میں شامل نہیں ہیں۔

(آپ کی صحافتی خدمات کے لیے دیکھئے قاموس الفقہ ج ۱/ص ۲۰۶)

اس کے علاوہ ریاستی اور ملکی سطح پر مختلف ذمہ داریاں آپ سے متعلق ہیں، آپ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے رکن تاسیسی، رکن عاملہ اور اس کی مختلف ذیلی کمیٹیوں کے رکن ہیں، اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا میں روز اول سے شریک ہیں اور اِس وقت جنرل سکریٹری کی ذمہ داری آپ سے متعلق ہے، آل انڈیا ملی کونسل انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز دہلی اور تنظیم ابنائے قدیم دار العلوم دیوبند کے رکن ہیں، گذشتہ ۳۳ رسال سے امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش اور مجلس تحفظ ختم نبوت آندھرا پردیش کے جنرل سکریٹری، آندھرا پردیش کے علماء کی تنظیم مجلس علمیہ کے رکن عاملہ اور مجلس علمی دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد کے رکن ہیں، مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے بورڈ آف ٹرسٹیز کے ممبر ہیں، مجلس شوریٰ ومجلس ارباب حل وعقد امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار) اور المعہد العالی فی تدریب القضاء والافتاء پھلواری شریف پٹنہ کے رکن ہیں اور قاضی فاؤنڈیشن بنگلور کے صدر ہیں۔ اللہ آپ کی عمر دراز فرمائے۔ آمین!

(بحوالہ قاموس الفقہ ج ا ص ۲۰۰، ۲۰۲، ۲۰۶، ۲۱۰)

(۱۲۸)

داعیٔ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی

آپ مشفقِ انسانیت، داعیٔ اسلام، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ اور عارف باللہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھیؒ کے خلیفۂ مجاز اور جامعۃ الامام ولی اللہ الاسلامیہ پھُلت ضلع مظفر نگر (یوپی) کے ناظم ہیں۔

ولادت: آپ کی پیدائش ۹/ربیع الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۷/بروز دوشنبہ صبح کے وقت پھُلت، ضلع مظفر نگر (یوپی) میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام حاجی محمد امینؒ تھا، جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ سے بیعت تھے، والدہ ماجدہ کا نام زبیدہ خاتون، سادات بارہہ میں نصیر پور، رتھیڑی، ضلع مظفر نگر سے تعلق رکھتی تھیں۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم پھُلت ہی کے تاریخی مدرسہ میں ہوئی، جس کا نام حضرت گنگوہیؒ نے اپنے ایک مسترشد حضرت مولانا فیض احمد پھلتیؒ کے نام پر فیض الاسلام رکھا تھا اور اب یہی جامعہ امام ولی اللہ کے نام سے موسوم ہے۔ قاعدہ اور پارۂ عم ایک ماہ میں پڑھا، اور صرف چار روز میں پورا ناظرہ کلام مجید پڑھا، پانچویں کلاس میں حفظ شروع فرما کر سات پارے حفظ کیے تھے کہ چھٹی کلاس میں کھتولی میں داخلہ لیا اور پکیٹ انٹر کالج میں سائنس سے بارھویں کلاس پاس کیا، انٹرمیڈیٹ کے بعد میرٹھ کالج سے بی، ایس، سی، کیا۔ پی، ایم، ٹی، جو ایم، بی، بی ایس کے لیے ضروری ہے، اس میں بھی اچھے نمبرات سے کامیاب ہوئے، لیکن آپ نے ایم، بی، بی، ایس نہیں کیا، بل کہ بزرگوں کی

نسبت نے آپ کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے قدموں میں پہنچا دیا، وہاں آپ نے خصوصی درجات میں داخلہ لیا، لیکن ندوہ میں رہ کر نصاب کی تکمیل نہ کر سکے، حضرت مولانا کے کہنے پر ہریانہ کے ارتداد سے متأثرہ علاقہ میں کام کرنے لگے، وہیں سے دعوت کے کام سے آپ کو دل چسپی ہوئی اور ایسے لگے کہ آج ہزاروں افراد آپ کے ہاتھ پر اسلام لا چکے ہیں۔

راہِ سلوک: آپ تین بزرگوں کے فیض اور مجاز یافتہ ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی، حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڈھیؒ اور مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ، اِسی طرح شیخ احمد مجتبیٰ علوی، مالکی، قادریؒ اور شیخ صالح حمودی شاذلیؒ سے بھی اجازت حاصل ہے۔

آپ کا دعوتی کارنامہ: حضرت شیخ کے مخطوطات کے محافظ و ناشر حضرت اقدس مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارن پوری مدظلہٗ العالی آپ کے دعوتی کام کے سلسلہ میں لکھتے ہیں: ''داعیٔ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صاحب صدیقی مدظلہٗ ناظم جامعۃ الامام ولی اللہ پھلت، مظفر نگر کو حق تعالیٰ نے دین کی دعوت اور اسلام کے عالم گیر پیغام اخوت کو برادران دین تک پہنچانے کے لیے ایک خاص سلیقہ اور مخصوص جذبہ عطا فرمایا ہے، چناں چہ اسلامی تعلیمات سے متأثر ہو کر کثرت کے ساتھ ان کے ذریعہ قبول اسلام کا سلسلہ رواں دواں ہے، جس کے نتیجہ میں ہندو بیرون ہند میں تبلیغ اسلام کی ایک عظیم اور ایک جدید تاریخ مرتب ہو رہی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ مولانا موصوف کی حفاظت فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ (نسیم ہدایت کے جھونکے، اقتباس تعارفی انٹرویو ۲۱/۴ تا ۴۰)

مختصر تعارف:......مرتب کتاب

نام:......نظام الدین خان

والد ماجد:......جناب عبد القیوم خاں صاحب

جائے پیدائش:......راجو پٹی، سیتامڑھی (بہار)

سن پیدائش:......۷/ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۵/فروری ۱۹۶۹ء

مکتبی تعلیم:......مدرسہ ربّانیہ راجو پٹی، سیتامڑھی۔ (استاذ محترم مولانا عیسیٰ صاحب قاسمی)

ابتدائی تعلیم:......(فارسی تا عربی سوم) مدرسہ نور الاسلام شاہ پیر گیٹ میرٹھ یوپی

(مدت قیام ۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۲ء)

(استاذ خاص حضرت مولانا عبد الستار صاحب احراض)

متوسطات:......(عربی چہارم تا مشکوٰۃ شریف) مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

(مدت قیام ۱۹۸۳ء تا ۱۹۸۶ء)

فضیلت:......دار العلوم دیوبند (مدت قیام ۱۹۸۷ء تا ۱۹۸۸ء)

تدریس:......۱۹۸۹ء تا حال جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر

دست گرفتہ:......۱۹۸۲ء حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ (مہتمم دار العلوم دیوبند)

۱۹۹۲ء حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ۔

۱۹۹۷ء حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ۔

تالیفات:

(۱) تذکرۂ اکابر

(۲) اشاعتی اردو قاعدہ

(۳) اخلاق الصالحین

(۴) چہل ربنا

(۵) چہل اللھم

(۶) رہنمائے معلّمین

(۷) ترجمہ منتخب آیاتِ قرآنی

(۸) حضرت مولانا وستانوی مدظلہٗ کی پُرسوز مجلسِ ذکر

(۹) سیرت کوئز

(۱۰) ہمارے اکابر اور مدارس کے مال میں احتیاط

(۱۱) جامعہ اکل کوا، تاریخ و خدمات کے آئینے میں

(۱۲) پڑھتا جا اور چڑھتا جا

(۱۳) قرآنی کوئز

(۱۴) تقریر نظامی در بیانِ حسنِ انسانی

(۱۵) منتخب تقاریر

(۱۶) ذرّہ سے آفتاب

﴿کلماتِ تبریک﴾

سرپرستِ جامعہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی مدظلہ العالی

باسمہ سبحانہٗ وتعالیٰ

بخدمت گرامی قدر مولانا نظام الدین صاحب قاسمی/ زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون!

آں محترم کا ہدیۂ قیمہ ''تذکرۂ اکابر'' موصول ہوکر باعث مسرت وتشکر ہوا، جن بزرگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ بہت اہم شخصیات ہیں۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے بندہ سے فرمایا تھا کہ گجرات کے علماء کی یہ بڑی کوتاہی ہے کہ وہ اپنے اکابر ومشائخ کا تذکرہ مرتب نہیں کرتے، نہ ان کے سنین، ولادت وفات کا ان کو علم ہے، واقعی یہ بہت بڑی کمی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے کہ آپ نے شاہ ولی اللہؒ سے لیکر ہمارے دَور تک کے علماء ومشائخ کا مختصر تذکرہ لکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی طرف سے آپ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

آپ کی اس خدمت پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں، ہمارے طلباء آج کل اکابر سے بہت کم واقف ہوتے ہیں۔ (فَاِنَّ سَعْيَكُمْ مَشْكُورًا، جَزَاكُمُ اللّٰهُ خَيْرًا)

والسلام

احقر

عبداللہ غفرلہ کاپودروی

۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳/۴/۱۹ء